



آیات قرآنہ، احادیث منہجہ
دیر محتلفہ کے سینکڑوں دلائل
و براین مکتبہ کتاب الجواب

دلائل قویہ

یعنی

اشارات مصلیٰ



مکتبہ عرب
فیضانِ اسلامیہ، جامعہ اسلامیہ، لاہور
مولانا صاحبزادہ محمد قنول احمد شریعت پورہ، لاہور
فون: ۳۳۳۳۳۳۳۳

آیات قرآنیہ۔ احادیث مصطفویہ و سیر مختلفہ
کے سینکڑوں دلائل و براہین سے مزین کتاب لا جواب

دلائل قویہ

یعنی

اثبات میلادِ مصطفیٰ ﷺ

مکتبہ

خطیب النبی صاخرادہ مقبول احمد سرور

شبیر برادرز

زبیدہ سنٹر، ۴۴، ادو بازار لاہور
فون: 042-37246006

الافتاء والفتاویٰ

جلد حقوق ملکیت سے حق ناشر محفوظ ہے

دلائل قویہ

یعنی
اثبات میلاد مصطفیٰ

ملک شبیر حسین

با اہتمام

دسمبر 2011ء اعرام الحرام 1433ھ

بن اشاعت

محمد شکیل مصطفیٰ اعوان مبارکی پٹی

پروف ریڈنگ

اشتیاق اے مشتاق پرنٹر لاہور

طابع

ورڈز میکر

کیننگ

اے ایف ایس ایڈورٹائزرز
0345-4653373

سرورق

260/- روپے

قیمت



ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم ہم بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۶	عاشق الہی میرٹھی	۱۱	کتابیات
۳۶	محمود الحسن دیوبندی	۱۲	وجہ تالیف
۳۶	مولوی مودودی	۱۲	سعادت انساب
۳۶	دیگر وہابی تراجم		کیا صرف بخاری شریف ہی حدیث کی
۳۶	چار طرح کی خیانت	۱۶	کتاب ہے؟
۳۹	مضامین نافذہ	۱۸	مقام حیرت
۴۰	ذاتِ مصطفیٰ سراپا رحمت	۲۷	فضائل کے باب
۴۲	(۲) آیت مبارکہ اول و آخر		میں ضعیف روایات بھی قابل قبول ہوتی
۴۴	حضور غایب! اول بھی ہیں آخر بھی	۲۷	ہیں
۴۴	(احادیث)		بنے ساری خدائی سے محمد مصطفیٰ ﷺ
۴۶	(۳) آیت مبارکہ اولیت مصطفویہ	۳۰	پہلے
۴۸	(۴) آیت مبارکہ اقرار توحید	۳۰	(۱) آیت مبارکہ رحمت
۴۹	(۵) آیت مبارکہ میثاق	۳۰	اللام للنفع
۴۹	مصداق اور مصدق	۳۱	ایک مثال
۵۰	مصداق پہلے ہوتا ہے	۳۱	قرآن کریم سے مثال
۵۱	(۶) بشارت عیسیٰ علیہ السلام	۳۲	رب العالمین اور رحمۃ للعالمین
۵۲	مبشر اور مبشر	۳۲	عالمین کی تفسیر
۵۲	لفظ "یأتی" پر غور کریں!	۳۵	آیت کریمہ میں لفظ "رحمۃ للعالمین"
۵۲	تمہارا قانون محتاج دلیل اور محل نظر ہے	۳۵	اور وہابیہ دیانہ کی کن ترانیاں
۵۵	پوری ذریت وہابیہ سے سوال	۳۶	اشرف علی تھانوی

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۹۱	سال پہلے ہوئی	۵۶	اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس طرح چاہے پیدا کرے
۹۳	بسم اللہ کا ثواب	۵۶	فرشتے نور سے پیدا ہوئے اور جن آگ سے
۹۴	قلم کو عظمت مصطفیٰ ﷺ کا صلہ	۵۶	روح ایک عظیم فرشتہ ہے
۹۶	ایک نفیس روایت	۶۳	شجر الیقین
۹۱	مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:	۶۷	احادیث مبارکہ..... اولیت نور مصطفیٰ
۹۱	”بیان حضرت ﷺ کے نور کا“	۶۷	علیہ التحیۃ والثناء
	میلاد پر خوشی نہ کرنے والا مسلمان نہیں	۶۸	(۲) حدیث جابر رضی اللہ عنہ
۹۹	ہے: وہابی امام و مجدد کا ارشاد		وجود نور مصطفیٰ، آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار
۱۰۰	آمد مصطفیٰ (ﷺ) مرحبا مرحبا	۷۴	سال پہلے
۱۰۰	جھنڈے لگانے کا ثبوت		تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے حضور علیہ السلام
۱۰۱	قاضی سلیمان منصور پوری وہابی	۷۴	نبی تھے
۱۰۳	یہ ایک امر واقع ہے	۷۷	اے جبریل! میں وہی ستارہ ہوں
	مولوی صدیق الحسن بھوپالوی اور میلاد	۷۷	(۱۲) جبریل سے بھی پہلے
۱۰۳	کے جھنڈے	۸۰	نبی اکرم ﷺ باعث ایجاد کائنات ہیں
	شب ولادت پر تین جھنڈے اللہ نے	۸۰	بنے دو جہاں تمہارے لیے
۱۰۳	لگوائے		آدم علیہ السلام کی تخلیق سے ساڑھے تین لاکھ
	شب انتقال نور مصطفیٰ حضرت جبریل نے	۸۷	سال قبل تخلیق نور مصطفیٰ ﷺ
۱۰۶	جھنڈا لہرایا ملائکہ نے جشن منایا		اے آدم! اگر مصطفیٰ نہ ہوتے تو میں تمہیں
	ابلیس نے اس رات بھی اپنی عادت	۸۷	پیدا نہ کرتا
۱۰۷	پوری کی		نور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء جبین حضرت
	بروز محشر جھنڈا خود سرکار علیہ السلام کے دست کرم	۸۸	آدم علیہ السلام میں
۱۰۸	میں بھی ہوگا الحدیث		تخلیق نور مصطفیٰ تمام موجودات سے نوازا
۱۰۸	یوم قیامت شاء مصطفیٰ کا دن ہے		
	حضور نے فتح خیبر کی خوشخبری جھنڈے سے		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۲۸	پانچواں آسمان	۱۱۰	دی
۱۲۸	چھٹا آسمان		شب ولادت لائنگ خود ذات باری تعالیٰ
۱۲۹	ساتواں آسمان	۱۱۲	نے کروائی
۱۲۹	نوریوں کا مشعل بردار جلوس		میلاد النبی ﷺ کے موقع پر شیطان نے
۱۲۹	جشن آمد رسول پر نوریوں کا جلوس	۱۱۵	واویلا کیا
	جلوس میں گنبد خضریٰ کے ماڈلز حضور		حدیث مبارکہ میں تیسری عید کا ثبوت
۱۳۳	کے تبرکات کی شبیہات	۱۱۷	موجود ہے
	اس تابوت میں کیا تھا جسے ملائکہ اٹھا کر	۱۱۷	جمعہ کا دن عیدین سے بھی زیادہ معظم ہے
۱۳۴	جلوس کی شکل میں لائے تھے؟		جمعہ کا دن تخلیق و وفات آدم علیہ السلام کا
	ذکر آیات ولادت یعنی اثبات جشن میلاد	۱۱۸	دن ہے
۱۳۸	از قرآن کریم	۱۲۰	یوم عاشورہ کا روزہ
۱۴۰	میلاد النبی اور اصحاب رسول (دوران مدہم ہمیں)	۱۲۱	مزید ثبوت تیسری عید کا بخاری شریف سے
۱۴۳	اللہ کی نعمت کا ذکر کرو	۱۲۳	جشن آمد رسول پر اثبات جلوس
۱۴۴	اپنے رب کی نعمت کا چرچا کرو	۱۲۴	مدینہ منورہ میں جشن آمد رسول کے جلوس
	خود اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا		مکرمین جلوس میلاد قیامت کے میدان
۱۴۵	میلاد بیان فرمایا	۱۲۵	میں جلوس نکالیں گے
۱۴۸	بشارت (خوشخبری) میلاد حضرت یحییٰ علیہ السلام		غلامان مصطفیٰ بھی بروز محشر جلوس کی شکل
	جشن مناد: ارشاد خداوندی ہے:	۱۲۶	میں جنت جائیں گے
۱۴۹	”قَلَمٌ فَرَحُوا“	۱۲۷	جلوس آمد مصطفیٰ علیہ السلام در شب اسری
۱۵۰	اللہ تعالیٰ کا فضل کبیر نبی کریم علیہ السلام ہیں	۱۲۷	جشن آمد محبوب پر بیز بھی لگائے گئے
۱۵۰	”رحمۃ للعالمین“ بھی نبی کریم علیہ السلام ہیں	۱۲۸	پہلا آسمان
	حضور علیہ السلام کی آمد کی بشارت دینا سنت	۱۲۸	دوسرا آسمان
۱۵۱	انبیاء ہے	۱۲۸	تیسرا آسمان
۱۵۲	انہیں اللہ کے دن یاد دلائیے ”الآیت“	۱۲۸	چوتھا آسمان

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۷۶	علماء اُمت کا اجماع _____	۱۵۴	یوم نجات کو روزہ رکھ کر منایا گیا _____
_____	کسی امر کو ناجائز بدعت منع کہنے کے لیے	_____	نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے
۱۷۷	دلیل ضروری ہے _____	۱۵۵	بڑی نعمت اللہ ہیں _____
۱۷۸	بدعت کا مفہوم کیا ہے؟ _____	۱۵۶	ایام اللہ سے مراد کیا ہے؟ _____
۱۷۹	بدعت کی پانچ قسمیں ہیں _____	_____	نبی کریم ﷺ نے خود ”ذکر ہم باایام اللہ“
۱۸۰	(۱) بدعت واجبہ _____	۱۵۹	پر عمل فرمایا _____
۱۸۰	(۲) بدعت مستحبہ _____	۱۶۰	خلاصہ تفسیرات _____
۱۸۰	(۳) بدعت مباحہ _____	۱۶۰	اثبات میلاد از احادیث مبارکہ _____
۱۸۱	بدعت مکروہہ _____	۱۶۳	نبی کریم ﷺ نے خود اپنا میلاد منایا _____
۱۸۱	بدعت ضالہ _____	_____	حضور ﷺ نے خود اپنی ولادت کے حالات
۱۸۱	منہ مانگا انعام پائیں _____	۱۶۵	بیان فرمائے _____
۱۸۸	ذکر ولادت مبارکہ مصطفویہ ﷺ _____	۱۶۶	یوم میلاد کی اہمیت _____
_____	حضرت آدم علیہ السلام نے دونوں انگوٹھے چوم	_____	اہل حریمین کا میلاد منانا ہمارے لیے کافی ہے
۱۹۱	کر آنکھوں پر لگائے _____	۱۶۷	(حاجی امداد اللہ مہاجر کی)
_____	سیدنا ابو بکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انگوٹھے	۱۶۸	میلاد النبی ﷺ اور صحابہ کرام _____
۱۹۱	چوے _____	_____	حضرت سلیمان علیہ السلام نے مدینہ منورہ کی
_____	اصلاب طاہرہ و ارحام طیبہ میں یہ نور منتقل	۱۷۲	تعظیم کی _____
۱۹۱	ہوتا رہا _____	۱۷۲	محفل میلاد اور سلیمان علیہ السلام _____
_____	حافظ قرآن اپنے خاندان کے جہنیوں کو	۱۷۳	اس ماں دیاں ریاں کون کرے؟ _____
۱۹۴	شفاعت سے جنت میں لے جائے گا _____	_____	بعد ہجرت مدینہ منورہ افضل ہے مکہ معظمہ
۱۹۷	دس جنتی جانور _____	۱۷۴	سے بھی _____
۲۰۰	حضور کے دست مبارک سے مس شدہ آٹا _____	۱۷۵	اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ شہر..... مدینہ منورہ _____
۲۰۱	ساجدین سے مراد نمازی ہیں _____	۱۷۵	نبی اکرم ﷺ کا محبوب شہر..... مدینہ منورہ _____
۲۰۲	آیت کریمہ کی مزید تفسیر ملاحظہ ہو _____	۱۷۵	صحابی رسول کا عقیدہ _____

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۲۵	دورانِ ایامِ حملِ نورِ خوشبوؤں کے حلے	۲۰۵	نورِ مصطفیٰ جبینِ ہاشم میں
۲۲۹	ربیع الاول شریف کی بابرکت راتیں		نورِ مصطفیٰ حضرت عبدالمطلب کی
۲۳۱	پر نور ہے زمانہ صبحِ شبِ ولادت	۲۰۷	پیشانی میں
۲۳۱	شبِ میلاد	۲۰۷	نورِ مصطفیٰ حضرت عبداللہ کی پیشانی میں
۲۳۳	اگر میلادِ مصطفیٰ نہ ہوتا تو کلیم نہ ہوتے		مجھ سے نور خارج ہوا حضرت آمنہ خاتون
	اگر میلادِ مصطفیٰ نہ ہوتا تو آدم علیہ السلام نہ	۲۱۰	کا ارشادِ پاک
۲۳۳	ہوتے	۲۱۲	عورتوں کا رشک و حسد میں مرجانا
	جنابہ آمنہ کے ہاں جنابہ حوا سارا		انتقالِ نورِ مصطفیٰ پر شیطان کا واویلا اور چیخ
۲۳۶	آسیہ مریم کی آمد	۲۱۲	وپکار
۲۳۷	انبیاءِ مزارات میں زندہ ہیں	۲۱۲	جشنِ نورِ مصطفویہ
	شبِ ولادت کعبۃ اللہ مقامِ ابراہیم کی	۲۱۳	شبِ انتقالِ نورِ مصطفویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام
۲۳۸	طرف جھک گیا	۲۱۶	سیدہ آمنہ کو انبیاء کی مبارکبادیاں
۲۳۹	دیگر واقعاتِ شبِ ولادت	۲۱۶	پہلا مہینہ اور آمدِ حضرت آدم علیہ السلام
۲۴۰	اس سال سب کو لڑکے عطاء کیے گئے	۲۱۷	دوسرا مہینہ اور آمدِ حضرت شیث علیہ السلام
۲۴۰	نداءِ آئی: درتے کھول دو ایوانِ قدرت کے	۲۱۷	تیسرا مہینہ اور اور لیس علیہ السلام کی آمد
۲۴۲	ہے کعبہ وی جھکد احمد علیہ السلام دے درتے	۲۱۸	چوتھا مہینہ اور نوح علیہ السلام کی آمد
۲۴۳	ان کا نام محمد (ﷺ) رکھنا	۲۱۸	پانچواں مہینہ اور ہود علیہ السلام کی آمد
۲۴۳	نوری پیکر سیدہ آمنہ کے حجرہ طاہرہ میں	۲۱۹	چھٹا مہینہ اور آمدِ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام
	محفلِ نونِ سجائی رکھیواوہدے اون داویلا	۲۱۹	ساتواں مہینہ اور آمدِ ذبیح اللہ علیہ السلام
۲۴۳	اے	۲۲۰	آٹھواں مہینہ اور آمدِ موسیٰ علیہ السلام
۲۴۴	مکاشفاتِ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا	۲۲۰	نواں مہینہ اور آمدِ عیسیٰ علیہ السلام
۲۴۵	ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا		حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا عوارضاتِ نساء سے
۲۴۶	بے مثل نبی کی بے مثل ولادت	۲۲۱	محفوظ رہیں
۲۴۷	پہلے سجدے پہ روزِ ازل سے درود	۲۲۲	حضرت عبداللہ والدِ رسول ﷺ کا انتقال

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۲۸۵	محمد مصطفیٰ آئے بہاراں مسکرا پیاں	۲۴۸	آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری
۲۸۵	تمہارے حسن کا کونین میں جواب نہیں	۲۴۹	مہر نبوت اور حکومت مصطفیٰ (ﷺ)
۲۸۶	خدائی حکیم آگئے	۲۵۰	مشرق مغرب ان کی حکومت
۲۸۶	دیئے کی ضرورت نہ مشعل کی حاجت	۲۵۱	نبوت بنی اسرائیل سے رخصت ہوگئی
		۲۵۲	پھوکاں مار بجھائیو لوڑن.....!
		۲۵۳	اکھاں وچہ قدرتی سرے دی دھاری
		۲۵۴	آئے محمد (ﷺ) رحمتاں والے
		۲۵۵	کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا
		۲۵۵	حضور کا نوری جھولا
		۲۵۶	مبارک تھے یہ بڑائی حلیمہ (رضی اللہ عنہا)
		۲۵۸	قدرت کا انتخاب..... حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا
		۲۵۹	حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے حالات
		۲۶۰	اپنے اپنے مقدردی ہندے اے گل
		۲۷۰	تے کعبے داسجدہ محمد دے درتے
		۲۷۳	جانوروں کے کلام کرنے کا ثبوت
		۲۷۳	اصحاب کہف کا کتابولا
		۲۷۴	یعقوب علیہ السلام سے بھیڑیے کا کلام
		۲۷۵	کنعان کی ڈاچی کا کلام
		۲۷۶	حضور علیہ السلام کی اونٹنی نے کلام کیا
		۲۷۸	یعفور گدھا بولا
		۲۸۰	اصحاب فیل کا ہاتھی بولا
		۲۸۱	سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی نے کلام کیا
		۲۸۴	ہد ہد نے کلام کیا
		۲۸۵	یہ کس باغ سے پھول لائی حلیمہ

سعادتِ انتساب

یہ صحیفہ عشقِ رسول
ہر اس صحیح العقیدہ سنی حنفی بریلوی عاشقِ رسول کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے جو ہر
وقت نعتِ رسول میں رطب اللساں رہتا ہے اور اس عقیدت کو حرزِ جان بنائے ہوئے
ہے کہ ۔

غلامی رسول میں موت بھی حیات ہے
فقیر اس انتساب کو اپنے لیے عظیم سعادت تصور کرتا ہے کیونکہ ۔
جہڑے غلام رسول اللہ دے اسیں غلام ادھناں دے
اور یہ سعادت ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتی جب تک کہ سعادت بخشے والا خود کسی کا
انتخاب نہ کرے اس کا حصول ممکن ہی نہیں ۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ
اور فقیر اس سعادت کو نجاتِ آخروی کی دلیل و شہادت سمجھتا ہے کیونکہ بقول حبیبِ
خدا:

الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ ۔ (ترمذی مشکوٰۃ)

”مرد اسی کے ساتھ (اٹھایا جائے گا) جس سے محبت کرے گا۔“

جس معیت کے حصول کی دعا حضرت امام خطابت رحمۃ اللہ علیہ المعروف سمندری
والوں نے ان الفاظ میں کی تھی کہ ۔

غلامانِ رسالت کی غلامی مل گئی مجھ کو
 غلامانِ رسالت کا رہے مجھ پر سدا سایہ
 آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم وعلیٰ اللہ
 وصحبہ اجمعین ۔

نیازمند

فقیر گداے کوچہ حضرت شاد نقش لائانی قدس سرہ النورانی

محمد مقبول احمد سرور

خادم آستانہ عالیہ حضرت امام خطابت سمندری والے
 فیصل آباد

کتابیات

قرآن کریم	تفسیر روح البیان	تفسیر نیشاپوری
تفسیر بغوی	تفسیر نور العرفان	تفسیر ابن کثیر
تفسیر درمنثور	تفسیر روح المعانی	تفسیر عرائس البیان
تفسیر حسینی	تفسیر احمدی	تفسیر کبیر امام رازی
تفسیر الحسانات	تفسیر ضیاء القرآن	تفسیر ابن جریر
تفسیر طبری	تفسیر عبدالرزاق	تفسیر مظہری
تفسیر نعیمی مفصل	تفسیر ضیاء القرآن	تفسیر ابن عباس
تفسیر جلالین شریف	تفسیر جمل	تفسیر عزیزی
تفسیر نسفی	سنن دارمی	بخاری شریف
مسلم شریف	جامع الترمذی	ابوداؤد شریف
ابن ماجہ شریف	نسائی شریف	الخصائص النسائی
المستدرک للحاکم	المصنف لابن شیبہ	مسند الفردوس للددیلی
ہدی الساری شرح بخاری	عمدة القاری شرح بخاری	فتح الباری شرح بخاری
اسنن الکبریٰ للبیہقی	مسند امام احمد	کنز العمال
مسند ابی یعلیٰ	مشکوٰۃ شریف	المیزان الکبریٰ
الخصائص الکبریٰ	بیان المسیلا والنہی لابن الجوزی	مولد العروین لابن الجوزی
مطالع المسرات للقاسی	تاریخ الخیمس	تاریخ انیس الجلیل
شرح قصیدہ لخرپوتی	التوسل لالالبانی	الاحادیث السنیہ

مدارج النبوت	معارج النبوت	ولائل النبوت
شرح شفا علی القاری	جامع الاحادیث	الفوائد الخلفی
الموضوعات لابن الجوزی	کتاب الصغفاء الصغیر	تذکرۃ الحمدین
البدایہ والنہایہ	تاریخ ابن کثیر اردو	انوار جمال مصطفیٰ
شرح قصیدہ امالی	اتحاف السادة الملویدی	مصنف عبدالرزاق
مجمع الزوائد	جمع الجوامع للسيوطی	شواہد النبوت از علامہ جامی
الوفاء لابن الجوزی	الرحیق المختوم	الدرر العظمیٰ
روض الانف للسبیل	حجۃ اللہ علی العالمین	انوار الحمدیہ
عقیدۃ الشہدہ	الدرر البہیہ	فتاویٰ حدیثیہ
سیرت حلبیہ	نزہۃ المجالس	انفاس رحیمیہ
عجلی یقین	مکتوبات امام ربانی	الحدیقۃ القدیر
جواہر البحار	المسند العقلمی	الدرر العظیم فی مولد الکریم
موضوعات کبر علی القاری	التاریخ الکبیر للبخاری	تاریخ اکامل لابن عدی
الاسرار المرفوعہ للقاری	الطبقات الکبریٰ لابن سعد	تاریخ دمشق لابن عساکر
الامالی المصنوعہ للسيوطی	تاریخ بغداد للخطیب	المواہب اللدنیہ
زرقانی شریف	کتاب الثواب لابن الشیخ	الخصائص الکبریٰ
ما ثبت بالنسبہ از شیخ محقق	حبیب اعظم	النور فی مولد البشیر والنذیر
احیاء الممات از شیخ محقق	مظاہر حق	فتاویٰ فیض الرسول
سماع الاربعین فی شفاۃ سیدنا محمد بن	دربۃ التاج	جامع المعجزات
جلعالمح	سنن سعید ابن منصور	نصیاء النبی
جشن میلاد النبی کی شرعی حیثیت	اصول الکلام	ہدیۃ الحرمین

جذب القلوب	شرف النبی	لسان المیزان
شامی شریف	قوت القلوب	مقاصد حسنة
کتاب الشفاء لقاضی عیاض	مسالك الحقاء للسيوطی	مختصر سیرت رسول
بهار خلد از تھانوی	سیرت رحمۃ للعالمین	سیرۃ المصطفیٰ ابراہیم سیالکوٹی
جمال مصطفیٰ صادق سیالکوٹی	سی حرفی مولوی صمصام	اکرام محمدی مولوی عبدالستار
احسن المواعظ ابراہیم سیالکوٹی	ترجمہ مولوی تھانوی	ترجمہ مولوی مودودی
ترجمہ محمود الحسن	ترجمہ عاشق الہی میرٹھی	الشہاب الثاقب
یک روزی اسماعیل دہلوی	الافاضات الیومیہ تھانوی	جمال الاولیاء تھانوی
نشر الطیب تھانوی	الشمامة العنبریہ بموہپالوی	تذکرۃ الرشید
فتاویٰ رشیدیہ	سیرت ثنائی	تاریخ اہل حدیث
رسالہ الاعتصام	اہل حدیث امرتسر	اخبار محمدی اہل حدیث
آفتاب نبوت قاری طیب	عطر الوردہ	امداد المہتاق از تھانوی
اشرف الحواشی	احسن القصص	نسبت باعین جنت
یوسف زلیخا	جامع الصغیر	اشرف الموبد لآل محمد
الصواعق المحرقة	برق سوزاں	روضۃ الشہداء
کتاب الدرر المنضیہ فی الآباء الشریفہ	حاشیہ نیراس	طہرائی کبیر والا وسط
اسعاف الراغبین	نقی النقی	مصانح السنۃ
سیرت محمدیہ ترجمہ مواہب لدنیہ	القول البدیع	حیات القلوب
اسنی المطالب فی نجات ابی طالب	سبل الہدیٰ والرشاد	

وجہ تالیف

برادرِ طریقت جناب محمد حنیف انصاری صاحب ایک متصنّب مذہبی رجحان رکھتے ہیں اور ان کے عشقِ رسول میں دن بدن فروغ اس لیے بھی ہو رہا ہے کہ وہ اکثر وقت درود شریف کے پاکیزہ ورد سے اپنی زبان کو تر رکھتے ہیں تو ان کے درجات میں ترقی کو دیکھ کر بہت سے بد عقیدہ لوگ خواہ مخواہ ان سے الجھا کرتے ہیں اور وہ اپنے طور پر دلائل کے انبار لگا کر ان کے دانت کھٹے کیا کرتے ہیں۔

یہ غالباً اس لیے بھی کہ وہ گدائے آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف اور سگ حضرت سرکار نقش لائمانی قدس سرہ النورانی علی پوری ہونے کے ساتھ ساتھ شہنشاہِ اقلیم عشق رسالت حضرت تاجدارِ بریلی شاہ امام احمد رضا خان الملقب بہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بھی والہانہ عقیدت رکھتے ہیں اور ان کی اس فرمودہ حق بات پر مکمل عمل پیرا رہتے ہیں کہ

ذکر ان کا چھیڑیے ہر بات میں
چھیڑنا شیطان کا عادت کیجئے
جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضا
ذکر اس کا اپنی عادت کیجئے

گزشتہ دنوں کچھ گستاخانِ رسول بد مذہب لوگوں سے انصاری صاحب کا مباحثہ ہو گیا تو انہوں نے حسبِ عادت ایک طاقتور مناظر کی طرح میدان مارا اور پھر اس کے بعد جب فقیر سے ملاقات ہوئی تو گر مجبوشی شدید سے یہ تقاضہ جدید کیا کہ میں ”میلادِ مصطفیٰ“

کے موضوع پر ایک مدلل کتاب تحریر کروں، بالخصوص اس میں ”اولیت نورِ مصطفیٰ“ حضور علیہ السلام کا باعث تخلیق کائنات ہونا، ان عنوانات کو مستند کتابوں اور بتقاضائے گستاخانِ رسالت بخاری شریف سے ثابت کیا جائے تو فقیر نے چند اوراقِ حوالہ قلم کیے ہیں جس میں بالخصوص درج ذیل عنوانات:

- (۱) کیا صرف بخاری شریف ہی حدیث کی کتاب ہے؟
 - (۲) اولیت نورِ مصطفیٰ قرآن و حدیث کی روشنی میں
 - (۳) حضور علیہ السلام باعث تخلیق کائنات ہیں
 - (۴) ضعیف روایات فضائل کے باب میں معتبر ہیں وغیرہ وغیرہ
- دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عشق و محبت سے تحریر کردہ کتاب کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور میرے لیے ذریعہ نجات و توشیحہ آخرت بنائے۔ آمین

محمد مقبول احمد سرور

فیصل آباد

کیا صرف بخاری شریف ہی حدیث کی کتاب ہے؟

وہابی حضرات ہر دعویٰ کی دلیل بخاری شریف سے دکھانے کا مطالبہ کرتے ہیں ان سے فقیر کا یہ سوال ہے کہ کیا صرف بخاری شریف ہی حدیث کی کتاب ہے؟ اس کے علاوہ پانچ کتب جن کا شمار صحاح میں ہوتا ہے کہ وہ احادیث کی کتب نہیں ہیں؟ علاوہ ازیں سینکڑوں کتب احادیث کی قابل اعتماد نہیں ہیں؟

موطا امام مالک، مسند امام اعظم جو کہ بخاری سے پہلے مدون ہو چکی ہیں، کیا ان کی ذخیرہ کتب احادیث میں کوئی اہمیت نہیں ہے؟ جبکہ موطا کی شرح خود مکتب اہل حدیث کے علامہ نواب وحید الزماں نے تحریر کی ہے۔

یہ جو کہا جاتا ہے کہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ بخاری شریف ہے، ایسا کہنا کہاں تک درست ہے؟ یہ قانون کس نے وضع کیا ہے؟

کیا یہ قرآن کی کسی آیت سے قانون بنا ہے؟

حدیث کی کسی روایت سے وضع کیا گیا ہے؟

کسی صحابی کے قول سے یا صحابہ کے اجماع سے یہ قانون بنایا گیا ہے؟

اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے تو پھر اس پر اتنا زور کیوں دیا جاتا ہے؟

حالانکہ بخاری شریف میں بھی ضعیف روایات موجود ہیں کیونکہ ان کی اسناد میں جہمی، قدری، رافضی اور مرجعہ عقائد کے راوی موجود ہیں اور ایسے راوی بھی ہیں جو منکر الحدیث، وہابی اور وہابی تھے جیسا کہ ہدی الساری مقدمہ فتح الباری میں ابن حجر عسقلانی

نے اس کی وضاحت کی ہے مثلاً:

(۱) باب الاستنجاء بالماء کے تحت امام بخاری نے ایک روایت اس سند کے ساتھ ذکر کی ہے:

حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي مُعَاذٍ وَاسْمُهُ عَطَاءُ ابْنُ أَبِي مَيْمُونَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا خَرَجَ لِحَاجَةٍ .
الحديث (بخاری شریف جلد اول ص ۲۷)

اس حدیث کی سند میں ایک راوی ہے: عطاء بن ابی میمونہ اس کے بارے میں خود امام بخاری فرماتے ہیں کہ

عَطَاءُ بْنُ أَبِي مَيْمُونَةَ أَبُو مُعَاذٍ مَوْلَى أَنَسٍ وَقَالَ يَزِيدُ ابْنُ هَارُونَ مَوْلَى عُمَرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ وَكَانَ يَرَى الْقَدْرَ .

(کتاب الضعفاء الصغیر ص ۲۷۱)

یعنی یہ شخص عقائد قدریہ کا حامل تھا۔ (تذکرۃ المحمّدین ص ۲۱۲)

(۲) اسی طرح امام بخاری نے کتاب المغازی میں ایک حدیث ذکر کی ہے:

حدثني عباس والوحيد قال حدثنا عبد الواحد عن ايوب ابن عائد قال حدثنا قيس بن مسلم قال سمعت طارق ابن شهاب يقول حدثني ابو موسى الاشعري قال بعثني رسول الله صلى الله عليه وسلم . الحديث (بخاری جلد ثانی ص ۶۲۳)

اس روایت میں ایک راوی ہے: ایوب ابن عائد اس کو بھی امام بخاری نے خود مرجئی لکھا ہے فرماتے ہیں: ”ایوب بن عائد الطائی کان یری الارحاء“۔

(کتاب الضعفاء الصغیر ص ۲۵۳)

ایوب ابن عائد الطائی عقائد مرجہ کا حامل تھا۔ (تذکرۃ المحمّدین ص ۲۱۲)

مقام حیرت

حافظ ذہبی، ایوب بن عائد کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ

وكان من المرجئة قال له انباري واورده في الضعفاء

لارجائه والعجب من البخاري يغمزه وقد احتج به .

(کتاب الضعفاء الصغیر ص ۲۵۲)

امام بخاری نے ایوب بن عائد کو مرجعہ قرار دے کر اس کا شمار ضعیفاء میں کیا

ہے اور حیرت ہے کہ اس کو ضعیف قرار دے کر پھر اس سے استدلال بھی

کرتے ہیں۔ (تذکرۃ المحذوین ص ۲۱۳)

(۳) اسماعیل بن ابان کوئی ایک راوی ہے اس کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں کہ

اسماعیل ابن ابان عن هشام بن عروة متروك الحديث كنيته

ابو اسحاق كوفي . (حدی الساری جلد ثانی ص ۱۵۱)

اسماعیل بن ابان جو ہشام بن عروہ سے روایت کرتا ہے متروک الحدیث ہے۔

(تذکرۃ المحذوین ص ۲۱۳)

اس متروک الحدیث راوی سے امام بخاری نے اپنی صحیح (البخاری) میں متعدد

احادیث روایت کی ہیں چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

اسماعیل ابن ابان الوراق الكوفي احد شيوخ البخاري ولم

یکثر عنه . (کتاب الضعفاء الصغیر ص ۲۷۲)

اسماعیل بن ابان الوراق کوئی امام بخاری کے اساتذہ میں سے ایک ہیں اور

امام بخاری نے ان سے بہت زیادہ احادیث روایت نہیں کی ہیں۔

ان کے علاوہ زبیر بن محمد التیمی، سعید بن عروہ، عبد اللہ بن ابی لبید، عبد الملک بن

امین، عبد الوارث بن سعید، عطاء بن السائب بن یزید، کھس بن منہال یہ تمام

راوی ضعیف ہیں اور کتاب الضعفاء الصغیر میں امام بخاری نے ان کے ضعف کی

تصریح کی ہے اس کے باوجود صحیح بخاری میں ان لوگوں کی روایات کو درج کیا ہے۔

(۴) شارح صحیح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں کہ

ضعیف لوگوں سے روایت کے علاوہ کبھی امام بخاری سے سند (حدیث) میں راویوں کے نام کے سلسلے میں بھی خطا واقع ہو جاتی ہے چنانچہ امام بخاری نے ”اذا اقيمت الصلوة فلا صلوة الا المكتوبة“ کے تحت ایک حدیث اس

سند کے ساتھ وارد کی ہے کہ

حدثنا عبد العزيز بن عبد الله قال حدثنا ابراهيم بن سعد عن

ابيه عن حفص بن عاصم عن عبد الله بن مالك بن بحينة قال

البح - (اصح البخاری جلد اول ص ۹۱)

اس سند کے بیان میں امام بخاری سے دو غلطیاں واقع ہوئی ہیں ایک تو یہ کہ تحسینہ عبد اللہ کی والدہ کا نام ہے نہ کہ مالک کی اور امام بخاری نے اسے مالک کی والدہ قرار دیا ہے دوسری یہ کہ آگے چل کر فرماتے ہیں:

سمعت رجلا من الازد يقال له مالك بن بحينة ان رسول الله

صلى الله عليه وسلم راي رجلا الحديث .

اس حدیث کو انہوں نے مالک سے روایت کیا ہے حالانکہ یہ حدیث مالک کے بیٹے عبد اللہ بن مالک سے مروی ہے مالک تو مشرف بہ اسلام بھی نہیں ہوئے تھے۔ مسلم نسائی ابن ماجہ نے بھی اس سند کو بیان کیا ہے لیکن ان کی سند میں یہ غلطیاں نہیں ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ

الوهم فيه موضعين احدهما ان بحينه والدة عبد الله لا مالك

وثانيهما ان الصحبة والرواية لعبد الله لا لمالك .

(فتح الباری ج ۲۹)

اس روایت میں دو جگہ وہم ہے اول یہ کہ نحسینہ عبد اللہ کی والدہ ہے نہ کہ مالک کی ثانی یہ کہ صحابی اور راوی عبد اللہ ہیں نہ کہ مالک۔ (تذکرۃ المحدثین ص ۲۱۲)

(۵) سند کے علاوہ نفس حدیث کے متن میں بھی امام بخاری سے کافی تسامح واقع ہوئے سطور ذیل میں ان میں سے بعض غلطیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

کتاب الزکوٰۃ میں امام بخاری نے ایک حدیث وارد کی ہے:

عن عائشة ان بعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم قلن
لنبی صلی اللہ علیہ وسلم اینا اسرع بک لحوقا قال اطول کن
یدا فاخذوا قصبة یذر عونہا فكانت سودۃ اطولہن یدا فعلنما
بعدا انما كانت طول یدہا الصدقة وكانت اسرعا لحوقا بہ
صلی اللہ علیہ وسلم وكانت تحب الصدقة .

(بخاری شریف جلد اول ص ۱۹۱)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض ازواج نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کی ازواج میں سے کون سب سے پہلے آپ کے ساتھ واصل ہوگی؟ فرمایا: جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے یہ سن کر سب اپنے اپنے ہاتھ ماپنے لگیں اور ان میں لمبے ہاتھ سودہ کے تھے اور بعد میں ہم کو معلوم ہوا کہ ہاتھوں کی لمبائی سے مراد صدقہ ہے اور سودہ کا سب سے پہلے انتقال ہوا اور وہ صدقہ سے محبت رکھتی تھیں (یعنی صدقہ کثرت سے دیا کرتی تھیں)۔

اس حدیث کے جملہ ”کانت اسرعا لحوقا بہ“ میں ”کانت“ کی ضمیر سودہ کی طرف راجع ہے جس کا مفاد یہی ہے کہ آپ کے بعد ازواج مطہرات میں سب سے پہلے سودہ کا وصال ہوا اور یہ بات تمام اصحاب سیر اور ارباب تاریخ کی شہادت سے قطعاً باطل ہے کیونکہ آپ کے بعد سب سے پہلے حضرت زینب بنت

جس کا ۲۰ ہجری میں وصال ہوا اور حضرت سودہ کا وصال تو اس کے بہت بعد ۵۴ ہجری میں ہوا ہے۔ (عمدة القاری ج ۸ ص ۲۸۲) اس حدیث میں راوی سے زینب کا لفظ چھوٹ گیا ہے عبارت یوں ہونی چاہیے تھی: ”وكانت زينب اسرع لحوقا به“ صحیح مسلم میں یہ جملہ اس طرح ہے:

كانت زينب اطول يدا لانها كانت تعمل وتتصدق .

حضرت زینب لمبے ہاتھ کی تھیں اس لیے کہ وہ زیادہ صدقہ دیا کرتی تھیں۔

بہر حال یہ امام بخاری کا کام تھا کہ وہ اس راوی کی روایت کو اپنی صحیح میں درج کرتے جس کی روایت میں یہ تاریخی غلطی نہیں ہوئی جیسا کہ امام مسلم نے کیا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ایک طویل بحث کے بعد یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس روایت میں ابو عوانہ کو وہم ہوا ہے۔ (فتح الباری جلد چہارم ص ۳۰)

(تذکرۃ المحمّدین از علامہ غلام رسول سعیدی شارح صحیح مسلم ص ۲۱۴-۲۱۵)

(۶) باب احد المرآة علی غیر زوجھا کے تحت امام بخاری نے یہ حدیث وارد کی ہے کہ

عن زينب بنت ابي سلمة قالت لما جاء نعي ابي سفيان من الشام دعت أم حبيبة بصفرة في يوم الثالث ابع الحديث .

(بخاری شریف جلد اول ص ۱۷۰)

زینب بنت ابی سلمہ کا بیان ہے کہ جب شام سے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی موت کی خبر آئی تو حضرت ام حبیبہ نے تین دن کے بعد سوگ ختم کر دیا۔ اے اس حدیث میں امام بخاری نے یہ بیان کیا ہے کہ ابوسفیان کی وفات کی اطلاع شام سے آئی تھی حالانکہ یہ بات تاریخی طور پر قطعاً غلط ہے کیونکہ باتفاق مورخین ابوسفیان کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا تھا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

..... غالباً اسی وجہ سے بعض مغاربہ نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے اور حافظ ابوبلی نیشاپوری نے کہا: ”اس آسان کے نیچے صحیح مسلم سے بڑھ کر کوئی حدیث کی کتاب نہیں ہے۔“ (تذکرۃ المحمّدین ص ۲۰۶)

وفی قوله "من الشام" نظر لان ابا سفیان مات بالمدينة بلا خلاف بین اهل العلم بالاخبار والجمهور انه مات اثنتین وثلاثین وقیل سنة ثلاث ولد فی شیء من طرق هذا الحدیث تقیده بذلك الا فی رواية سفیان بن عیینة هذه واطنها وهما۔ (فتح الباری ج ۳ ص ۲۸۸)

اس روایت میں شام کے لفظ پر اعتراض ہے کیونکہ مؤرخین میں سے کسی کا اس بات پر اختلاف نہیں ہے کہ ابوسفیان کا انتقال مدینہ منورہ میں ۳۲ ہجری یا ۳۳ ہجری میں ہوا تھا اور اس واقعہ میں شام کی قید میں نے سفیان بن عیینہ کی روایت کے سوا اور کہیں نہیں دیکھی اور میرا گمان یہ ہے کہ یہ راوی کا وہم ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس روایت کو درج کرنے میں امام بخاری نے کامل غور و خوض اور تحقیق و تتبع سے کام نہیں لیا۔

(تذکرۃ المحررین ص ۲۱۶ از علامہ غلام رسول سعیدی)

(۷) فضل من شهد بدرًا اور غزوۃ الرزجیع میں امام بخاری نے ایک طویل حدیث میں فرمایا:

وقتل خبيب هو قتل الحارث ابن عامر بن نوفل يوم بدر .
یعنی خبیب نے جنگ بدر میں حارث ابن عامر ابن نوفل کو قتل کیا تھا۔
اس جگہ بھی امام بخاری نے سخت مغالطہ کھایا ہے کیونکہ خبیب نام کے دو شخص ہیں خبیب بن عدی اور خبیب بن اساف اور تمام تراہل مغازی کا اتفاق ہے کہ جس شخص نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا وہ خبیب بن اساف ہیں اور امام بخاری نے حدیث میں جس خبیب کا واقعہ ذکر کیا ہے وہ وہ ہیں کہ جن کو مشرکین نے گرفتار کر کے مکہ میں سولی دے دی تھی وہ خبیب بن عدی ہیں اور خبیب بن عدی نہ تو غزوۃ بدر میں شریک ہوئے نہ ہی انہوں نے حارث کو قتل کیا

لہذا ان کے بارے میں امام بخاری کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ خبیب نے حارث کو قتل کیا تھا چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ

ان اهل المغازی لم يذكر منهم احد ان خبيب بن عدی شهد
بدرًا ولا قتل الحارث بن عامر وانما ذكروا ان الذي قتل
الحارث بن عامر بدير خبيب بن اساف وهو خبيب بن عدی
وهو خزر جی وخبیب بن عدی اوسی. (فتح الباری ج ۸ ص ۳۸۴)

اہل مغازی میں سے کسی نے یہ ذکر نہیں کیا کہ خبیب ابن عدی جنگ بدر میں حاضر ہوئے اور نہ ہی انہوں نے حارث کو قتل کیا تھا انہوں نے یہ ذکر کیا ہے کہ جس شخص نے حارث کو قتل کیا وہ خبیب ابن اساف تھے اور اس واقعہ میں جس کا ذکر ہے وہ خبیب ابن عدی ہیں اور خبیب ابن عدی قبیلہ اوس کے ہیں اور خبیب ابن اساف قبیلہ خزر ج کے۔

یہی اعتراض علامہ بدرالدین عینی نے بھی عمدۃ القاری شرح بخاری ج ۷ ص ۱۰۰ پر ذکر کیا ہے۔ (تذکرۃ المحققین ص ۲۱۶-۲۱۷)

(۸) باب مناقب عثمان رضی اللہ عنہ میں امام بخاری نے ایک حدیث وارد کی ہے جس میں ذکر ہے:

ثم دعا عليًا فامرہ ان يجلد فجلده ثمانين .

(بخاری شریف جلد اول ص ۵۲۲)

پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو بلایا کر کوڑے لگانے کا حکم دیا تو انہوں نے اس کو اتنی کوڑے لگائے۔

امام بخاری نے اس روایت میں اتنی کوڑے مارنے کا ذکر کیا ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے صحیح بات یہ ہے کہ حضرت علی نے چالیس کوڑے مارے تھے چنانچہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ

فی رواية معمر فجلد الوليد اربعين حلدة وهذه الرواية اصح من رواية يونس والوهم فيه من الراوى . (فتح الباری ج ۸ ص ۵۷)
معمر کی روایت میں ہے کہ ولید کو چالیس کوڑے لگائے گئے اور صحیح تر روایت یہی ہے اور اس روایت میں راوی کو وہم لاحق ہوا ہے۔
حافظہ بدرالدین عینی بھی (عمدة القاری ج ۱۶ ص ۲۰۲ پر) یہی تحریر فرماتے ہیں۔

(تذکرۃ المحذنین ص ۲۱۸)

(۹) باب ما ذکر فی الاسواق کے تحت امام بخاری نے مذکور ذیل حدیث وارد کی ہے:
عن ابی هريرة الدوسي قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی طائفة النهار لا یکلمنی ولا اکلمہ حتی اتی سوق بنی قینقاع فجلس بفنا بیت فاطمة . (بخاری شریف جلد اول ص ۲۸۵)
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم دن کے وقت گھر سے باہر نکلے میں اور آپ دونوں خاموش تھے یہاں تک کہ آپ بنو قینقاع کے بازار میں آئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے محن میں جا کر بیٹھ گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ کا گھر بنی قینقاع کے بازار میں تھا حالانکہ فی الواقع ایسا نہیں تھا بلکہ ان کا مکان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے مکانوں کے درمیان تھا ناقل کو اس روایت میں وہم ہوا ہے صحیح مسلم کی روایت میں یہ وہم نہیں ہے اس میں اس طرح ہے کہ

حتى جاء سوق بنی قینقاع ثم انصرف حتى اتی فناء فاطمة .
یعنی حضور بنو قینقاع کے بازار تشریف لائے پھر واپس تشریف لے گئے حتیٰ کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے محن میں داخل ہوئے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال الداؤدی سقط بعض الحديث عن الناقل او ادخل حديثاً
فی حدیث لان بیت فاطمة لیس سوق بنی قینقاع انتھی وما
ذکره اولاً احتمالاً هو الواقع۔ (فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۳)

داؤدی نے کہا کہ ناقل سے حدیث کے بعض الفاظ ساقط ہو گئے یا اس نے ایک
حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دیا کیونکہ حضرت فاطمہ کا مکان بنو قینقاع
کے بازار میں نہیں تھا علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ داؤدی نے جو پہلا احتمال ذکر کیا
ہے (یعنی ناقل سے بعض الفاظ ساقط ہو گئے) اصل میں وہی واقعہ ہے۔
مزید تفصیل کے لیے عمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۲۳۹ ملاحظہ فرمائیں۔

(تذکرۃ المحمّدین ص ۲۱۹-۲۱۸)

(۱۰) امام بخاری نے تقض الحائض المناسک کلها الا الطواف کے عنوان
سے ایک باب ذکر کیا ہے اور اس کے تحت تعلیقاً یہ حدیث لائے ہیں:
كان النبي صلى الله عليه وسلم يذكر الله على كل
أحيائه۔ (بخاری شریف جلد اول ص ۴۴)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔
اس حدیث کو بیان کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جنبی شخص اور حائضہ
عورت قرآن کریم کی تلاوت کر سکتے ہیں حالانکہ یہ بات شرعاً ممنوع ہے چنانچہ
علامہ عینی لکھتے ہیں کہ

اراد البخاری بايراد هذا وبما ذكره في هذا الباب الاستدلال
على جواز قراءة الجنب والحائض لان الذكر اعم من ان
يكون بالقرآن او بغيره۔ (عمدۃ القاری ج ۳ ص ۲۷۴)

اس حدیث کو بیان کرنے سے امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ جنبی شخص اور حائضہ
عورت قرآن مجید کی تلاوت کر سکتے ہیں کیونکہ ذکر عام ہے اور قرآن وغیر قرآن

دونوں کو شامل ہے اور حافظ ابن حجر اس باب کے تحت لکھتے ہیں کہ

ان مراده الاستدلال علی جواز قراءة الحائض والجنب .

(فتح الباری ج ۱ ص ۲۲۳)

اس حدیث سے امام بخاری کی مراد حائضہ اور جنبی کی قرأت قرآن پر

استدلال ہے۔ (تذکرۃ المحققین ص ۲۲۰-۲۱۹)

اس ساری بحث سے ہماری مراد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ یا ان کی کتاب صحیح البخاری کو تنقید کا نشانہ بنانا نہیں ہے بلکہ جو لوگ بات بات پر صرف صحیح بخاری سے دلیل کے خواہاں ہوتے ہیں ان سے سوال کرنا مراد ہے کہ تم جو کہتے ہو صرف بخاری شریف ہی سے دلیل دکھاؤ کیونکہ وہ ہی صحیح کتاب حدیث ہے تو تسامح و اغلاط تو اس میں بھی موجود ہیں اگرچہ وہ تمہارے نزدیک قرآن کے بعد سب سے اصح کتاب ہے تو باوجود اغلاط و تسامح کے اس سے دلیل مانگتے ہو تو دوسری کتب احادیث تمہیں کیوں قابل قبول و لائق حجت معلوم نہیں ہوتیں جبکہ مسلم شریف کو بھی بعض مغاربہ نے سب کتابوں سے اصح شمار کیا ہے اور جامع الترمذی کہ جس کی ہر ہر حدیث کے بعد امام ترمذی نے اس حدیث کا پایہ و مرتبہ بھی بیان فرما دیا ہے باقی تمام کتب احادیث کو تم قابل قبول اور لائق حجت تسلیم کیوں نہیں کرتے بالخصوص جس موضوع پر ہم آئندہ اوراق میں تحریر کرنے والے ہیں وہ فضائل نبوی کا موضوع ہے اور جن محدثین نے کتاب اللہ کے بعد بخاری کا قانون وضع فرمایا ہے انہوں نے ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ ضعیف روایات بھی فضائل کے ابواب میں قابل قبول ہیں لیکن تم اپنے مطلب کا قانون تو تسلیم کرتے ہو اور دوسرے قانون کو جھٹلاتے ہو کیا یہی انصاف ہے؟

ع بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

فضائل کے باب

میں ضعیف روایات بھی قابل قبول ہوتی ہیں

(۱) حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من بلغه عن الله عز وجل شيء فيه فضيلة فاخذ به ايماناً به
ورجاء ثوابه اعطاه الله تعالى ذلك وان لم يكن كذلك .

(کنز العمال ج ۱۵ ص ۹۱ رقم: ۴۳۱۳۲۰)

جسے اللہ تعالیٰ سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچے وہ اپنے یقین اور
ثواب کی اُمید سے اس بات پر عمل کرے اللہ تعالیٰ اسے وہ فضیلت عطاء
فرمائے اگرچہ خبر ٹھیک نہ ہو۔

(۲) حضرت سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا:

من بلغه عن الله عز وجل شيء فيه فضيلة فاخذ به ايماناً به
ورجاء ثوابه اعطاه الله ذلك الثواب وان لم يكن ما بلغه
حقاً . (الموضوعات لابن الجوزی ج ۳ ص ۱۵۳)

مجھے اللہ تعالیٰ سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچی وہ اپنے یقین اور اس
ثواب کی اُمید سے اس بات پر عمل کرے اللہ تعالیٰ اسے وہ ثواب عطاء

کرے اگرچہ جو حدیث اسے پہنچی حق نہ بھی ہو۔

(۳) حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ما جاءكم خير مني قلته او لم اقله فاني اقول ما جاءكم عني من شر فاني لا اقول الشر. (مسند امام احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۶۷)

جو تمہیں میری طرف سے اچھی بات کا حکم پہنچے خواہ میں نے وہ بات کہی ہو یا نہیں تو تم یہ سمجھو کہ وہ بات میں نے کہی ہے اور جو میری طرف کوئی بُرا حکم منسوب کرے سن لو! میں بُری بات کا حکم نہیں دیتا۔

(۴) حضرت حمزہ بن عبد المجید رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں حطیم کعبہ معظمہ میں دیکھا، عرض کی: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان! ہمیں حضور سے حدیث پہنچی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

”جو شخص کوئی حدیث ایسی سنے جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو وہ اس حدیث پر با اُمید ثواب عمل کرے اللہ عز و جل اسے وہ ثواب عطا فرمائے اگرچہ وہ حدیث باطل ہو۔“

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ای ورب هذه البلدة انه مني وأنا قلته .

ہاں! اس شہر کے رب کی قسم! بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے

فرمائی ہے۔ (الفوائد الخلفی بحوالہ جامع الاحادیث جلد پنجم ص ۶۶۹)

(۵) حضرت ابو حمزہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

من بلغه عن الله تعالى فضيلة فلم يصدق بها لم ينلها .

جسے اللہ تعالیٰ سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے وہ اسے نہ مانے اس فضل سے محروم رہے گا۔ (المسند لابن عیسیٰ ج ۳ ص ۲۸۷)

مندرجہ بالا روایات سے سورج کی طرح ظاہر ہو گیا کہ فضائل میں ضعیف روایات بھی قابل قبول ہوتی ہیں اور جو انہیں تسلیم نہ کرے وہ فضل سے محروم رہتا ہے۔
تو جب فضائل اعمال یا فضائل انبیاء و اولیاء میں وارد احادیث قبول کرنا نہ قبول کرنے سے بہت زیادہ فضیلت و اہمیت رکھتا ہے تو امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل و مناقب میں کیوں قابل قبول نہ ہوگا۔

اور پھر حضور کے فضائل و محامد اور مناقب کے لیے ہی صحیح بخاری کی روایات کیوں طلب کی جائیں گی؟ مقام حیرت ہے کہ اپنے مولویوں کے فضائل میں تو کتابوں کی کتابیں تحریر کر دی جائیں، کوئی شرک و بدعت لازم نہ آئے اور امام الانبیاء کے فضائل و مناقب پر شرک و بدعت کے پیغمبر ہو جائیں؟ کیا کبھی کسی گستاخ رسول نے ”حیات نواب و حید الزماں وغیرہ یا اشرف السوانح“ تذکرۃ الرشید“ وغیرہ پر صحاح کی کسی روایت کی دلیل طلب کی ہے بلکہ ان کے فضائل میں تو مسئلہ نورانیت کو بھول کر مولوی رشید گنگوہی کو نور اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کے متعلق ”میں کبھی نہیں بھولا“ کے الفاظ تحریر ہوں۔ (تذکرۃ الرشید اور سیرت ثنائی) مگر حضور علیہ السلام کے لیے دلائل از بخاری طلب کیے جائیں۔

تف ہے ایسے اسلام اور ایسے مسلمانوں پر۔



بے ساری خدائی سے محمد مصطفیٰ ﷺ پہلے

(۱) آیت مبارکہ رحمت

ارشادِ ربانی ہے کہ

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (پ الانبیاء: ۱۰۷)

”اور (اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم!) ہم نے آپ کو تمام عالمین کے لیے

رحمت (بنا کر) بھیجا ہے۔“

اس آیت کریمہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام عالمین سے پہلے موجود ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عالمین سے قبل موجود نہ ہوں تو عالمین ان کی رحمت سے کیسے مستفیض و مستفید ہوں؟

ع جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے
عالم ارواح سے عالم حشر تک بے شمار عالمین ہیں اور حضور علیہ السلام تمام عالمین کے لیے رحمت ہیں تو آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ عالم ارواح سے بھی پہلے میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام موجود تھے۔

اللام للنفع

علماء نحو کے نزدیک حرف لام کئی معانی میں مستعمل ہے کہیں سنیت کے لیے تو کہیں اضافت کے لیے نحو کی کتب میں متعدد معانی لکھے ہوئے ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ ”اللام للنفع“ لام نفع کے لیے بھی آتا ہے آیت کریمہ مندرجہ بالا میں عالمین پر لام

داخل ہے ”رحمة للعالمین“ تو مطلب صاف ظاہر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والا صفات کی رحمت سے تمام عالمین نفع لے رہے ہیں اور لیتے رہیں گے میرے آقا نافع ہیں اور تمام عالمین اس نفع سے مستفید و مستفیض ہونے والے حضور علیہ السلام چونکہ نافع ہیں اس لیے محتاج الیہ ہیں اور تمام عالمین محتاج اور قاعدہ یہ ہے کہ ہمیشہ محتاج الیہ پہلے ہوا کرتا ہے اور محتاج بعد میں۔

ایک مثال

مثال کے طور پر ہر پیدا ہونے والا بچہ سب سے پہلے اپنے لیے خوراک کا محتاج ہوتا ہے کیونکہ اگر اسے خوراک نہ ملے گی تو وہ زندہ نہیں رہ سکے گا تو خوراک اس کی زندگی کے لیے نافع ہے اور محتاج الیہ تو اللہ تعالیٰ نے بچہ کو بعد میں پیدا فرمایا اور اس کی پیدائش سے پہلے اس کی والدہ کے پستانوں میں اس کی خوراک کا انتظام فرما دیا اس مثال سے ثابت ہوا کہ محتاج الیہ پہلے اور محتاج بعد میں ہوا کرتا ہے۔

قرآن کریم سے مثال

دیکھئے! انسان اپنی زندگی کے لیے چھت، فرش، پانی، دانہ وغیرہ کا محتاج ہے تو اللہ تعالیٰ نے انسان کو بنانے سے پہلے یہ سب کچھ بنا کر انسان کو پیدا فرمایا اور اسے جتلا کر ارشاد فرمایا:

الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ. (پ البقرہ: ۲۲)
 ”وہی (اللہ تعالیٰ) جس نے تمہارے لیے زمین کو بچھونا (فرش) اور آسمان کو چھت بنایا اور اتارا آسمان سے پانی (بارش) اور نکالا اس کے ساتھ تمہارے لیے رزق پھلوں سے۔“

غور فرمائیے! آیت کریمہ ”هَذَا“ میں ضمیر ”لَكُمْ“ پر بھی لام داخل ہے اور وہ بھی

نفع کا فائدہ دے رہا ہے یعنی تمہارے نفع کے لیے زمین کو فرش آسمان کو چھت بنایا اور تمہارے نفع کے لیے آسمانوں سے زمین پر بارش برسا کر پھل پیدا کیے تاکہ تمہارا رزق (خوراک) مہیا ہو سکے۔

تو انسان بعد میں بنا کیونکہ محتاج تھا اور زمین آسمان پھل وغیرہ پہلے بنائے کیونکہ محتاج الیہ تھے اسی طرح عالمین بعد میں بنے کیونکہ رحمتِ مصطفیٰ کے محتاج تھے اور حضور علیہ السلام پہلے تخلیق ہوئے کیونکہ محتاج الیہ تھے۔

اب عالمین میں ہر شی داخل ہے زمین و آسمان جن و انسان حور و ملک غرضیکہ عالمین کا ذرہ ذرہ عالمین کو شامل ہے تو یہ سب کچھ بعد میں اور حضور اس سب کچھ سے پہلے۔

فرشتہ تھا نہ آدم تھا نہ ظاہر تھا خدا پہلے

بنے ساری خدائی سے محمد مصطفیٰ پہلے (ﷺ)

غور فرمائیے! یہی لفظ عالمین اللہ تعالیٰ نے اپنے بیانِ ربوبیت کے لیے ارشاد فرمایا۔

رَبِّ الْعَالَمِينَ اور رحمتہ للْعَالَمِينَ

ارشادِ ربانی ہے کہ

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ (پ الفاتحہ: ۱)

”تمام تعریفات اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام عالمین کا پالنے والا ہے۔“

تو عالمین اس کی ربوبیت کے محتاج تھے اور ربوبیت ذاتِ خدا محتاج الیہ اس لیے اللہ تعالیٰ کی ذات ہر چیز سے پہلے اور سب کچھ بعد میں اور جو چیز عالمین کی اس کی ربوبیت سے مستفید ہو رہی ہے وہ وہ چیز عالمین کی نبی رحمت کی رحمت سے مستفیض ہو رہی ہے۔

اگر رب ہو کر کوئی ہستی ہر چیز سے پہلے ہے تو وہ ذاتِ خدا ہے
اگر رحمت ہو کر کوئی ہستی ہر چیز سے پہلے ہے تو وہ ذاتِ مصطفیٰ ہے

جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے ہی
ان کا ان کا تمہارا ہمارا نبی
اب اگر کوئی بیوقوف شخص یوں کہے کہ معاذ اللہ عالمین پہلے تھے اور رب بعد میں تو
اس کا یہ قول شرعاً، عقلاً، نقلاً ہر طرح سے باطل ہوگا کیونکہ جو عالم بھی اس کی ربوبیت سے
پہلے متصور ہوگا وہ اس کی ربوبیت سے مستفیض نہ ہو سکے گا اور کسی بھی عالم کا اس کی
ربوبیت سے مستفیض نہ ہونا محال ہے اسی طرح اگر کوئی بے عقل یوں کہے کہ عالمین پہلے
اور رحمتِ مصطفویہ بعد میں تو اس کا یہ قول بھی مردود ہوگا کیونکہ جو عالم بھی ذاتِ مصطفیٰ علیہ
السلام سے پہلے متصور ہوگا وہ حضور علیہ السلام کی رحمت سے مستفیض نہ ہو سکے گا اور یہ امر
محال اور آیت کریمہ رحمت کے خلاف ہے۔

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

عالمین کی تفسیر

حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ
ان المراد من العلمین جمیع الخلق وهو صلی اللہ علیہ وسلم
رحمة لكل منهم الا ان الحظوظ متفاوتة ويشترك الجميع
فی انه علیہ السلام سبب لوجودهم بل قالوا ان العالم کله
مخلوق من نوره صلی اللہ علیہ وسلم۔ (روح المعانی پ ۷۷ ص ۱۰۰)
عالمین سے تمام مخلوق مراد ہے اور واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالمین میں
سے ہر ایک کے لیے رحمت ہیں لیکن ہر ایک کا حصہ رحمت مختلف ہے البتہ

اس بات میں تمام شریک ہیں کہ سب کے وجود کا سبب آپ کی ذات ہے
بلکہ صوفیاء نے فرمایا ہے کہ تمام عالم کا ظہور حضور کے نور سے ہوا ہے۔
ملا علی قاری کہتے ہیں کہ

فان العلمین لا شک انه حقيقة فيما سواه . (شرح شفاء ج ۱ ص ۳۷)

حقیقۃ عالمین کا اطلاق اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر شئی پر ہوتا ہے۔
تو ثابت ہوا کہ اللہ کی ذات پاک کے سوا سب کچھ عالمین میں شامل اور رحمت
مصطفویہ کا محتاج ہے لہذا سب کچھ بعد میں بنا ہے اور ذاتِ مصطفویہ و حقیقتِ محمدیہ سب
سے پہلے ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نور ہے



آیت کریمہ میں لفظ ”رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ اور وہابیہ دیانہ کی لن ترانیاں

ہم نے ”رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ کی تشریح و توضیح لفظ ”رَبِّ الْعَالَمِينَ“ سے کی اور اس طرح شانِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الثناء اجاگر کرنے کی اپنی سی کوشش کی مگر دیوبندی وہابی اس حقیقی شان کو بھی گھٹا کر پیش کرنے کے لیے پرتو لیتے ہیں اور لفظ ”رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ“ کے متعلق بھی معاندانہ انداز بیان رکھتے ہیں اس مقام پر صاحب تفسیر نعیمی علامہ مفتی اقتدار احمد نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ و تفسیر ملاحظہ ہو فرماتے ہیں کہ

”قرآن مجید میں کیسی شان کی طرزِ بیانی ہے کہ اپنی ربوبیت عالمینی کا چرچا و تذکرہ اپنے محبوب اور محبوب کی اُمت کی زبان سے کروایا کہ اے بندو! تم کہو ”الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ مگر اپنے حبیب کی رحمتِ عالمینی کا چرچا اور تذکرہ خود فرمایا وہاں بھی تمام جہانوں کا ذکر اور یہاں بھی تمام جہانوں کا ذکر فرما کر بتا دیا کہ جہاں تک میری ربوبیت کی وسعت ہے وہیں تک میرے حبیب کی وسعتِ رحمت ہمارے شہنشاہی ہمارے نبی کی وزارتِ مصطفائی ہے نہ ربوبیت سے کوئی جگہ خالی نہ رحمت سے اظہارِ ربانیتِ عالمینی کے لیے بھی پوری ایک کھل آیت اور اظہارِ رحمتِ عالمینی کے لیے بھی ایک مستقل آیت یہ فائدہ دونوں جگہ عالمین فرمانے سے حاصل ہوا مگر اتنی صاف واضح آیت و کلام کے باوجود وہابی دیوبندی اپنا جلا پا عداوتِ نبوتِ حسدِ بغضِ گستاخی جہالت بلکہ ابوجہلیت چھپا نہ سکے آیت تو بدل نہ سکے چوہہ وہ حفاظتِ الہی میں ہے البتہ

ترجمہ و تفسیر میں عقربی ڈنگ اور احمقانہ نشر چلائی دیئے چنانچہ تھانوی صاحب ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

اشرف علی تھانوی

اور ہم نے ایسے مضامین نافعہ دے کر آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں یعنی مکلفین پر مہربانی کرنے کے لیے۔ (ترجمہ تھانوی، طبع تاج کمپنی)

عاشق الہی میرٹھی

میرٹھی وہابی ترجمہ اس طرح کیا گیا:
اور ہم نے دنیا جہان کے لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔
(عاشق الہی میرٹھی، طبع تاج کمپنی)

محمود الحسن دیوبندی

محمود الحسن وہابی صاحب اس طرح ترجمہ کرتے ہیں:
اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہربانی کر جہان کے لوگوں پر۔ (ترجمہ محمود الحسن)

مولوی مودودی

مودودی صاحب وہابی ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:
اے محمد! ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔ (مودودی تفسیر)

دیگر وہابی تراجم

اور ہم نے تم کو دنیا والوں کے لیے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔ (وہابی ترجمے)

چار طرح کی خیانت

ان (تراجم) میں چار طرح خیانت اور بدنیتی ہے، عام طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہ

فقط جلا پا اور حسد کی عداوت ہے۔

پہلی خیانت: آیت کے الفاظ میں دنیا جہان کا لفظ نہیں ہے۔

دوم: آیت میں مکلفین لوگوں کا لفظ نہیں ہے یہ صرف انسانوں کو کہا جاتا ہے۔

سوم: بنا کر بھیجا آیت میں بنا کر کا لفظ نہیں ہے اس خیانت نے بتایا کہ نبی کریم

پہلے رحمت نہیں تھے جب بعثت ہوئی تب رحمت بنے۔

چہارم: دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہیں یہ الفاظ آیت میں نہیں۔

اس ترجمے کا مفہوم ہے کہ نبی کی ذات بالکل رحمت نہیں ان کو بھیجنا ہماری رحمت

ہے اگر آیت کا یہی مقصود بیاں ہوتا تو ”رحمة منا“ ہوتا میں کہتا ہوں: اگر یہاں عالمین

کا ترجمہ اپنی بدیانتی اور خیانت سے ”دنیا والے مکلفین کرنا ہے“ یا یہ کہنا ہے کہ ”اور کسی

بات کے واسطے نہیں“ تو رب العالمین میں بھی عالمین کا ترجمہ صرف دنیا والوں اور مکلفین

لوگوں کا رب کہو اور آدمی جہنم کیوں لیتے ہو پوری جہنم حاصل کرو بہر کیف یہ علمی جہالت

نہیں بلکہ حسد و عداوت کی جہالت ہے۔ (تفسیر نعیمی ج ۷ ص ۵۳۲-۵۳۵)

فقیر المحتاج الی المولیٰ القدر محمد مقبول احمد سرور عرض کرتا ہے کہ آیت کریمہ کا یہ

ترجمہ کرنا کہ ”دنیا جہان کے لوگوں“ اور پھر یعنی کے لفظ سے اس ترجمہ میں اپنی رائے

داخل کرنا کہ ”یعنی مکلفین پر مہربانی کے لیے“ صراحۃً قرآن و حدیث کی مخالفت اور تفسیر

بالرائے کے مترادف ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ. (پ ۲۲ سہا: ۲۸)

”اور اے محبوب! ہم نے آپ کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام

آدمیوں کو گھیرنے والی ہے۔“

اب اس آیت میں بلا قید مکلفین اللہ تعالیٰ نے محبوب علیہ السلام کی رسالت کو عامۃ

الناس کے لیے ثابت فرمایا تو اس رسالت کو مکلفین سے مقید کرنا قرآن کریم کی اس نص

قطعی کی سراسر مخالفت نہیں تو اور کیا ہے ایسے ہی رب العالمین کی وضاحت سورۃ والناس کی

آیت: میں موجود ہے ارشادِ ربانی ہے کہ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝ (پ ۳۰ الناس: ۱)

”اے محبوب! آپ فرمادیجئے کہ میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب ہے۔“

اب تھانوی اور ذریت تھانویہ سب مل کر بتائیں کہ کیا اللہ تعالیٰ صرف مکلفین ہی کا رب ہے؟ کیا وہ دیوبندیوں، وہابیوں، سکھوں، ہندوؤں، عیسائیوں، بدھ مت، یہودیوں، نصرانیوں و دیگر غیر مکلفین کا رب نہیں ہے؟

کیا چرند، پرند، حیوانات وغیرہ کا رب کوئی اور ہے، معاذ اللہ؟ اور کیا یہ عقیدہ شرکیہ نہیں ہے؟ اور پھر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ

ارسلت الی الخلق كافة . میں تمام مخلوقات کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

(مسلم شریف ج ۱ ص ۱۹۹) (مسند امام احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۱۱ اسنن الکبریٰ ج ۲ ص ۴۳۳)

تو کیا نبی کریم علیہ السلام کی رسالت و رحمت کو صرف مکلفین تک محدود کرنا اس حدیث مبارکہ کی صریح مخالفت نہیں اور بیمار ان وہابیہ و دیابنہ کے حکیم الامت کے تعصب و عداوت نبوت پر مبنی نہیں؟ جبکہ لفظ ”رب العلمین“ اور ”رحمة للعالمین“ پکار پکار کر یہ عقیدہ بیان فرما رہا ہے کہ۔

رب نے فرمایا میری قدرت کی حد کوئی نہیں

اور میرے محبوب کی رحمت کی حد کوئی نہیں

پھر حضرت تھانوی اور ان کے متبعین بتائیں کہ سینکڑوں احادیث و واقعات جو کہ احادیث و سیر کی کتب میں موجود ہیں کہ جانوروں نے حضور کی رحمت سے استعانت کی اور سرکار نے ان کی دستگیری فرمائی، ہرنی، اونٹ، کبوتر، بکریاں وغیرہم سب حضور سے طلبِ رحمت کرتے رہے اور حضور نبی رحمت ان کو اپنی رحمت سے نوازتے رہے ان سب واقعات و احادیث کا انکار کیا ممکن ہے؟

اس سلسلہ میں خود تھانوی صاحب کی اپنی ہی کتب ”نشر الطیب“ جمال الاولیاء“ وغیرہ ناطق ہیں مطالعہ کیجئے اور اس دورنگی چال پر ماتم کیجئے کہ

ع ناطقہ سر بگریاں ہے اسے کیا کہئے
پھر تھانوی میرٹھی محمود الحسن اور مودودی و دیگر کا یہ کہنا کہ ”جہان کے لوگوں کے لیے“ یا ”دنیا والوں کے حق میں“ کیا صریح جہالت نہیں ہے؟ اس لیے کہ لفظ عالم نہیں فرمایا گیا بلکہ ”عالمین“ فرمایا گیا ہے مگر گستاخان رسالت علمی طور پر یتیم ہوا کرتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ

خدا جب دین لیتا ہے عقل بھی چھین لیتا ہے
عقل مند آدمی اتنا تو جانتا ہے کہ آخرت میں حضور علیہ السلام کی شفاعت سے ہمیں جنت ملے گی تو حضور دنیا و آخرت والوں کے لیے رحمت قرار پائے مگر یار لوگ اس بات کو تب تسلیم کریں جبکہ پہلے حضور کو آخرت میں شفیع المذنبین تسلیم کریں؟

مضامین نافعہ

تھانوی صاحب کا عقیدہ ملاحظہ کیجئے فرماتے ہیں کہ
اور ہم نے ایسے مضامین نافعہ دے کر آپ کو اور کسی بات کے لیے نہیں بھیجا مگر دنیا جہان کے لوگوں یعنی مکلفین پر مہربانی کرنے کے لیے۔ (ترجمہ تھانوی مطبوعہ تاج کہنی)
تھانوی صاحب کا یہ قول بھی ان کے علمی طور پر یتیم ہونے پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ مضامین ظاہر ہے قرآن کریم کے ہی مضامین ہو سکتے ہیں اور قرآن کریم اقوالِ مصطفیٰ کا نام ہے ارشادِ ربانی ہے کہ

إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ۝ (پ ۳۰ التکویر: ۱۹)

”بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا (کہنا) ہے۔“

اور بقول اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا یہ قرآن صفتِ مصطفیٰ کا نام ہے جیسا کہ حدیثِ پاک میں وارد ہے کہ

سئلت عائشة الصديقة عن اخلاقه صلى الله عليه وسلم قالت
كان خلقه القرآن۔ (کنز العمال ج ۷ ص ۸۸)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا: نبی اکرم علیہ السلام کے
اخلاق کے متعلق تو فرمایا کہ حضور کا اخلاق قرآن ہے۔

تو ثابت ہوا کہ قرآن صفت ہے اور صاحب قرآن موصوف ہیں تو حیرت کی بات
ہے کہ صفتِ مصطفیٰ (مضامین) تو نافعہ (نفع دینے والی یعنی رحمت ہوں) اور موصوف
رحمت نہ ہو؟

ع بدیں عقل و دانش ببايد گريست

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَنَزَّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ۔ (پ ۱۵ بنی اسرائیل: ۸۲)
”اور ہم قرآن میں اتارتے ہیں وہ چیز جو ایمان والوں کے لیے شفاء اور
رحمت ہے۔“

حیرانی ہے تھانوی صاحب کے عقیدہ پر کہ اللہ تعالیٰ تو صفت محبوب کو بھی (یعنی
قرآن کو بھی) رحمت قرار دے اور تھانوی صاحب صاحب قرآن اور موصوف قرآن کو
رحمت تسلیم نہ کریں اور ترجمہ میں آئیں بائیں شائیں کا سہارا لے کر صرف یہ کہیں کہ
”مکلفین کے لیے مہربانی کرنے کے لیے“ مہربانی تو عام انسان ایک عام انسان پر بھی
کر سکتا ہے پھر خاصہ نبوت کیا ہوا؟ معلوم ہوا کہ عقیدہ درست یہی ہے کہ میرے آقا علیہ
السلام کا وجود مسعود سراپا رحمت ہی رحمت ہے اور ابتداء آفرینش سے ملتہا قیامت تک
سراپا رحمت ہے انشاء اللہ ہم جیسے گنہگار جیسے اب ان کی اس رحمت سے مستفیض ہو رہے
ہیں محشر میں بھی ہوں گے۔

ذاتِ مصطفیٰ سراپا رحمت

مولوی مودودی صاحب ان سے بھی چند ہاتھ آگے بڑھ گئے وہ لکھتے ہیں کہ

اے محمد! ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔ (مودودی تفسیر)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باوجود رحمت نہیں آپ کا تشریف لانا دراصل (صرف) اللہ کی رحمت ہے۔

ع اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوچھی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود ارشاد فرماتے ہیں:

انسی لم ابعث لعائنا انما بعثت رحمةً انما بعث رحمةً ولم ابعث عذاباً. (کنز العمال ج ۱۱ ص ۱۹۱)

میں لعنت کرنے والا نہیں بھیجا گیا میں تو (سراپا) رحمت بھیجا گیا ہوں۔ مگر مودودی صاحب کو تعصب نبوت کے اتھاہ اندھیروں میں گم ہونے کی وجہ سے ذخیرہ کتب میں یہ حدیث کہیں نظر نہ آئی اور ذاتِ مصطفیٰ کو سراپا رحمت تسلیم کرنے سے بڑی ڈھٹائی سے انکاری ہو گئے اور آڑیہ لی کہ حضور کا آنا اللہ کی رحمت ہے۔ بھلا اس علم و عقل سے عاری ماڈرن مفسر سے کوئی پوچھے کہ اللہ کی رحمت کا کون منکر ہے؟ جو تم اس قدر تفسیر بالرائے کا سہارا لے کر جہنم کا ایندھن بن رہے ہو حضور نے فرمایا: من فسر القرآن برأیہ فلیتواء مقعده من النار۔

(ترمذی، مشکوٰۃ شریف ص ۳۵)

جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی وہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنا لے۔ منکر تو رحمتِ مصطفیٰ کے پیدا ہونے تھے اس لیے ذاتِ مصطفیٰ کو رحمت قرار دیا گیا تاکہ ان بے ایمانوں کا رد ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ تو رحیم و رحمان ہے قرآن کی متعدد آیات اس پر شاہد ہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنی ذاتِ پاک کو رحمت قرار نہیں دیا کیونکہ وہ جبار و قہار بھی ہے ہاں ذاتِ مصطفیٰ کے لیے فرمایا کہ

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ .

”اور ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام عالمین کے لیے رحمت۔“

جانور کو ذبح کرتے وقت صرف اللہ کا نام لیا جاتا ہے باقی ہر جگہ اللہ و رسول دونوں کا اس کی وجہ یہی ہے کہ عند الذبح جانور پر صفت رحمت کا ظہور نہیں ہوتا بلکہ اس کے لیے وہ وقت قہر کا وقت ہے اس لیے ارشاد ہوا کہ اس وقت میرا اور صرف میرا نام ہی لو کیونکہ میں قہار بھی ہوں میرے حبیب کا نام نہ لو کیونکہ وہ قہار نہیں صرف رحمت ہی رحمت ہے۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

(۲) آیت مبارکہ اول و آخر

ارشاد خداوندی ہے کہ

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

(پ ۲۷ الحمد پ: ۳)

”وہی اول ہے اور آخر ہے اور ظاہر ہے اور باطن ہے اور وہی ہر شئی کا جاننے والا ہے۔“

شیخ محقق علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

۱۔ فخر الوہابیہ مولوی ابراہیم میرسیا لکھنوی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق رقمطراز ہیں کہ ان سے ”مجھ عاجز (ابراہیم میرسیا لکھنوی) کو علم و فضل اور خدمت علم حدیث اور صاحب کمالات ظاہری و باطنی ہونے کی وجہ سے حسن عقیدت ہے آپ کی کئی ایک تصانیف میرے پاس موجود ہیں جن سے میں بہت سے علمی فوائد حاصل کرتا رہتا ہوں۔ (تاریخ اہل حدیث ص ۳۹۸)

دہابیہ نجدیہ کے مشہور رائٹر حکیم عبدالرحیم اشرف ایڈیٹر المنبر لاکل پور لکھتے ہیں کہ

اللہ عزوجل کی حکمت نے تین عظیم المرتبت شخصیتوں کو پیدا فرمایا جو اس حکمت کدہ میں اسلام کے مسخ شدہ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کہ یہ آیت کریمہ حمد خدا بھی ہے اور نعت مصطفیٰ بھی۔ (مدارج النبوت جلد اول ص ۷)
تو ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام اوّل بھی ہیں اور آخر بھی۔



(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) چہرہ کو اپنی اصلی نورانیت کے جلو میں پھر سے ظاہر کریں ان حضرات نے قرآن و سنت کے خشک سوتوں کو از سر نو جاری کر دیا، اسلام کے عقائد کو اس شکل میں پیش کیا جو دائمی اسلام فداہ روحی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیش کیے گئے تھے۔ علماء سنیوں کو بے نقاب کیا گیا، ان کی اجارہ داری کو چیلنج کیا اور واشکاف کیا گیا کہ ان کے اقوال اس قابل تو ضرور ہیں کہ انہیں جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے لیکن اس لائق ہرگز نہیں کہ انہیں اسلام کی تفسیر و تعبیر کے طور پر حجت شرعی بنایا جائے یہ عظیم تجدیدی کارنامے جن تین پاکہا زنفوس نے انجام دیئے ان کے اسم گرامی یہ ہیں:

اول: حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ جنہیں دنیائے اسلام مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کرتی ہے۔

دوم: شیخ عبدالحق محدث دہلوی جنہوں نے اس ملک میں حدیث نبوی کے علوم کو عام کیا۔

سوم: شیخ احمد بن عبد الرحیم جنہیں عالم اسلام شاہ ولی اللہ کے نام سے پکارتا ہے۔

(الاعتصام ص ۱۹۵ مارچ ۱۹۵۴ء)

دہابیہ کی اہل حدیث کانفرنس دہلی کے خطبہ استقبال میں ہے کہ دسویں صدی ہجری میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے نشر و اشاعت قرآن و حدیث پر کافی توجہ فرمائی۔

(اہل حدیث امرتسر ص ۲۱۲ اپریل ۱۹۴۳ء)

مولوی محمد دہلوی دہابی نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو "سیدی خاتم المحققین والحمد للہین" لکھا ہے حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو: اخبار محمدی دہلی ص ۱۵ جولائی ۱۹۳۲ء

دیوبندیوں کے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ

بعض اولیاء اللہ ایسے بھی گزرے ہیں کہ خواب میں یا حالت غیبت میں روزمرہ ان کو دربار نبوی میں حاضری کی دولت نصیب ہوتی تھی ایسے حضرات صاحب حضور کی کہلاتے ہیں انہی میں سے ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں کہ یہ بھی اس دولت سے مشرف تھے۔ (الافاضات الیومیہ ص ۶ ج ۷ سطر ۱)

حضور علیہ السلام اوّل بھی ہیں آخر بھی

(احادیث)

(۱) حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما خلق اللہ عزوجل آدم أخبرہ بنبیہ فجعل یری فضائل بعضهم علی بعض فرانی اسفلہم نوراً ساطعاً فقال هذا ابنک احمد هو الاول وهو الآخر وهو اول شافع واول مشفع .

(کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۳۷ رقم: ۳۲۰۵۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو انہیں ان کے بیٹوں پر مطلع فرمایا، وہ ان میں ایک کی دوسرے پر فضیلتیں دیکھا کیے مجھے ان سب کے آخر میں بلند نور (کی صورت میں) دیکھا، عرض کی: الہی! یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ تیرا بیٹا احمد ہے، یہی اوّل ہے اور یہی آخر ہے اور یہی سب سے پہلا شفیع اور یہی سب سے پہلا شفاعت مانا گیا۔

(۲) سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جبریل نے حاضر ہو کر مجھے یوں سلام کیا: ”السلام علیک یا ظاہر السلام علیک یا باطن“ میں نے فرمایا: اے جبریل! یہ صفات تو اللہ عزوجل کی ہیں کہ اسی کو لائق ہیں مجھ سے مخلوق کی کیونکر ہو سکتی ہیں، جبریل

نے عرض کی: اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور کو ان صفات سے فضیلت دی اور تمام انبیاء و مرسلین پر ان سے خصوصیت بخشی، اپنے نام و وصف سے حضور کے نام و وصف مشتق فرمائے۔

وسمّاك بالاول لانك اول الانبياء خلقا وسمّاك بالآخر لانك آخر الانبياء في العصر وخاتم الانبياء الى آخر امم .

(شرح شفاء بحوالہ جامع الاحادیث ج ۵ ص ۵۰۵)

آپ کا نام اول رکھا کہ آپ سب انبیاء سے آفرینش میں مقدم ہیں اور آپ کا نام آخر رکھا کہ آپ سب پیغمبروں سے زمانے میں مؤخر خاتم الانبیاء و نبی امت آخرین ہیں۔

(۳) نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا:

كنت اول النبيين في الخلق و آخرهم في البعث .

(کنز العمال: ۳۲۱۲۶ دلائل النبوت لابی نعیم جلد اول ص ۶، تفسیر درمنثور للسيوطی جلد پنجم ص ۱۸۴ تاریخ

کامل لابن عدی ج ۳، الاسرار المرفوعہ للقاری ص ۲۷۲ البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد ثانی ص ۳۷۲)

میں سب نبیوں سے پہلے پیدا ہوا اور سب کے بعد بھیجا گیا۔

(۴) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

كنت اول الناس في الخلق و آخرهم في البعث .

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد اول ص ۹۶، کنز العمال رقم الحدیث: ۳۱۹۱۶، کامل لابن عدی ج ۳،

جامع الاحادیث جلد پنجم ص ۳۶۷)

میں تمام لوگوں سے پہلے پیدا ہوا اور سب سے آخر میں بھیجا گیا۔

(۵) حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا:

انما بعثت فاتحا وخاتما۔ (جمع الجوامع للسيوطی: ۷۷۷)

میں بھیجا گیا (باب نبوت) کھولتا اور بند کرتا ہوں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

فتح باب نبوت پہ روشن درود

ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اے حبیب!

جعلتك اول النبين خلقا و آخرهم بعثا وجعلتك فاتحا

وخاتما۔ (تفسیر ابن کثیر جلد سوم ص ۲۰)

میں نے تمام نبیوں سے پہلا نبی آپ کو بنایا مگر ان تمام سے آخر میں مبعوث

کیا اور میں نے تجھے ہی افتتاح کرنے والا اور انتہاء کرنے والا بنایا۔

(۳) آیت مبارکہ اولیتِ مصطفویہ

اللہ تعالیٰ جل جلالہ ارشاد فرماتا ہے کہ

قُلْ اِنْ صَلَوَتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ لَا

شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ۝

(پ ۸ الانعام: ۱۶۴-۱۶۳)

”تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا

سب اللہ کے لیے ہے جو رب سارے جہان کا ۝ اس کا کوئی شریک نہیں

مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں ۝“۔

اس آیت مبارکہ میں لفظ ”انا اول المسلمين“، ”ہو الاول“ کے مفہوم کو

واضح کر رہا ہے، مطلب یہ ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اول ہیں اس لیے کہ آپ

تمام مسلمانوں میں سب سے پہلے مسلمان ہیں۔

مفسر بے نظیر محدث شہیر حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں:

معلوم ہوا کہ ساری مخلوق میں سب سے پہلے مؤمن حضور ہیں، حضرت جبریل و میکائیل سے پہلے بھی آپ عابد بلکہ نبی تھے ”اَلَنْتُ بِرَبِّكُمْ“ کے جواب میں سب سے پہلے حضور نے ”بَلٰی“ فرمایا تھا پھر اور انبیاء نے پھر دوسرے لوگوں نے۔

(تفسیر نور العرقان ص ۲۳۸ حاشیہ: ۴)

مجددِ الٰہیہ نواب صدیق الحسن بھوپالوی لکھتے ہیں کہ آپ مخصوص تھے ساتھ اس بات کے کہ اولِ عبیین تھے خلق میں اور آپ کی نبوت متقدم تھی اور آپ اپنی طینت میں منجمل تھے۔

پیش از ہمہ شاہاں غیور آمدہ
ہر چند کہ آخر بظہور آمدہ
ای ختم رسل قرب تو معلوم شد
دیر آمدہ ذرا دور آمدہ

اور سب سے پہلے آپ ہی سے یثاق لیا گیا اور سب سے پہلے آپ ہی نے ”اَلَنْتُ بِرَبِّكُمْ“ کے جواب میں ”بَلٰی“ کہا اور آدم و جمیع مخلوقات آپ کے لیے پیدا ہوئے۔

(حیات وحید الزماں، الشمامہ المعمریہ من مولد خیر البریہ ص ۲۰ آفتابِ نبوت قاری طیب دیوبندی، عطر

الوردہ ص ۱۸ ذوالفقار علی دیوبندی)

چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اول المسلمین ہیں اور تخلیق میں اول ہیں اس لیے فرمایا گیا کہ ”هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ“ شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:
ابو بکر غزنوی دہابی نے نواب صدیق الحسن کو مجید و تسلیم کیا ہے۔
۱۔۔۔۔۔ مولانا داؤد غزنوی دہابی اور مولانا

نکاحِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر

وہی قرآن وہی فرقاں وہی یسین وہی طہ

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ۔

وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ظاہر

ای کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے

اب ان تمام احادیث مبارکہ کی تصدیق ہوگئی جن میں نبی کریم علیہ السلام نے اپنا نور اوّل ہونا بیان فرمایا ہے کہ جبکہ آپ اوّل المسلمین ہیں اور ہوا اوّل کے مصداق ہیں تو سب اشیاء سے پہلے آپ کا وجود نوری ہی ہو سکتا ہے اور وہ نور اوّل مخلوق ہے اس کا بیان انشاء اللہ العزیز احادیث مبارکہ کے باب میں کیا جائے گا۔

(۴) آیت مبارکہ اقرارِ توحید

ارشادِ ربّانی ہے کہ

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلٰی شَهِدْنَا .

”کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے کہا: کیوں نہیں! ہم نے گواہی

دی۔“

تمام مفسرین کرام کا اتفاق ہے کہ

اَوَّلُ مَنْ قَالَ بَلٰی فَهُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

(حوالہات گزر چکے ہیں)

سب سے پہلے جس نے بلیٰ کہا وہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

گویا کہ یہ آیت مبارکہ ”اَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ“ کی اور ”هُوَ الْاَوَّلُ“ کی توضیح و

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ

كان محمد صلى الله عليه وسلم اَوَّلُ مَنْ قَالَ بَلٰی . (المخاض الكبرئى ج ۱ ص ۱۱)

مولوی اشرف علی تھانوی نے نثر الطیب ص ۹ پر یہ حدیث درج کی ہے۔

تائید بن گئی اور یہ ثابت ہو گیا کہ حضور علیہ السلام اول مؤمن ہیں اس لیے کہ وہ تخلیق میں اول ہیں جیسا کہ حدیث مبارکہ میں وارد ہے کہ ”اول ما خلق اللہ نوری“ اس کا عنقریب انشاء اللہ العزیز بیان کیا جائے گا اس حدیث مبارکہ کو اکابرین وہابیہ و دیابنہ نے اپنی اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے..... گویا کہ ۔

تیرے ہی مطلب کی کہہ رہا ہوں زبان میری ہے بات تیری
تیری ہی محفل سنوارتا ہوں چراغ میرا ہے رات تیری

اور ۔

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

(۵) آیت مبارکہ میثاق

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّنَ لَمَا آتَيْنَاكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ .

(پ ۳ آل عمران ۸۱)

”اور یاد کیجئے جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا۔“

مصدق اور مصدق

مندرجہ بالا آیت کریمہ میں لفظ ”مُصَدِّقٌ“ اہل علم کو بار بار دعوتِ فکر دے رہا ہے کہ ذرا غور کیجئے یہ لفظ جس کا مصدر ”تصدیق“ ہے اس سے اسم فاعل ہے جس کا معنی ہے: تصدیق کرنے والا اور جس کی تصدیق ہوئی وہ ہے اسم مفعول یعنی ”مصدق“۔

مصدق پہلے ہوتا ہے

قاعدہ یہ ہے کہ ”مصدق“ پہلے ہوتا ہے اور ”مصدق“ بعد میں مثال کے طور پر میں یہ کہوں کہ

”میں تصدیق کرتا ہوں زید عالم ہے۔“

تو اگر میں زید سے پہلے ہوں گا تو زید کی تصدیق کروں گا اور اگر زید مجھ سے پہلے ہے میں بعد میں تو میں زید کی تصدیق کیونکر کروں گا۔

آیت کریمہ میں فرمایا گیا: اے گروہ انبیاء! یہ رسول اعظم تم سب کی رسالتوں اور نبوتوں اور کتابوں و صحائف کی تصدیق فرمائے گا تو اگر میرے آقا ان تمام انبیاء و رسل سے پہلے ہوں گے تو جی بھی ان کی تصدیق فرمائیں گے اسی لیے فرمایا کہ

كنت نبيا و آدم بين الماء والطين و آدم بين الروح والجسد . (ترمذی مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

میں اس وقت بھی نبی تھا کہ آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے روح و جسد کے درمیان تھے۔

اور فرمایا کہ

كنت اول النبيين في الخلق و آخرهم في البعث .

میں تمام انبیاء سے خلقت میں اول اور بعثت میں آخر ہوں۔

انشاء اللہ آئندہ اوراق میں یہ احادیث مکمل حوالجات و توضیحات کے ساتھ بیان کی جائیں گی فی الحال تو آیت کریمہ میں لفظ ”مصدقاً“ کی تفہیم مقصود ہے کہ

ع شاید کہ اتر جائے ترے دل میں مری بات

آیت کریمہ مندرجہ بالا میں یہ الفاظ بھی اولیتِ مصطفیٰ کو ثابت کر رہے ہیں کہ

لَتُؤْمِنَنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ .

تم البتہ ضرور ایمان پر ایمان لانا اور البتہ ضرور بالضرور ان کی مدد کرنا۔

اب اگر ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے پہلے نہ ہو تو ان پر ایمان لانا کیسا اور ان کی مدد کرنا کیسا؟ ایمان مفصل میں ہر مسلمان یہ اقرار کرتا ہے کہ

امنت باللہ وملئکتہ وکتابہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ
وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت .

میں ایمان لایا اللہ تعالیٰ اس کے ملائکہ اس کی کتابوں اس کے رسولوں اس کی طرف سے اچھی بُری تقدیر پر اور موت کے بعد پھر دوبارہ اٹھائے جانے پر۔

تو اب ذاتِ باری ملائکہ کتابیں رسل عظام اور اچھی بُری تقدیر کا وجود پہلے ہے تو ان پر ایمان لایا جائے گا بصورتِ دیگر تو ایمان لانے کا تصور بھی محال ہوگا بالکل اسی طرح عالمِ ارواح میں میرے آقا پر ایمان لانے کا وعدہ تمام انبیاء سے لیا جا رہا ہے اور تمام انبیاء نے شبِ معراج آپ کے پیچھے نماز پڑھ کر اس کا ثبوت بھی فراہم فرمایا تو اس سے ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام پہلے سے موجود تھے..... موجود تھے تو ان کے پاس تشریف لائے۔

ہمہ انبیاء در پناہ تواند
مقیم در بارگاہ تواند
تو بدر منیری ہمہ اخترند
تو سلطان ملکی ہمہ لشکرند

یہی وجہ تھی کہ حضور سے قبل آخری نبی حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی آمد کی بشارت دی۔

(۶) بشارتِ عیسیٰ علیہ السلام

ارشاد فرمایا:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ . (پ ۲۸ القف: ۶)

”اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔“

آتا وہی ہے جو پہلے موجود ہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آنے کی بشارت دی معلوم ہوا حضور پہلے موجود تھے۔

مبشّر اور مبشّر

آیت کریمہ میں لفظ ”مبشّر“ پر غور کیجئے یہ بھی اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کا معنی ہے: خوشخبری دینے والا اور جس کی خوشخبری دی گئی وہ ہے ”مبشّر“ (اسم مفعول) ظاہر ہے خوشخبری دینے والا یعنی مبشر بعد میں ہوگا اور جس کی خوشخبری دی جائے گی یعنی مبشر وہ پہلے ہوگا مثال کے طور پر میں ایسے کہوں کہ

لوگو! میں تمہیں زید کے آنے کی خوشخبری دیتا ہوں۔

تو زید پہلے موجود ہوگا تو آئے گا جی تو اس کے آنے کی بشارت درست ہوگی بالکل اسی طرح نبی کریم علیہ السلام پہلے موجود تھے تو آپ کی تشریف آوری کی خوشخبری دی گئی اسی لیے میرے آقا نے فرمایا:

انا دعوة ابی ابراہیم وبشارة عیسیٰ . (مکتوۃ شریف ص ۵۱۳)
میں اپنے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کی دعا کا ثمر اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا مصداق ہوں۔

لفظ ”یأتی“ پر غور کریں!

اسی طرح آیت کریمہ میں لفظ ”یأتی“ بھی اولیت مصطفویہ کو ظاہر کر رہا ہے کیونکہ آتا وہی ہے جو پہلے موجود ہو مثلاً کسی عالم دین کا اعلان ہوا کہ فلاں علامہ صاحب آج رات خطاب فرمائیں گے۔

تو وہ علامہ صاحب خطاب کے لیے جی آئیں گے جبکہ پہلے زندہ موجود ہوں گے

اگر ان کا وجود ہی نہیں ہوگا تو اعلان باطل اور کذب بیانی پر مبنی ہوگا اسی طرح ”یاتی“ وہ آئیں گے سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام پہلے سے موجود اور زندہ ہیں بصورت دیگر آمد کا اعلان معاذ اللہ تعالیٰ باطل اور کذب بیانی پر محمول ہوگا اور انبیاء جھوٹ سے پاک ہوتے ہیں وہ کبھی بھی جھوٹ نہیں بولا کرتے کیونکہ اگر معاذ اللہ ان سے جھوٹ سرزد ہو تو سارے کا سارا دین ہی مشکوک ہو جائے گا اور ایسا ہو نہیں سکتا ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا اعلان جب ہی مبنی بر صداقت ثابت ہوگا جبکہ حضور علیہ السلام پہلے سے موجود ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے جب بھی ذکر آمد محبوب فرمایا تو ایسے ہی الفاظ ارشاد فرمائے مثلاً:

(۷) قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ. (پ ۶ المائدہ: ۱۵)

”تحقیق تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آ گیا۔“

پہلے موجود تھا تو آیا۔

(۸) اسی طرح فرمایا:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى. (پ ۱۰ التوبہ: ۳۳)

”وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا۔“

پہلے کہیں موجود تھا تو بھیجا۔

(۹) ایسے ہی ارشاد فرمایا:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا. (پ ۱۸ الجمعہ: ۲)

”وہی ہے جس نے اُمیوں میں رسول مبعوث فرمایا۔“

پہلے موجود تھا تو مبعوث فرمایا۔

یہ تمام نصوصات قطعیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیت پر دلالت کرتی ہیں ان کے مقابلہ میں صرف بخاری شریف کی روایات کا مطالبہ کرنا اور ان آیات مبارکہ سے اغماض برتنا اور تسامح سے کام لینا صرف جہالت ہی نہیں بلکہ انکارِ قرآن کے

مترادف بھی ہے اور قانونِ محدثین کے خلاف ہے کیونکہ قرآن کریم کے مقابلہ میں صرف حدیث مشہورہ ہی پیش کی جاسکتی ہے دیگر تمام اقسام حدیث نص قطعی یعنی آیاتِ قرآنی کے مقابل پیش نہیں کی جاسکتیں اگر وہابیہ اس اصول سے واقف ہیں تو انہیں بخاری سے ان آیات کے مقابل دلائل کا مطالبہ نہیں کرنا چاہیے۔

تمہارا قانون محتاجِ دلیل اور محلِ نظر ہے

مخالفین و معترضین کا یہ کہنا کہ ہم صرف بخاری ہی کو مانتے ہیں کیونکہ قرآن کے بعد بخاری ہی کا درجہ ہے خود محتاجِ دلیل اور محلِ نظر ہے کیونکہ
 اولاً: بخاری کا درجہ قرآن کے بعد ہے لہذا پہلے قرآن سے دلائل لو۔
 ثانیاً: بخاری کا اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہونا قرآن کی کس آیت سے ثابت ہے وہ آیت پیش کرو۔

ثالثاً: اگر قرآن سے ثابت نہیں تو بخاری کی ہی کسی روایت سے ثابت کرو۔
 رابعاً: اگر بخاری میں نہیں تو حدیث کی کسی کتاب سے ثابت کرو۔
 خامساً: اگر کسی صحیح سے نہیں تو ضعیف روایت سے ہی ثابت کرو۔
 سادساً: اگر قرآن و حدیث سے ثابت نہیں تو کسی صحابی کے قول سے ہی ثابت کرو۔
 سابعاً: اگر کسی صحابی کے قول سے ثابت نہیں تو کسی تابعی کے فتویٰ سے ثابت کرو۔
 ثامناً: اگر قرآن و حدیث و صحابہ کے قول یا تابعی کے فتویٰ سے ثابت نہیں تو کیا یہ قانون بدعت ہے کہ نہیں؟

تاسعاً: اگر بدعت نہیں تو دلیل دو اگر ہے تو کون سی بدعت ہے؟
 عاشراً: اگر بدعت سیئہ ہے تو چھوڑ دو اگر حسنہ ہے تو باقی بدعاتِ حسن کو بھی قبول کرو۔
 تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ

تم اہل سنت کے معمولاتِ حسنہ کی مخالفت کا ڈھنڈورا صرف یہ کہہ کے پیٹتے ہو کہ یہ حضور کے دور میں نہیں تھے بتاؤ! کیا بخاری حضور علیہ السلام کے دور میں تھی؟

اگر نہیں تھی اور یقیناً نہیں تھی تو پھر یہ ترجیح بلا مرجح کیوں؟ دیگر کتب احادیث سے اعراض کر۔۔۔ سے؟ کیا اگر کوئی حدیث بخاری میں نہیں لیکن دیگر کتب احادیث میں ہے تو اسے تسلیم نہیں کیا جائے گا؟

پوری ذریت وہابیہ سے سوال

میں پوری ذریت وہابیہ کو سوال کرتا ہوں کہ ایک ایسی حدیث جو کہ بخاری ہی کیا مسلم، ترمذی، نسائی اور ابوداؤد میں بھی نہیں ہے، صرف ابن ماجہ میں ہے کہ مزدوری کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو۔ (ابن ماجہ) تو کیا اس حدیث مبارک کا انکار کرو گے؟ کرنا بھی چاہو تو نہیں کر سکو گے ورنہ مزدور تمہارا کچھ مر نکال کر رکھ دیں گے۔

تو اگر بخاری کے علاوہ کسی کتاب میں (ابن ماجہ میں) حدیث ہے بخاری و دیگر صحاح کی کتب میں نہیں ہے اور وہابیو! تم اس کو مان رہے ہو تو پھر کیا یہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عداوت کا اظہار نہیں کہ حضور کی شان کی بات آئے تو صرف بخاری بخاری کی رٹ لگاتے ہو دوسری کتب احادیث کو تسلیم نہیں کرتے۔

ہمارے نزدیک آقائے نامدار علیہ السلام کی شان حدیث کی جس بھی کتاب میں ہو وہ قابلِ حجت ہے اور لائق تسلیم ہے یہ تو کتب احادیث کی بات ہے ہمارے آقا و مولیٰ بانی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ یار غار مصطفیٰ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ سبق دیا ہے کہ میرے آقا کی شان و عظمت کی بات اگر ابو جہل بھی کرے تو تسلیم کر لو، کیا تم نے یہ واقعہ پڑھایا سنا نہیں کہ ابو جہل لعین نے کہا:

اے ابو بکر! اگر کوئی کہے کہ میں آن کی آن میں رب سے ملاقات بھی کر آیا ہوں تو تم تسلیم کر لو گے؟ فرمایا: جتنا! کہنے والا کون ہے؟ اس نے کہا: وہی تیرا یا رکھتا ہے تو میرے آقا صدیق اکبر نے یہ نہیں دیکھا کہ روایت کرنے والا ابو جہل ہے بلکہ یہ دیکھا کہ بات میرے محبوب کی عظمت و شان کی ہے تو فرمایا:

لئن قال لصدق۔ (الریاض النضرہ ج ۱ ص)

اگر انہوں نے فرمایا ہے تو یقیناً سچ فرمایا ہے۔

اس لیے ہم تو اپنے نبی کی شان جس کتاب سے بھی ملے گی اسے تسلیم کریں گے اور عین ایمان سمجھیں گے، بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ کے نور سے تخلیق کے عقیدہ سے گھبراتے ہیں اور اسے شرکیہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس کی آنکھیں، کان، ناک دیگر اعضاء ہمارے جیسے ہوں وہ ہمارے جیسا بشر ہے نور نہیں ہو سکتا، اس کو نور ماننا عقیدہ ضالہ ہے، معاذ اللہ! تو کیا ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ پر یقین نہیں ہے؟

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے جس طرح چاہے پیدا کرے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۖ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (پ ۶ المائدہ: ۱۷)

”جو چاہتا ہے پیدا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چاہت پر قادر ہے۔“

اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کو پتھر سے پیدا فرمایا اور اسے ناقۃ اللہ (اللہ کی اونٹنی) قرار دیا۔ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو بغیر والدین کے مٹی سے پیدا فرمایا اور اپنا خلیفہ قرار دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے حضرت جبریل امین کی پھونک کے وسیلہ سے پیدا فرمایا اور انہیں روح اللہ و کلمۃ اللہ قرار دیا، یہ سب اللہ تعالیٰ کے حسن تخلیق کا شاہکار ہیں کہ وہ قادر مطلق ہے جیسے چاہے تخلیق فرمائے۔

فرشتے نور سے پیدا ہوئے اور جن آگ سے

(۱) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا:

خَلَقْتُ الْمَلَائِكَةَ مِنْ نُّورٍ وَخَلَقْتُ الْجَانَّ مِنْ نَارٍ۔

(مسلم شریف کتاب الزہد ص ۶۰، مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۱۵۳، السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۹ ص ۳، مجمع

الروائع ج ۸ ص ۱۳۳، تفسیر درمنثور للسیوطی ج ۶ ص ۶۳، البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۱ ص ۵۵۳، تاریخ دمشق لابن

عساکر ج ۲ ص ۳۴۳، کنز العمال رقم الحدیث: ۱۵۱۵۶۔ ج ۶ ص ۱۳۶، المصنف لعبد الرزاق ج ۱۱ ص ۴۴۵)
تمام فرشتے نور سے پیدا کیے گئے اور تمام جن آگ سے۔

روح ایک عظیم فرشتہ ہے

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:
الروح ملك من الملائكة ما خلق الله مخلوقاً اعظم منه فاذا
كان يوم القيامة قام وحده صفاً. (تفسیر بغوی ج ۵ ص ۵۱۳)
روح نامی ایک فرشتہ ہے فرشتوں میں سے اللہ تعالیٰ نے اس سے بڑی کوئی
دوسری مخلوق نہیں بنائی، جب قیامت کا دن ہوگا تو یہ فرشتہ اتنا ایک صف میں
کھڑا ہوگا۔

۱..... اسی روح نامی فرشتہ (حضرت جبریل علیہ السلام) کو اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے پاس بھیجا تو پورا پورا مثل
بشر بنا کر اس کی دو آنکھیں، کان، ناک وغیرہ سب کچھ ہمارے ہی جیسے تھے، سورہ مریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
کہ

فَاَرْسَلْنَا اِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ (پ ۱۶ مریم: ۱۷)

”تو اس (مریم) کی طرف ہم نے اپنا روحانی (فرشتہ) بھیجا وہ اس کے سامنے ایک تندرست
آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا۔“

اب یہ روح یعنی فرشتوں کے سردار حضرت جبریل علیہ السلام انسانی صورت میں تشریف لائے تو آج تک
کسی وہابی کو جرات نہیں ہوئی کہ وہ کہے کہ یہ بھی ہماری طرح کے بشر ہیں تو نہیں ہیں کیونکہ جب حضرت مریم سلام
اللہ علیہا کے پاس آئے تو بالکل ہماری طرح ہی ان کے ہاتھ پاؤں آنکھیں، کان، ناک، منہ وغیرہ تھے، لہذا وہ نور
نہیں ہیں، اگر ان کو نور کہو گے تو شرک ہو جائے گا۔

ایسے ہی صحاح ستہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت موجود ہے کہ ہم سرکار علیہ السلام کی بارگاہ بے
کس پناہ میں حاضر تھے کہ

اذ طلع رجل شديد بياض الثياب وشديد مواء الشعاع لا يرى عليه آثار السفر

الخ. (بخاری، مسلم، مشکوٰۃ شریف ص ۱۱)

اچانک ایک شخص نمودار ہوا انتہائی سفید لباس اور سیاہ بالوں والا اس پر کوئی سفر کے آثار دکھائی نہ

(باقی ماثلاً کے ساتھ)

(۳) حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے) دیتے تھے اٹخ۔

اس نے سوالات و جوابات کیے جب وہ واپس ہوئے تو انہیں ہرکار نے فرمایا: اے عمر! اتدري من السائل۔

جانتے ہو سوالات کرنے والا کون تھا؟

عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں! تو ارشاد فرمایا:

هو جبريل اناکم بعلمکم دینکم۔ (مشکوٰۃ ص ۱۱)

یہ جبریل تھے تمہیں تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

اسی طرح صحاح میں ایک روایت موجود ہے کہ بنی اسرائیلوں کے ایک شخص نے ایک سوا فراد کو قتل کیا تو اپنی توبہ کے لیے اہل اللہ کی بستی کی طرف چلا تو فوت ہو گیا اس کی روح لے جانے کے لیے جنت و دوزخ کے ملائکہ آئے جب دونوں اسے لے جانے کے لیے جھگڑنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے ایک فرشتہ بھیجا۔ بخاری و مسلم و مشکوٰۃ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ

جاء ملك في صورة الآدمي، فتأهم ملك في صورة آدمي۔

(بخاری شریف ج ۱ ص ۴۹۴)

وہ فرشتہ آدمی کی صورت میں آیا۔

یعنی جس طرح آدمی کے ہاتھ پاؤں آنکھیں کان ناک وغیرہ ہوتے ہیں اسی طرح اس کے بھی ہاتھ پاؤں آنکھیں کان ناک وغیرہ تھے اس نے ان کا فیصلہ کیا۔

آج تک کسی دہابی ملاں نے فتویٰ نہیں دیا کہ وہ فرشتہ ہمارے جیسا بشر تھا اگر اسے نور کہو گے تو مشرک ہو جاؤ گے اور نہ ہی اس کی نورانیت کا کسی نے انکار کیا ہے۔

نبی کریم علیہ السلام لباسِ بشری میں جلوہ گر ہوئے تو ہر دہابی نے یہ راگ الاپا کہ

اوپرے دی دو ہتھ تے میرے دی دو ای آ

اوپرے دی دیاہ ہویا تے میرا دی ہویا دا

فرق کوئی دی ناہیں۔

سوائے اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ

ع شرم تم کو مگر نہیں آتی

ان فی الجنة لنهر لما یدخله جبرئیل دخلة فیخرج فینتفض
الا خلق الله من کل قطرة تقطر منه ملکا ۔

(تفسیر درمنثور ج ۱ ص ۹۳، اللالی المصنوعہ للسیوطی ج ۱ ص ۴۸)

بے شک جنت میں ایک نہر ہے حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام جب
اس میں جا کر باہر آتے ہیں اور اپنے پر جھاڑتے ہیں تو جتنی بوندیں ان کے
نوری پروں سے گرتی ہیں اللہ تعالیٰ ہر بوند سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے۔
غور طلب امر یہ ہے کہ حضرت جبریل کے نوری غسل کی نوری بوندوں سے فرشتے
پیدا ہوں تو ان کے نور میں سرمو کی واقع نہیں ہوتی تو اللہ تعالیٰ کے نور سے جناب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تخلیق ہوں تو نور اللہ میں کی کیوں واقع ہوتی ہے؟

ع بدیں عقل و دانش ببايد گريست

حضرت جبریل امین علیہ السلام کے غسل نوری کے نوری قطروں سے فرشتے پیدا ہو
سکتے ہیں تو جس کے نور سے خود جبریل تخلیق ہوئے ہوں اس نور اعظم سے تمام مخلوق پیدا
ہو تو شرک کیوں ہو جاتا ہے؟ جیسا کہ خود اس منبع نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انا من نور الله وکل الخلاق من نوری ۔ (مدارج النبوت جلد دوم ص ۶۱۰)

میں نور اللہ سے ہوں اور تمام مخلوقات میرے نور سے ہے۔

(۴) بعض صحابہ کرام علیہم الرضوان ۔ ے روایت ہے کہ رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا:

ان لله ملئكة ترعد فرائضهم من خيفته ما منهم ملك تقطر

منه دمة الا وقعت ملکا قائما يسبح ۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۸ ص ۲۹۷ تاریخ بغداد للخطیب بغدادی ج ۱ ص ۳۰۷ اتحاف السادة للزبيدي ج ۹

ص ۱۲۶ کنز العمال رقم الحديث: ۲۹۸۳۶ - ج ۱۰ ص ۳۶۶)

اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں کہ خوفِ خدا سے ان کا بند بند لرزتا ہے ان میں

سے جس فرشتہ کی آنکھ سے جو آنسو ٹپکتا ہے وہ گرتے گرتے فرشتہ بن جاتا ہے کہ کھڑا ہو کر رب العزت جل جلالہ کی تسبیح کرتا ہے۔
(۵) حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

لا تقطر عين ملك منهم الا كانت ملكا يطير من خشية الله .

(کتاب الثواب لابن الاثیر)

ان فرشتوں میں سے جس کی آنکھ سے کوئی بوند ٹپکتی ہے وہ ایک فرشتہ بن کر خوفِ خدا سے اڑ جاتی ہے۔

(۶) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ

الروح ملك اعظم من السموات ومن الجبال ومن الملكة وهو في السماء الرابعة يسبح كل يوم اثني عشر الف تسبيحة يخلق الله من كل تسبيحة ملكا يجيء يوم القيامة صفا وحده . (تفسیر بغوی ج ۵ ص ۵۱۳)

روح ایک سب سے بڑا فرشتہ ہے آسمان و زمین، جبال و ملائکہ سب سے اس کا مقام چوتھے آسمان میں ہے روزانہ بارہ ہزار تسبیحات پڑھتا ہے ہر تسبیح سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے یہ روح نامی فرشتہ بروز قیامت اکیلا ایک صف ہوگا اور باقی تمام فرشتوں کی ایک صف ہوگی۔

توجہ فرمائیے!

اگر فرشتہ کی تسبیح کے فیض سے فرشتہ پیدا ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نور کے فیض سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیوں تخلیق نہیں ہو سکتے؟ حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی فرماتے ہیں:

تو اصل وجود آدمی از نخست
دگر برچہ موجود او فرع تست

(۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِي السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ لَنَهْرٍ يُقَالُ لَهُ الْحَيَوَانُ يَدْخُلُهُ الْجِبْرِائِيلُ كُلَّ يَوْمٍ فَيَنْغَمِسُ فِيهِ أَنْغَمَاسَهُ مِنْهُ يَخْرُجُ فَيَنْتَفِضُ انْتِفَاضَةً فَيَخْرُجُ عَنْهُ سَبْعُونَ أَلْفَ قَطْرَةٍ يَخْلُقُ اللَّهُ مِنْ كُلِّ قَطْرَةٍ مَلَكًا هُمْ الَّذِينَ يُؤْمَرُونَ أَنْ يَأْتُوا الْبَيْتَ الْمَعْمُورَ فَيَصْلُوا فَيَفْعَلُونَ ثُمَّ يَخْرُجُونَ فَلَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ أَبَدًا وَيُولَى عَلَيْهِمْ أَحَدُهُمْ ثُمَّ يُؤْمَرُ أَنْ يَقِفَ بِهِمْ فِي السَّمَاءِ مَوْقِفًا يَسْبَحُونَ اللَّهَ إِلَى أَنْ تَقُومَ السَّاعَةُ .

(تفسیر درمنثور ج ۶ ص ۷۱۷ تفسیر ابن کثیر ج ۷ ص ۴۰۴)

چوتھے آسمان میں ایک نہر ہے جسے نہر حیات کہتے ہیں جبریل علیہ السلام ہر روز اس میں ایک غوطہ لگا کر پر جھاڑتے ہیں جس سے ستر ہزار قطرات جھڑتے ہیں اللہ تعالیٰ ہر قطرہ سے ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے انہیں حکم دیا جاتا ہے کہ بیت المعمور میں جا کر نماز پڑھیں جب نماز پڑھ کر نکلتے ہیں پھر اس میں کبھی نہیں جاتے ان میں سے ایک کو ان پر افسر بنا کر حکم فرمایا جاتا ہے کہ آسمان میں انہیں ایک جگہ لے کر کھڑے ہو جاؤ وہ وہاں قیامت تک تسبیح الہی میں مشغول رہیں گے۔

(۸) حضرت علاء بن ہارون رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَجِبْرِائِيلَ كُلَّ يَوْمٍ أَنْغَمَاسٌ فِي الْكُوْثَرِ ثُمَّ يَنْتَفِضُ فَكُلُّ قَطْرَةٍ يَخْلُقُ مِنْهَا مَلَكٌ . (کتاب الثواب لابن شیخ بحوالہ جامع الاحادیث جلد پنجم ص ۶۳۷)

حضرت جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والسلام روزانہ کوثر میں ایک غوطہ لگا کر پر

جھاڑتے ہیں تو ہر قطرہ سے ایک فرشتہ پیدا کیا جاتا ہے۔

(۹) حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

خلقت الملكة من نور العزة .

(کتاب الثواب لابن الشیخ بحوالہ جامع الاحادیث جلد پنجم ص ۶۳۹)

فرشتے نور عزت سے پیدا کیے گئے ہیں۔

فرمائیے وہابی صاحب! نور عزت کم تو نہیں ہو گیا؟ اگر نہیں ہوا تو نور مصطفویہ کو نور

خدا سے مخلوق ماننے سے نور خدا کیوں کم ہو جاتا ہے؟

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اور

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

(۱۰) حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

بلغنی ان الملائكة روح خلقت من روح الله . (کتاب الثواب ایضاً)

مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ فرشتے روح ہیں جو روح ربانی سے پیدا کیے گئے

ہیں۔

اگر فرشتے روح اللہ سے پیدا ہو سکتے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی نور اللہ سے

پیدا ہو سکتے ہیں۔

مصطفیٰ کے نور میں ہے ذات باری جلوہ گر

مصطفیٰ کا نور یوں کہیے خدا کا نور ہے

اور

نور نے گھلایا بنا کے نورِ نون خیر البشر
رحمۃ للعلمین دا لقب پایا نور نے

مندرجہ بالا دس احادیث مبارکہ سے فرموداتِ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی
تصدیق و تائید ہوگئی کہ

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میرا نور پیدا فرمایا..... اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ
نُورِی..... اور

یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ .
اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور
سے پیدا فرمایا۔

ذاتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء مرکز نور، منبع نور، مہبط نور، محور نور، مصدر نور ہے اور
ذاتِ باری تعالیٰ کے نور سے خلق کی گئی ہے، باقی ساری مخلوقات اس مصدر نور سے پیدا کی
گئی ہے۔

شجر الیقین

صاحب جامع المعجزات علامہ الشیخ محمد الواعظ الرھاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں
کہ

آثار میں منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چار ٹہنیوں والا ایک خوبصورت درخت پیدا
فرمایا جس کا نام شجر الیقین ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس درخت پر نورِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو
ایک طاؤس کی صورت میں بٹھا دیا تو طاؤس نے وہاں ستر ہزار برس اللہ کی تسبیح بیان کی،
اس کے بعد اللہ نے آئینہ حیا بنا کر طاؤس کے مقابل رکھا، اپنے حسن و جمال کو دیکھ کر
طاؤس نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پانچ سجدے کیے جو فرض قرار پائے۔ یہی وجہ
ہے کہ اللہ نے حضور علیہ السلام کی امت پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض ٹھہرائیں۔

پھر طاؤس (نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر جب اللہ نے رحمت کی نگاہ ڈالی تو وہ شرم و حیا کے پسینہ سے شرابور ہو گیا۔

☆ اس نور کے سر مبارک کا پسینہ لے کر اللہ نے تمام ملائکہ پیدا فرمائے۔

☆ چہرہ انور کے پسینہ سے عرش، کرۃ النوح، قلم، سورج، چاند، حجاباتِ نور، کواکب اور عجائباتِ عالم بنائے گئے۔

☆ سینہ بے کینہ کے پسینہ سے انبیاء و مرسلین، علماء و کالمین اور شہداء و صالحین کی پاکیزہ روحوں کو پیدا کیا۔

☆ پشتِ مبارک کے پسینہ سے بیت المعمور، کعبہ بیت المقدس اور کائنات بھر کی سجدہ گاہیں تخلیق کی گئیں۔

☆ ابروئے پاک کے پسینہ سے مؤمنین و مؤمنات اور مسلمین و مسلمات پیدا ہوئے۔

☆ قدمانِ مبارک کے پسینہ سے مشرق و مغرب، شمال و جنوب اور معدنیات و عجائبات پیدا فرما کر اللہ نے فرمایا:

”میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نور! چاروں طرف دیکھو۔“

آپ نے چاروں طرف دیکھا تو نور ہی نور نظر آیا، یہ جلوے صدیق اکبر، فاروق اعظم، عثمان غنی اور حیدر کرار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے انوار کے تھے۔

آپ کا نور اس کیفیت میں ستر ہزار برس تک اللہ کی تسبیح کرتا رہا۔

اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کی ارواح کو جب نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیدا فرمایا تو

تمام انبیاء کی ارواح نے یک زبان کہا:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ .

پھر اللہ نے عقیق احمر سے ایک قندیل بنائی اور نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صورتِ دنیوی

میں ڈھال کر قندیل میں رکھا۔

تذیل میں آپ اس طرح کھڑے رہے جس طرح نماز میں قیام ہوتا ہے تمام ارواح تذیل کا طواف کرنے لگیں، روحوں کا یہ طواف ایک ہزار برس تک جاری رہا۔ پھر اللہ نے ارواح کو حکم فرمایا کہ میرے محبوب کو دیکھو، روحوں نے تعمیل کی، ارواح میں سے جس جس نے

☆ سراقہ کو دیکھا وہ دنیا میں سلطان اور فرماں روا بن گیا۔

☆ ابروئے مبارک کو دیکھا وہ امیر عادل بن گیا۔

☆ آنکھ مبارک کو دیکھا وہ وسیع النظر اور کشادہ ظرف بن گیا۔

☆ پیشانی پر نگاہ ڈالی وہ نقاش بن گیا۔

☆ گوش مبارک کو دیکھا وہ مقبول فی الانام ہو گیا۔

☆ سینہ بے کینہ کو دیکھا وہ دانا و احسان کرنے والا بن گیا۔

☆ ناک مبارک کو دیکھا وہ طیب و عطار ہوا۔

☆ ہونٹ مبارک کو دیکھا وہ وزیر بن گیا۔

☆ دہن شریف کو دیکھا وہ روزہ دار بن گیا۔

☆ دانتوں کی زیارت کی وہ حسین و جمیل ہوا۔

☆ زبان مبارک دیکھی وہ بادشاہوں کا سفیر ہوا۔

☆ حلق انور کو دیکھا وہ داعظ ناصح اور مؤذن بن گیا۔

☆ ریش مبارک کی زیارت کی وہ مجاہد فی سبیل اللہ ہوا۔

☆ گردن مبارک کو دیکھا وہ تاجر ہو گیا۔

☆ دست مبارک کو دیکھا وہ نجی بن گیا۔

☆ انگشت مبارک دیکھیں وہ خطاط اور خوشنویس ہوا۔

☆ شکم انور پر نگاہ ڈالی وہ صابر اور قناعت پیشہ بن گیا۔

☆ کندھوں کو دیکھا وہ عابد و زاہد بن گیا۔

☆ پاؤں مبارک دیکھے وہ مہاجر فی سبیل اللہ بن گیا۔

☆ ناخن مبارک دیکھے وہ قاضی، مفتی، بانج بن گیا۔

لیکن جن روحوں نے آپ کو بالکل نہ دیکھا وہ یہودی، نصرانی، مجوسی اور فراعنہ ہوئے، حقیقت حال کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے ”جامع الدرر“ میں اسی طرح منقول ہے۔

(جامع المعجزات اردو ص ۱۲ تا ۱۰ مطبوعہ لاہور)



احادیث مبارکہ.....

اولیت نورِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء

(۱) نبی مکرم ہاری عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اول ما خلق اللہ نوری .

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔

حوالہات: (۱) تفسیر نیشاپوری ج ۸ ص ۵۵ (۲) تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۵۴۸ (۳) فتاویٰ فیض الرسول

ص ۲۷ (۴) تفسیر عرائس البیان ج ۱ ص ۲۳۸ (۵) تفسیر حسینی فارسی ص ۱۴۰ (۶) زرقانی شریف ج ۱ ص ۳۷

(۷) مدارج النبوت فارسی ج ۲ ص ۲ (۸) بیان السیاد النبوی لابن الجوزی ص ۲۴ (۹) مطالع المسرات للنقاسی

۱..... مطالع المسرات میں علامہ نقاسی نے یوں حدیث نقل کی ہے کہ

قد قال الاشعری انه تعالى نور الیس کالانوار والروح النبویة القدسیة من لمعة

نوره والملائكة شرر تلك الانوار وقال صلی اللہ علیہ وسلم اول ما خلق اللہ

نوری ومن نوری خلق کل شیء .

سیدنا ابوالحسن اشعری قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نور ہے نہ اور نوروں کی طرح اور نبی اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس اسی نور کی تابش ہے اور فرشتے ان نوروں کے پھول ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرماتے ہیں: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور بنایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔ (فتاویٰ فیض

الرسول ص ۲۹ مطبوعہ شبیر برادرزلا ہور) جلد پنجم ص ۳۶۷ مطبوعہ شبیر برادرزلا ہور

دہابیوں دیوبندیوں کے مسلمہ پیشوا مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنے فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۵۷ مطبوعہ کراچی

میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ حدیثیں (یعنی اول ما خلق اللہ نوری اور لولاک لما خلقت

الافلاک) کتب صحاح میں موجود نہیں ہیں مگر شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ نے اول ما خلق اللہ نوری کو نقل کیا

ہے کہ اس کی کچھ اصل ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم! بندہ رشید احمد گنگوہی۔ (بحوالہ فتاویٰ فیض الرسول ص ۲۹ مطبوعہ شبیر برادرزلا ہور)

ص ۷۲ (۱۰) شرح قصیدہ انالی ص ۳۵ (۱۱) معارج النبوت ج ۱ ص ۳۳۱ رکن اوّل
دیوبندی کتب: (۱۲) عطر الوردہ شرح قصیدہ بردہ مولوی ذوالفقار علی دیوبندی ص ۲۴ (۱۳) اشہاب
الثاقب ص ۴۷ (۱۴) فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۷۸ (۱۵) نشر الطیب مولوی اشرف علی تھانوی ص
وہابی کتب: (۱۶) یک روزی مولوی اسماعیل دہلوی ص (۱۷) اکرام محمدی ص ۲۶۸-۲۶۹ (۱۸) لغات
الحديث ج ۴ ص ۲۲۲ نواب وحید الزماں اہل حدیث (۱۹) احسن المواعظ ص ۲ مولوی محمد ابراہیم دہلوی مطبوعہ
کتب خانہ رشیدیہ دہلی علاوہ ازیں (۲۰) المواہب اللدنیہ ص (۲۱) تاریخ الخمیس ص
(۲۲) تاریخ الخمیس الجلیل ص

(۲۳) مولوی مصصام وہابی اپنی سی حرفی میں رقمطراز ہیں کہ
کاف کن دیاں منزناں پہلیاں سن جدوں میرے نبی دی لوئی ہوئی سی
رب لکھ چھڈ یا ختم مرسلاں دا، مٹی آدم دی اے نہ گوئی ہوئی سی
مصصام اوس مردہ زمین دے بھاگ جاگئے جہڑی مدتوں پہلوں دی موئی ہوئی سی
(۲) حدیث جابر رضی اللہ عنہ

عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قلت یا
رسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شیء خلقه اللہ
تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر! ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل
الاشیاء نور نیک من نوره فجعل ذلك النور یدور بالقدرة
حيث شاء اللہ تعالیٰ ولم یکن فی ذلك الوقت لوح ولا قلم
ولا جنة ولا نار ولا ملک ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا
قمر ولا جنی ولا انسی فلما اراد اللہ تعالیٰ ان یخلق قسم
ذلك النور اربعة اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم ومن
الثانی اللوح ومن الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعة
اجزاء فخلق من الاول حملة العرش ومن الثانی الكرسي
ومن الثالث باقی الملائكة ثم قسم الرابع اربعة اجزاء فخلق

من الاول السموات من الثاني الارضين ومن الثالث الجنة

والنار ثم قسم الرابع اربعة اجزاء.....الحديث يطوله .

- (۱) المواہب اللدنیہ للقسطلانی ج ۱ ص ۵۵ (۲) شرح مواہب لزرقاتی ج ۱ ص ۵۵ (۳) مدارج النبوت للمحدث دہلوی ج ۲ ص ۲ (۴) تاریخ الخیس اللہ یار الکبریٰ ج ۱ ص ۲۴ (۵) سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۳۷ (۶) مطالع المسرات ص ۲۱۰ (۷) حجة الله على العالمين ص ۲۸ (۸) انوار المحمدیہ ص ۹ (۹) عقيدة الشہدہ ص ۱۰۰ (۱۰) فتاویٰ حدیثیہ ص ۵۱ (۱۱) الدرر المنہیہ ص ۲ (۱۲) نشر الطیب ص ۸ از تھانوی (۱۳) جامع الاحادیث جلد پنجم ص ۳۶۶ (۱۴) المصنف لعبد الرزاق ج ۱ ص ۱۵ (۱۵) دلائل النبوة للبیہقی ج ۱ ص ۱۶ (۱۶) معارج النبوت ج ۱ ص ۳۴۹ (۱۷) حبیب العظم ص ۲۳-۲۵

خیال رہے کہ امام عبدالرزاق، حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ اور امام بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما کے دادا استاذ ہیں۔ امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں متعدد احادیث کی روایت امام عبدالرزاق سے بالواسطہ کی ہے تو کیا بخاری کے دادا استاذ قابل اعتماد نہیں ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان! مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ عزوجل نے کیا چیز بنائی؟

فرمایا: اے جابر! بے شک بالیقین اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، وہ نور قدرت الہی سے جہاں خدا نے چاہا دورہ کرتا رہا، اس وقت لوح، قلم، جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند، جن اور آدمی کچھ نہ تھا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے فرمائے، پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا پھر چوتھے کے چار حصے کیے، پہلے سے فرشتگان حاملین عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی ملائکہ پیدا کیے، پھر چوتھے کے چار حصے کیے، پہلے سے آسمان، دوسرے سے زمین،

تیسرے سے بہشت و دوزخ بنائے پھر چوتھے کے چار حصے کیے (الی آخر الحدیث) حدیث طویل ہے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے دلائل النبوت میں بخود روایت فرمایا۔

اجلہ ائمہ دین مثل امام قسطلانی مواہب اللدنیہ اور امام ابن حجر مکی افضل القرئی اور علامہ فاسی مطالع المنسرات اور علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ دیار بکری خمیس اور شیخ محدث دہلوی مدارج النبوت میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعدیل و اعتماد فرماتے ہیں۔

(جامع الاحادیث جلد پنجم ص ۳۶۷)

بالجملہ وہ تلقی اُمت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے تو بلاشبہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے، تلقی علماء بالقبول وہ شیء عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہتی، بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی۔ (جامع الاحادیث جلد پنجم ص ۳۶۷) علامہ محقق عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی الحدیقہ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

قد خلق کل شیء من نورہ صلی اللہ علیہ وسلم کما ورد بہ

۱۔ "من نورہ" حدیث مبارکہ میں لفظ "من نورہ" سے مخالفین نور مصطفویہ کو بڑی اذیت ہوتی ہے اور وہ کہا کرتے ہیں کہ اللہ کے نور سے نور کیسے ہو گئے، کیا اس طرح اللہ کا نور کم نہ ہوا، فقیر ایک مقام پر تقریر کے لیے گیا، دیہاتی ماحول تھا تو وہاں ایک دیہاتی مولوی نے میری تقریر کے بعد صبح درن دیا اور کہا: لوگو! دیکھو اگر ایک کلو گندم سے آدھا کلو نکال لی جائے تو باقی کتنی رہ جائے گی؟ لوگوں نے کہا: باقی آدھ کلو رہ جائے گی، مولوی صاحب نے کہا: تو رات والے مولوی نے کہا: اللہ کے نور سے نبی کا نور پیدا ہوا تو کیا گندم کی طرح اللہ کا نور کم نہ ہوا؟ خدا کی قدرت اسی کے سامعین میں سے ایک دیہاتی نے کہا: مولوی سن! میرے دادا کے زمانہ میں ایک کنواں تھا، لوگ اس سے پانی لیتے رہے پھر میرے باپ کے دور میں بھی پانی نکالتے رہے اب میرا دور ہے لوگ اسی طرح پانی بھرتے رہتے ہیں، لیکن کنویں کا پانی ایک بوند بھی کم نہ پڑا، مولوی! بتا کیا اللہ کا نور ہمارے کنویں سے بھی کم تھا کہ نبی کا نور اس سے پیدا ہوا تو وہ کم پڑ گیا؟ مولوی سے کوئی جواب نہ بن پڑا اور اپنا سامنہ بے کر کھیانی ہنسی ہنسنے لگا جیسا کہ کہاوت ہے کہ کھیانی بلی کھبا نوچے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الحديث الصحيح -

بے شک ہر چیز نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا کی گئی جیسا کہ

حدیث صحیح میں وارد ہوا۔ (جامع الاحادیث جلد پنجم ص ۳۶۷)

(بقیہ حاشیہ) مولوی صادق سیالکوٹی وہابی اپنی کتاب جمالِ مصطفیٰ میں لکھتا ہے کہ

بعض جاہل اور غالی حضور کے نور کو ”نور من نور اللہ“ کہتے ہیں یعنی حضور اللہ کے نور میں سے ہیں چنانچہ ایک موضوع حدیث بھی سناتے ہیں ”انا من نور اللہ والخلق من نوری“ میں اللہ کے نور سے ہوں اور ساری خلقت میرے نور سے ہے یہ حدیث کسی یہودی دشمن اسلام و رسول نے گھڑی ہوئی ہے تاکہ مسلمان ایسا عقیدہ رکھ کر یہودیت نصرانیت اور ہندو ازم کی راہ پر چلنے لگیں الخ۔ (جمالِ مصطفیٰ ص ۱۳۶)

پہلی بات تو یہ کہ یہ احادیث موضوع نہیں ہیں جیسا کہ ہم نے متعدد حوالوں سے اور تعلق علماء بالقبول کے قانون سے ثابت کیا دوسری بات! کیا یہ تمام ائمہ جنہوں نے یہ حدیث اپنی کتب میں نقل کی ہے بقول مولوی صادق سیالکوٹی وہابی کے یہودی اور دشمن اسلام و رسول ہیں ایک یہ مولوی اور اس کی منہی بھر فرقی (فرقہ) ہی مسلمان اور محبت اسلام و رسول ہے؟

میں کافر تو کافر سارے کافر ہیں

پورے ملک میں مؤمن یہی اکیلا ہے

ایسے ہی عاقبت نااندیش گستاخ اینڈ کمپنی کے متعلق ان کا اپنا مدوح شورش کا شمیری کہتا ہے کہ

میں نہیں کہتا فلاں ابن فلاں گستاخ ہے

اس قبیلے کا ہر اک پیر و جواں گستاخ ہے

مولوی صادق کے پیر و کاروں سے بعد مولوی صادق کے فقیر کا سوال ہے کہ بتاؤ! کیا حضرت عیسیٰ علیہ

السلام روح اللہ ہیں یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلَّمْنَاهُ ۖ أَلْفَهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ

قَوْلُهُ - (پ ۶ النساء: ۱۷۱)

”مسح عیسیٰ مریم کا بیٹا اللہ کا رسول ہی ہے اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور اس کے

یہاں کی ایک روح“۔

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس آیت کے مطابق روح من روح اللہ ہیں کہ نہیں! اگر تمہارا جواب نفی میں ہے

تو تم منکر قرآن ہو! اگر اثبات میں ہے تو تمہیں نور من نور اللہ سے تکلیف کیوں! اگر بقول قرآن عیسیٰ علیہ السلام کے

متعلق روح اللہ کا عقیدہ درست ہے تو حضور کے متعلق نور اللہ کا عقیدہ بھی درست ہے نہ کہ یہ یہودیوں نصرانیوں

ان احادیث مبارکہ کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نور بطور مادہ تھا اور حضور کا نور اس مادہ کا حصہ یا ٹکڑا بلکہ مطلب یہ ہے کہ نورِ خدا کے فیض سے نورِ مصطفیٰ معرض وجود میں آیا جیسا کہ مولوی اشرف علی تھانوی نے نشر الطیب میں ذکر کیا اور اجل ائمہ نے اس کی یہی تشریح و توضیح فرمائی ہے چنانچہ صاحب جامع الاحادیث نے امام احمد رضا علیٰ حضرت فاضل بریلوی سے یہی نقل فرمایا ہے: ”وہو هذا“

(بقیہ حاشیہ) دشمنانِ اسلام و رسول کا عقیدہ ہے بلکہ یہ قرآنی اور غلامانِ رسول و محبینِ اسلام کا عقیدہ ہے اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ. (پ ۲۳ ص ۷۲)

”اور اس (آدم علیہ السلام) میں اپنی طرف کی روح پھونکوں۔“

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام میں اپنی روح پھونکی تو کیا اس سے اللہ کی روح کم ہوگئی؟ معاذ اللہ؟ اور کیا اس کی روح کے حصے ہو گئے؟ اور کیا آدم روح اللہ نہ ہے؟ تو اگر آدم علیہ السلام روح اللہ بھی ہیں اور روح اللہ کم بھی نہ ہوئی اس کے حصے اور ٹکڑے بھی نہ ہوئے قرآن اس پر شاہد عادل ہے تو حضور کو نور اللہ کہنے سے یہ سب کچھ کیونکر ہو جاتا ہے؟ یہ انتہاء تعصب رسالت اور عداوتِ محبوب علیہ السلام نہیں تو اور کیا ہے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی

عشق کے بدلے عداوت کیجئے

اور

وہ حبیب پیارا تو عمر بھر کرے فیض و جود ہی سر بہر

ارے تجھ کو کھائے تپ ستر ترے دل میں کس سے بخار ہے

تو جس طرح ”من روحی“ ہو سکتا ہے اور ”روح منہ“ ہو سکتا ہے اسی طرح من نور اللہ بھی ہو سکتا ہے جس طرح حضرت عیسیٰ روح اللہ ہیں اسی طرح حضور نور اللہ ہیں اور جس طرح عیسیٰ روح اللہ اور آدم من روحی کہنے سے اللہ کی روح کا ٹکڑا ہونا لازم نہیں آتا اسی طرح حضور کو نور اللہ کہنے سے بھی اللہ کے نور کا ٹکڑا ہونا لازم نہیں آتا جو جواب تمہارا روح اللہ کے اثبات میں ہے وہی جواب ہمارا نور اللہ کے اثبات میں ہے اس مقام پر تمام علماء محدثین نے اللہ تعالیٰ کے نور کے فیض سے نورِ محمدی کی تخلیق کا بیان تحریر فرمایا ہے جس طرح سورج نور ہے اور اس کی روشنی تمام عالم میں پھیلی ہوئی دکھائی دیتی ہے مگر یہ روشنی سورج کا ٹکڑا نہیں ہے بلکہ اس کے فیض کا اثر ہے اس طرح حضور بھی خدائی نور کے فیض کا اثر اور سراپا منیر ہیں۔

شمع سے شمع روشن ہو جانا ہے اس کے کہ اس شمع سے کوئی حصہ جدا ہو کر یہ شمع بنے، اس کی مثال میں کہا جاسکتا ہے لیکن اس سے بہتر آفتاب اور دھوپ کی مثال ہے کہ نور شمس نے جس پر تجلی کی وہ روشن ہو گیا اور ذات شمس سے کچھ جدا نہ ہوا مگر ٹھیک مثال کی وہاں مجال نہیں جو کہا جائے گا ہزاروں ہزار وجوہ پر ناقص و ناقص ہوگا، پھر یہ کہ مثال سمجھانے کو ہوتی ہے نہ کہ ہر طرح برابری بتانے کو قرآن عظیم میں نور الہی کی مثال دی:

كَمْشَكْوَةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ. (پ ۱۸ النور: ۳۵)

”جیسے طاق کہ اس میں چراغ ہو۔“

کہاں چراغ قدیل اور کہاں نور رب جلیل، یہ مثال وہابیہ کے اس اعتراض کے دفع

کو تھی کہ

”نور الہی سے نور نبوی پیدا ہوا تو نور الہی کا ٹکڑا جدا ہونا لازم آیا۔“

اسے بتایا گیا کہ چراغ سے چراغ روشن ہونے میں اس کا ٹکڑا کٹ کر اس میں نہیں آ جاتا، جب یہ فانی مجازی نور اپنے نور سے دوسرا نور روشن کر دیتا ہے تو اس نور الہی کا کیا کہنا نور سے نور پیدا ہونے کو نام و روشنی میں مساوات بھی ضروری نہیں، چاند کا نور آفتاب کی ضیاء سے ہے، پھر کہاں وہ اور کہاں یہ غلم ہیئت میں بتایا گیا ہے کہ اگر چودھویں رات کے کامل چاند کے برابر نوے ہزار چاند ہوں تو روشنی آفتاب تک نہیں پہنچیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم! (جامع الاحادیث ج ۵ ص ۳۶۸)

۱۔... سابقہ اوراق میں حدیث جابر میں بیان ہو چکا ہے کہ چاند اور سورج حضور غایہ السلام کے نور سے پیدا ہوئے، وہابی ان چاند اور سورج کو تو نور مانتے ہیں مگر جس نور عظیم اور نور من نور اللہ سے یہ چاند اور سورج بنے ہیں اس ذات ستودہ صفات کو نور نہیں مانتے، یہ عجیب منطق ہے؟ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کی حقیقت بیانی ملاحظہ ہو آپ فرماتے ہیں کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم!

یہ جو مہر و ماہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا	بھیک تیرے نام کی ہے اور استعارہ نور کا
وضع واضح میں تری صورت ہے معنی نور کا	یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا
شمع دل مشکوۃ تن سینہ زجاجہ نور کا	تیری صورت کے لیے آیا ہے سورہ نور کا

وجودِ نورِ مصطفیٰ آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار سال پہلے
(۳) نبی کریم رؤف الرحیم در یتیم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

كنت نوراً بين يدي ربى قبل خلق آدم باربعة عشر الف عام .
میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار
کے حضور ایک نور تھا۔

(۱) مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۱۰ (۲) زرقانی شریف ج ۱ ص ۴۹ (۳) جواہر البحار ص ۷۷۶ (۴) انوار محمدیہ
ص ۹ (۵) حجة الله على العالمين ص ۳۱۶ (۶) تفسیر روح البیان ج ۲ ص ۳۷۰

فرشتہ تھا نہ آدم تھے نہ ظاہر تھا خدا پہلے
بے ساری خدائی سے محمد مصطفیٰ پہلے

تخلیقِ آدم علیہ السلام سے پہلے حضور علیہ السلام نبی تھے

(۴) حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم متى وجبت لك النبوة؟
قال و آدم بين الروح والجسد . (عن شقيق ابى الجعد عارضى الله عنه عن ميمونة
الفجر رضی اللہ عنہ)

(۱) جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۰۱ (۲) کنز العمال ج ۱۱ ص ۴۵۰ (۳) المسد رک للحاکم ج ۲ ص ۶۶۶-۶۰۹
(۴) المصنف لابن ابی شیبہ ج ۱۳ ص ۲۹۲ (۵) الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۱ ص ۹۰ (۶) اتحاف السادة للوہیدی
ج ۱ ص ۳۵۳ (۷) التاريخ الكبير للبخاری ج ۱ ص ۳۷۴ (۸) المسند العقیلی ج ۲ ص ۳۰۰

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: حضور کے لیے نبوت کس وقت
ثابت ہوئی؟ فرمایا: جبکہ آدم روح اور جسد کے درمیان تھے۔

نوٹ: ترمذی شریف صحاح ستہ میں ایک ممتاز مقام رکھنے والی کتاب ہے، مگر
وہابی کے مطلب کی نہیں ہے، ایک اور حدیث پاک میں سرکارِ دو عالم نے ارشاد فرمایا کہ
جسے حضرت عرابض بن ساریہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

(۵) انی مکتوب عند اللہ فی ام الكتاب لخاتم النبیین وان آدم لمنجدل فی طینته .

(۱) مسند امام احمد بن حنبل ج ۳ ص ۱۲۸ (۲) کنز العمال: ۳۱۹۶۰ ج ۱۱

بے شک بالیقین میں اللہ تعالیٰ کے حضور لوح محفوظ میں خاتم النبیین لکھا تھا اور ہنوز آدم اپنی مٹی میں تھے۔

وہابی کہتا ہے کہ صرف لکھے تھے بالفعل نہ تھے تو اس بے عقل سے پوچھئے کہ لکھے تو تمام نبی تھے پھر اس میں امام الانبیاء کی خصوصیت کیا ہوئی نیز اس کی تائید وہ حدیث کرتی ہے جو اس سے پہلے ہم نے بیان کر دی کہ میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم روح و جسد کے درمیان تھے تو اس حدیث میں بھی نبی تھے کہ آدم اپنی مٹی میں تھے کا مفہوم ظاہر و باہر ہے اسی مفہوم کا اظہار مندرجہ ذیل حدیث پاک سے بھی ہوتا ہے۔

(۶) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا: اے حبیب!

جعلتك اول النبیین خلقا و آخرهم بعثا وجعلتك فاتحا وخاتما . (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۰)

میں نے تمام نبیوں سے پہلا نبی آپ کو بنایا، خلقت کے اعتبار سے اور ان تمام کے آخر میں آپ کو مبعوث فرمایا اور میں نے آپ کو ہی افتتاح کرنے والا اور انتہاء کرنے والا بنایا۔

(۷) مدارج النبوت میں شیخ محقق علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے نقل فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

جعلنی فاتحا وخاتما . (مدارج النبوت ج ۱ ص ۱۶۳)

اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت و رسالت کا افتتاح کرنے والا اور اختتام کرنے والا بنایا۔

۱..... حافظ ابن کثیر بھی وہابیوں کے معروض ہیں اور امام بھی حالانکہ وہابی غیر مقلد ہیں۔

(۸) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم كنت اول النبین فی الخلق و آخرہم فی البعث .

(۱) کنز العمال: ۳۲۱۲۶ (۲) دلائل النبوة لابی نعیم ج ۱ ص ۶ (۳) تفسیر درمنثور للسيوطی ج ۵ ص ۱۸۴

(۴) اکاٹل لابن عدی بحوالہ جامع الاحادیث ج ۵ ص ۴۶۷ (۵) الاسرار المرفوعة للقاری ص ۲۷۲ (۶) البدایہ والنہایہ لابن کثیر دمشق ج ۲ ص ۳۰۷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں سب نبیوں سے پہلے پیدا ہوا اور سب نبیوں کے بعد بھیجا گیا۔

(۹) عن قتادۃ رضی اللہ عنہ مرسلًا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم كنت اول الناس فی الخلق و آخرہم فی البعث . (۱) الطبقات الکبریٰ لابن سعد ج ۱ ص ۹۶ (۲) کنز العمال: ۳۱۹۱۶ (۳) اکاٹل

لابن عدی بحوالہ جامع الاحادیث ج ۵ ص ۴۶۷

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مرسلًا روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں سب لوگوں سے پہلے پیدا ہوا اور سب کے بعد بھیجا گیا۔

(۱۰) عن ابی قلابۃ رضی اللہ عنہ مرسلًا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما بعثت فاتحًا و خاتمًا . (جمع الجوامع للسيوطی: ۷۷۰۹) حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ نے مرسلًا روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھیجا گیا دریاے رحمت کھولتا ہوا اور نبوت و رسالت ختم کرتا ہوا۔

اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

فتح باب نبوت پہ روشن درود

ختم دور رسالت پہ لاکھوں سلام

قرون بدلی رسولوں کی ہوتی رہی
چاند بدلی کا نکلا ہمارا نبی
سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی
سب سے بالا و والا ہمارا نبی ﷺ

اے جبریل! میں وہی ستارہ ہوں

(۱۱) ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل امین علیہ السلام سے دریافت فرمایا کہ اے جبریل! ”کم عمروک“ آپ کی عمر کتنی ہے؟
عرض کیا: یہ تو مجھے خبر نہیں! اتنا جانتا ہوں کہ ایک نوری تارہ ستر ہزار برس کے بعد
چمکتا تھا اور غائب ہو جاتا تھا، وہ میں نے بہتر ہزار مرتبہ طلوع ہوتے دیکھا ہے
زمین و آسمان سے پہلے۔ فرمایا: ”واللہ انا ذلک الکوکب“ اللہ کی قسم! وہ تارا
ہم ہی تھے۔ (روح البیان ج ۱۱)

بعض علماء نے فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ شریف سر کا کر سر مبارک
دکھایا تو وہ تارا سر مبارک پر موجود تھا۔

(تفسیر نعیمی مفصل ج ۱۱ ص ۱۷۴ سیرت حلبیہ جواہر البحار تاریخ کبیر بخاری)

(۱۲) جبریل سے بھی پہلے

صاحب معارج النبوت فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے
روایت ہے:

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے جبریل امین علیہ السلام نے کہا:
یا رسول اللہ! جس دن اللہ تعالیٰ نے مجھے خلعت وجود عطاء فرمایا تو مجھے اٹھارہ ہزار سال
عرش مجید کے نیچے ساکن ہونے کا حکم دیا، پھر مجھے پوچھا: ”من خلقتک“ (جبریل تجھے

کس نے پیدا کیا ہے) میں نے عرض کیا: اے پروردگار! ”من انت الواحد القهار
 العزيز الجبار في الليل والنهار وانا عبد الذليل الخاضع المنقار“ بعد ازاں
 پھر مجھے اٹھارہ ہزار سال کا مل کوئی خطاب نہ کیا گیا پھر دریافت فرمایا: ”من خلقك
 ومن انا“ (جبریل تجھے کس نے پیدا کیا اور میں کون ہوں؟) میں نے کہا: اے
 پروردگار! ”انت خالق ورازقی ومحیی وممیتى ووارثى وانا عبد
 الضعيف المسكين المستكين“ پھر اٹھارہ ہزار سال مجھے خطاب سے نہ نوازا گیا
 پھر مجھے خطاب ہوا اور مجھے پوچھا گیا: میں کون ہوں اور تم کون ہو؟ میں نے عرض کی:
 ”انت الله الخالق الباری وانا العبد العائد الخاضع الخاشع“ پھر اللہ تعالیٰ
 نے فرمایا: جبریل! تم نے صحیح کہا میں نے جرات کرتے ہوئے عرض کی: اے اللہ! مجھے
 پیدا کرنے سے پہلے تو نے کوئی اور مخلوق بھی پیدا فرمائی ہے؟ حکم ہوا: سامنے دیکھو! میں
 نے اس نور کے دائیں بائیں جنوب شمال نور کے ارد گرد چار ہالے دیکھے میں نے
 دریافت کیا: یا اللہ! یہ نور کون ہے؟ اس کی ضیاءوں سے میری آنکھیں چندھیائی جا رہی
 ہیں فرمایا: یہ نور اس شخص کا ہے جس کی خاطر میں نے تجھے پیدا کیا ہے تمام فرشتوں اور
 دوسری مخلوقات کو صرف اسی کی برکت سے پیدا کروں گا اور اس کے وجود گرامی کو ان
 سب پر مشرف و مکرم بنا دیا ہے عرش، کرسی، لوح و قلم، بہشت، دوزخ اسی ہستی کے طفیل
 وجود میں آئیں گے۔

حبیبی و صفی و نبی و سیرتی و خلقی محمد صلی اللہ علیہ

وسلم ۔

میں نے دریافت کیا: یا اللہ! یہ چار نور کے ہالے کون ہیں؟ فرمایا: آپ کے دائیں
 طرف آپ کے وزیر ابابکر صدیق اکبر ہیں بائیں طرف آپ کے مشیر عمر ابن الخطاب
 ہیں آپ کے آگے آپ کے حبیب عثمان ابن عفان اور آپ کے پیچھے آپ کے چچا زاد
 بھائی حضرت علی المرتضیٰ ہیں رضی اللہ عنہم۔

نثار افرادِ یس میں پیچھے کی جگہ حضرت عثمان بن عفان کی بیان کی گئی ہے اور سامنے حضرت علی المرتضیٰ تشریف فرما ہیں، میں نے دریافت کیا: اے اللہ! یہ پانچ افراد کتنے برگزیدہ ہیں، فرمایا: یہ میرے دوست ہوں گے جو ان کو دوست رکھے گا میں اس کو دوست رکھوں گا، جو ان سے دشمنی رکھے گا میں ان سے دشمنی کروں گا، ان کے دوستوں کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن، ان کے دوستوں کو بہشت میں اپنی رضا دوں گا اور ان کے دشمنوں کو دوزخ کی آگ میں اپنے قہر میں مبتلا کروں گا۔ واللہ الممتد من الضلال

(معارج النبوت جلد دوم ص ۲۵-۲۶ مطبوعہ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور)

نور نبی دا اوس ویلے داجدوں زمیں آسمان وی نہیں سی

نہ سورج نہ چن نہ تارے ابے آن زمان وی نہیں سی

لوح قلم نہ عرش نہ کرسی ابے کون مکان وی نہیں سی

اعظم آدم حوا والا ابے نام نشان وی نہیں سی

ایک اور پنجابی شاعر فرماتے ہیں کہ

بس احد سی یا فر احمد سی ایہ کل پیارا کل بنیاں

یاراں دیاں گلاں یار جانن آدم تے پیارا کل بنیاں

اس قدر دلائل سے حضور نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ اول ہونا ثابت ہوا

اور باقی مخلوقات کا آپ کے نور سے اور آپ کے نور من نور اللہ ہونے کا ثبوت ملا، آئندہ

اوراق میں انشاء اللہ العزیز ”بنے دو جہاں تمہارے لیے“ یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا

باعث ایجاد عالم اور سبب کائنات ہونا ثابت کیا جائے گا۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

ہمارا کام سمجھانا ہے یارو

تم آگے چاہے مانو یا نہ مانو

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باعث ایجاد کائنات ہیں

بے دو جہاں تمہارے لیے

(۱) امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ”الدرر العظیم فی مولد الکریم“ کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو ارشاد فرمایا: اے آدم! ہم نے تمہاری کنیت ابو محمد رکھی ہے۔

عرض کیا: یا اللہ! اس کی حکمت کیا ہے؟ فرمایا: اے آدم! اپنے سر کو اٹھائیے! جب انہوں نے سر کو اٹھایا تو پردہ عرش میں نور محمدی کو دیکھ کر عرض کیا: اے پروردگار عالم! یہ نور کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

یہ تیری ذریت اور اولاد میں سے ایک عظیم نبی کا نور ہے جس کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔

لولاہ لما خلقتک ولا خلقت سماء ولا ارضا۔

اگر ان کو پیدا نہ کرتا تو میں تمہیں (بھی) پیدا نہ کرتا اور نہ کسی آسمان کو پیدا کرتا نہ زمین کو۔

اس کی تائید وہ روایت بھی کرتی ہے جسے امام حاکم نے روایت کیا کہ حضرت آدم نے عرش پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لکھا ہوا دیکھا تو پوچھا: یہ کون سی ہستی ہے؟

فرمایا: اے آدم! اگر یہ نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔

(المواہب مع الزرقانی ج ۱ ص ۴۴)

(۲) ملا علی القاری دیلمی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی

اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میرے پاس جبریل امین علیہ السلام آئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام دیا کہ
یا محمد! لولاك ما خلقت الجنة ولولاك ما خلقت النار وفي
رواية ابن عساكر لولاك ما خلقت الدنيا ۔

(۱) موضوعات کبیر ص ۵۹ (۲) مسند الفردوس الدیلی (۳) کنز العمال ج ۱۱ ص ۳۳۱ (۴) انوار جمال

مصطفیٰ ص ۸۵-۱۶۹-۱۹۳

اے حبیب! اگر آپ نہ ہوتے تو میں جنت کو پیدا نہ کرتا اور اگر آپ نہ
ہوتے تو میں دوزخ کو پیدا نہ کرتا اور ابن عساکر کی روایت میں ہے کہ اگر
آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

گر ارض و سماء کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو

یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

(۳) امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
سے روایت نقل فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر وحی
فرمائی کہ

اے عیسیٰ! خود بھی (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو حکم
دو کہ ان میں سے جتنے لوگ ان کے ظہور کا زمانہ پائیں ان پر ایمان لائیں۔

فلولا محمد ما خلقت آدم ولا الجنة ولا النار ۔

(الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۷)

اگر (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں آدم کو پیدا کرتا اور

..... امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ وہ امام ہیں جنہوں نے متعدد مرتبہ بیداری میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ
وسلم کی زیارت کی ہے علامہ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ
علیہ نے حالت بیداری میں بالمشافہ مکہ مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔

(المیزان الکبریٰ ص ۲۴۲ مطبوعہ مصر)

نہ ہی جنت و دوزخ کو۔

امام حاکم نے اسے روایت کر کے صحیح قرار دیا۔ (المدرک للحاکم ج ۲ ص ۶۷۲)

(۴) بلکہ احادیث قدسیہ میں یہ بھی موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

لولاك لما اظهرت الربوبية۔ (جواہر البحار)

اے حبیب! اگر آپ نہ ہوتے تو میں اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ کرتا۔

(۱) مکتوبات مجدد الف ثانی دفتر سوم مکتوب ۱۲۲ (۲) طر الوردہ ص ۷۱ از مولوی ذوالفقار علی دیوبندی

(۵) حدیث قدسی میں ارشادِ ربانی ہے کہ اے میرے حبیب پاک (صلی اللہ علیہ وسلم)!

لولاك لما خلقت الافلاك۔

اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔

(۶) ایک اور مقام پر فرمایا:

لولاك يا محمد لما خلقت الكائنات۔

اگر آپ نہ ہوتے تو میں کائنات کو پیدا نہ کرتا۔

(۱) تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۵۰۰ (۲) جواہر البحار ج ۲ ص ۲۹۹

(۷) ایک اور روایت میں یوں بھی ہے کہ

كنت كنزاً مخفياً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق فخلقت

محمدًا۔ (۱) جواہر البحار ج ۱ ص ۲۳۶ (۲) موضوعات کبیر ص ۲۹۹

میں ایک مخفی اور سر بستہ خزانہ تھا، مجھے اس امر سے محبت ہوئی کہ میں پہچانا

جاؤں تو میں نے مخلوق (یعنی محمد) کو پیدا کیا۔

یہ حدیث پاک معنی صحیح ہے۔

عاشقِ مدینہ الحاج مولانا محمد یوسف علی نگینہ رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ فرمادیا ہے

ایہ دھرتی نہ ہندی نہ آسمان ہند اسے پیدا نہ عرشاں و امہمان ہندا

ایہ شمس و قمر کہکشاں نہ ستارے نہ جنت نہ جنت و سامان ہندا
لیہ جلوے لایہ منظر لایہ نگین نظارے محمد دے ہوئے تمہیں ہوئے میں سارے
جے پیدا نہ ہندے محمد پیارے نہ ظاہر کدی آپ رحمان ہندا

(۸) اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام سے فرمایا:

انت نور نوری و سر سوری و کنوز ہدایتی و خزائن معرفتی
فجعلت فدا لك ملكی من العرش الی ما تحت الثری (الی ما
تحت الارضین) کلہم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا
محمد۔ (تجلی الیقین ص ۱۵۱)

آپ میرے نور کا نور ہیں میرے راز کا راز میری ہدایت کا مرکز میری
معرفت کا خزانہ ہیں میں نے عرش سے تحت الثری یعنی فرش تک آپ پر
قربان کر دیا تمام (لوگ) میری رضا چاہتے ہیں اور میں اے محمد! آپ کی
رضا چاہتا ہوں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم

خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

(۹) اللہ تعالیٰ نے جب اپنے محبوب علیہ السلام کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو

فقبض قبضۃ من نورہ ثم قال کونی حبیبی..... انت بعشقی وانا
عشقك۔

(۱) نزہۃ المجالس جلد دوم ص ۱۸۷ (۲) انفاس رحمیہ ج ۳ ص ۲۵ (۳) مولد العروس ص ۱۲

پس اپنے نور سے ایک مٹھی نور کی بھری اور اسے فرمایا: تو میرا حبیب ہو جا!
..... تو میرا عشق ہے اور میں تیرا عشق ہوں۔

جب اپنے حسن کی محفل سجانے کا خیال آیا

حریم ناز سے پردہ اٹھانے کا خیال آیا

خدا کو نور جب اپنا دکھانے کا خیال آیا
محمد کملی والے کو بنانے کا خیال آیا

(۱۰) پھر نور محمدی کو فرمایا:

یا محمد انا وانت وما سواك خلقت لاجلك .

(انوار جمال مصطفیٰ ص ۱۲۵)

اے محمد! اس وقت میں ہوں اور آپ ہیں اور آپ کے سوا جو کچھ ہے میں
نے آپ کے لیے پیدا کیا ہے۔

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایت اولیٰ تھی تو ہو

سرکار علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی سے یہ اعزاز پا کر یوں سپاسنامہ عرض کیا:
اللہم انت وما انا وما سواك تركت لاجلك .

اے مولا! تو ہی ہے میں نہیں ہوں میں نے تیرے سوا جو کچھ بھی ہے سب
کچھ تیرے لیے چھوڑ دیا۔ (۱) مکتوبات شریف جلد دوم ص ۹۶۰ (۲) شرح قصیدہ بردہ

خرپوتی ص ۷۱ (۳) تفسیر روح البیان ج ۹ ص ۲۲ (۴) تفسیر احمدی ص ۲۲۹

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

جناب محمد برائے الہی

جناب الہی برائے محمد ﷺ

(۱۱) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا:

ان الله تعالى يقول:

خلقت الخلق لاعرفهم كرامتك ومنزلتك عندي لولاك ما

خلقت الدنيا۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر بحوالہ جامع الاحادیث ج ۵ ص ۳۴۰)

بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے تمام مخلوق اس لیے بنائی کہ آپ کی عزت اور آپ کا مرتبہ جو میری بارگاہ میں ہے ان پر ظاہر کروں اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ بناتا۔

زمین و زماں تمہارے لیے مکین و مکاں تمہارے لیے
چنین و چناں تمہارے لیے بنے دو جہاں تمہارے لیے
(۱۲) امیر المؤمنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! صدقہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا میری مغفرت فرما! رب العالمین نے فرمایا: تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا؟ عرض کیا: جب تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور مجھ میں اپنی روح ڈالی تو میں نے اپنا سر اٹھایا تو دیکھا کہ عرش کے پایوں پر لکھا ہوا تھا: ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“ (جل جلالہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو میں نے جانا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اسی کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام مخلوق سے پیارا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

صَدَقْتَ يَا آدَمُ إِنَّهُ لَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ ادْعُنِي بِحَقِّهِ فَقَدْ غُفِرَتْ لَكَ وَلَوْ لَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ .

(۱) المسند رک للحاکم ج ۲ ص ۶۷۲ (۲) دلائل النبوة للبیہقی ج ۵ ص ۲۸۹ (۳) کنز العمال: ۳۲۱۳۸

ج ۱ ص ۲۵۵ (۴) البدایہ والنہایہ لابن کثیر ج ۱ ص ۸۱ (۵) تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۲ ص ۱۳۷

(۶) الاحادیث السنیہ ص ۲۵۶ (۷) جامع الاحادیث ج ۵ ص ۳۶۰ (۸) التوسل للالبانی ص ۱۰۶

اے آدم! تو نے سچ کہا بے شک وہ مجھے تمام مخلوقات سے زیادہ محبوب ہے اب کہ تو نے اس کے حق کا وسیلہ کر کے مجھ سے مانگا تو میں تیری مغفرت کرتا ہوں اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے (بھی) نہ پیدا کرتا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

اگر نام محمد را نیا ور دے شفیع آدم

نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجینا

(۱۳) سیدنا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: حضور کا رب فرماتا ہے:

بے شک میں نے تم پر انبیاء کو ختم کیا اور کوئی ایسا نہ بنایا جو تم سے زیادہ میرے نزدیک عزیز ہو تمہارا نام میں نے اپنے نام سے ملایا کہ کہیں میرا ذکر نہ ہو جب تک تم میرے ساتھ یاد نہ کیے جاؤ بے شک میں نے دنیا و اہل دنیا سب کو اس لیے بنایا کہ تمہاری عزت اور اپنی بارگاہ میں تمہارا مرتبہ ان پر ظاہر کروں۔

ولولاك ما خلقت السموات والارض وما بينهما لولاك ما خلقت الدنيا .

اور اگر تم نہ ہوتے تو میں زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے اصلاً نہ بناتا اور اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا۔

(تاریخ دمشق لابن عساکر بحوالہ جامع الاحادیث ج ۵ ص ۲۵۲)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب ترجمہ فرمایا کہ

ہے انہی کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا اگر وہ نہ ہوں عالم نہ ہو

اور

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

آدم علیہ السلام کی تخلیق سے ساڑھے تین لاکھ سال قبل تخلیق نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

صاحب معارج النبوت فرماتے ہیں کہ

اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام کو یہ قدرت نے خود بنایا تھا اور چالیس ہزار سال اپنی نگاہِ خاص میں رکھا (خمرت طینۃ آدم بیدی اربعین صباحا) میں نے آدم کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور چالیس ہزار سال اپنی نگاہ میں رکھا لیکن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے تین لاکھ پچاس ہزار سال پہلے اپنے نورِ احدیت سے پیدا فرمایا (انا من اللہ والمؤمنون منی)۔ (معارج النبوت جلد اول ص ۲۳۹-۲۵۰ مطبوعہ مکتبہ نبویہ تیج بخش روڈ لاہور)

اے آدم! اگر مصطفیٰ نہ ہوتے تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا

مزید فرماتے ہیں کہ

شرح تعرف میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ سیدنا آدم (علیہ السلام) نے پایہ عرش پر کلمہ لا الہ الا اللہ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللہ دیکھا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا رتبہ ذہن و قلب میں مرتسم ہو گیا، بہشت میں داخل ہوئے تو مشرق و مغرب درودِ یوارِ اشجار و ازہار غرضیکہ ہر طرف اسم محمد کی جلوہ فرمائیاں ہیں۔

ایک دن حضرت شیث علیہ السلام سے اسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ میں نے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو نام محمد سے آراستہ نہ ہو حتیٰ کہ عرش و کرسی، لوح و قلم، مدارج جنان، منازل رضوان کو اسم محمد سے مزین پاتا ہوں۔

حضرت شیث علیہ السلام نے اپنے والدِ مکرم سے پوچھا: آیا آپ بلند مرتبت ہیں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم؟ حضرت آدم علیہ السلام خاموش رہے مگر تیسری بار در یافت کرنے پر فرمایا: بیٹا! محمد رسول اللہ کی تعریف میں میری ایک ہی بات یاد رکھ لو جو مجھے اللہ تعالیٰ نے

فرمائی ہے:

لولاك لما خلقت الافلاك ولا الدنيا ولا الآخرة ولا السموات
ولا الارض ولا العرش ولا الكرسي ولا اللوح ولا القلم ولا
الجنة ولا النار ولولا محمد ما خلقتك يادم .

(معارج النبوت جلد ثانی ص ۲۷ مطبوعہ مکتبہ نبویہ، منہج بخش روڈ لاہور)

اگر تم نہ ہوتے تو میں افلاک، دنیا و آخرت، زمین و آسمان، عرش و کرسی، لوح و
قلم اور جنت و دوزخ کو پیدا نہ کرتا اور اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو
اے آدم! میں تجھے (بھی) پیدا نہ کرتا۔

اے آدم! یہ اجرام فلکیہ و اجسام سفلیہ تو تمہاری خاطر بنائے گئے ہیں مگر تم
میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو (اگر محمد نہ ہوتے تو اے آدم! میں تمہیں پیدا
نہ کرتا)۔

ہم آئے یہاں تمہارے لیے انھیں بھی وہاں تمہارے لیے
دہن میں زباں تمہارے لیے بدن میں ہے جاں تمہارے لیے

نور مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء جبین حضرت آدم علیہ السلام میں

صاحب معارج النبوت علامہ معین واعظ کاشفی تحریر فرماتے ہیں کہ
سیرگازرونی میں کعب الاحبار کے حوالے سے یہ روایت لکھی گئی ہے کہ جب
حضرت آدم علیہ السلام کے وجودِ منور کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مصباح نور سے
ضیا بخشی گئی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ نبوت حضرت آدم علیہ السلام کی جبین
پر نور سے درخشاں ہونے لگا، حضرت آدم علیہ السلام اس نور کی بصیرت سے چیونٹی کے
قدموں کی آواز سن سکتے تھے آپ نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کی: یا اللہ! یہ زمرہ
کیا ہے؟ فرمایا: یہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تسبیح کا زمرہ ہے جو تمہارے خمیر میں ملایا گیا
تھا وہ تمہارا فرزند ہوگا اور تم اس کے باپ۔

اے خوشا حال آنچناں فرزند

کہ پدر را با دست استظہار

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ نور محمدی کو اپنے مقام سے اٹھا کر مغفرت و غفران کے دریا کی طرف رواں کیا گیا پھر یہ نور پوری تابانیوں کے ساتھ پانچ سو سال کی مسافت طے کر کے حضرت آدم کے پاس پہنچا۔

خواب سے بیدار ہوئے تو اس نور کی شعاعوں کو دیکھنے سے آنکھیں چندھیا گئیں اور آنکھوں کا نور بے نور ہوئے لگا پوچھا: یا اللہ! یہ کیسا نور ہے جو ہر روشنی کو خیرہ کرتا جاتا ہے؟ حکم ہوا: یہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے مجھے اپنے عزت و جلال کی تم ہے کہ میں اس کے رتبہ کو اعلیٰ علین سے بلند تر کر دوں گا اس کی امت سے اپنے بہشت کو بھر دوں گا اس کا کلام ساری دنیا سے فصیح ہوگا اس پر قرآن نازل کروں گا جو کبھی متروک نہ ہوگا۔

اس کے بعد ہر پیغمبر کے لیے کرسی بچادی گئی ان کرسیوں میں سب سے اونچی کرسی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لائی گئی حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی سے نور کی ضیاء نکلتی اور ہرنی کی اپنے لیے کرسی پر براجمان ہوتی جاتی۔

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کرسی پر نور کی بارشیں ہونے لگیں تو حضرت آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ ستر ہزار شعاعیں اس کرسی پر نور سے ابھر رہی ہیں ملائکہ ملکوت ان انوار کی برکات سے نوازے جا رہے ہیں آپ کا اسم گرامی عرشِ اعظم کے پردوں پر منقش ہے ہر طرف سے مشک و عنبر کی خوش کن خوشبو کے جھونکے آرہے ہیں آسمان و زمین کی حرکتیں مسرت و شادمانی کا گہوارہ بن گئی ہیں ہر مخلوق سے یہ آواز آرہی ہے کہ یہ نور سرور پیغمبرِ ابراہیم ہے صلی اللہ علیہ وسلم آدم! تمہیں صد ہا مبارک ہو کہ یہ نور مجسم

۱۔ اے کہ بہت خوشک حال ہے اس فرزند کا جس کی وجہ سے اس کے باپ کی شان ظاہر ہو رہی ہے۔ استظہار باب استعمال ہے جس کا مطلب ہے: ظہور طلب کرنا یعنی کہ حضور آدم علیہ السلام کے ایسے بلند مرتبہ فرزند ہیں کہ آپ کی وجہ سے شانِ آدم کا ظہور طلب ہو رہا ہے اور وہ ظہور پذیر ہو رہی ہے۔

تمہارے بیٹے ہوں گے۔

در بارِ خداوندی سے صدا آئی:

یہ بندہ میرا پسندیدہ اور حبیب ہے یہ دینِ حقیقت پر مبعوث ہوگا شفاعتِ کبریٰ کے اختیارات کا مالک ہوگا اور میرے خاص بندوں میں سے ہوگا وہ دنیا والوں کے لیے نور ہوگا جو اس نور کی اتباع کرے گا بہشت میں جگہ پائے گا آسمانوں پر اسے احمد کے نام سے پکارا جاتا ہے زمین پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یاد کیا جائے گا سمندروں میں ماحی کے نام سے مشہور ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا: یا اللہ! سمندروں میں آپ کا نام ماحی کیوں ہے؟ فرمایا: آپ کے وجود سے کفر و شرک کی سیاہیاں محو ہو جائیں گی آپ کا زمانہ قیامت کے قریب تر ہوگا اور وہ ذکر میں اول پیغمبراں ہوگا اور بعثت میں آخرین انبیاء ہوگا۔

کوئی پیغمبر آپ سے بلند رتبہ نہ ہوگا اور کوئی امت اُمّتِ محمدیہ سے اعلیٰ نہ ہوگی میرے حبیب کی امت ہمیشہ پاک ہوگی اس کا نور آسمان و زمین کے درمیان ستاروں کے نور کی طرح درخشاں ہوگا۔ (معارج النبوت جلد دوم ص ۲۸-۲۹ مطبوعہ مکتبہ نبویہ منج بخش روڈ لاہور)

اسی طرح دوسری بار حضرت آدم علیہ السلام پر نور محمدی کو جلوہ گر کیا گیا وہ ایسا دکھائی دیا کہ اسے نورانی خلعت اور شرف و مجد کے لباس بٹے مزین فرما دیا گیا ہے وہ پیغام رسالت پہنچانے لگے اور اپنے ساتھیوں کو علم و حلم و رحمت و شفقت کا خوگر بناتے گئے حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کی امت کے مہاجر و انصار ابرار و اخیار پر اللہ کے انعامات کی بارشیں ہوتی دیکھیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دائیں ہاتھ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بائیں ہاتھ اور باقی انبیاء کو خدمت میں کھڑے پایا اور حضور علیہ السلام کی تعظیم میں دست بستہ دیکھا تو انتہاءِ مسرت سے اتنے مسکرائے کہ مشرق و مغرب آپ کی مسکراہٹ کی نورانیت سے روشن ہو گیا نہایت خوشی سے عرض کی: یا اللہ! میرے لیے بس

اتنا ہی کافی ہے کہ آپ میری اولاد سے ہیں، حضرت آدم نے یہ کہتے ہوئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح و نصرت کے لیے دعا کی اور آپ کے وجودِ پاک پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے اظہارِ افتخار کیا۔ صلی اللہ علیہ وسلم

(معارج النبوت جلد دوم ص ۲۹ مطبوعہ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور)

تخلیق نورِ مصطفیٰ تمام موجودات سے نواکھ سال پہلے ہوئی

علامہ کاشفی صاحب معارج النبوت تحریر فرماتے ہیں کہ الشرف المصطفیٰ میں ابو موسیٰ مدنی نے تحریر کیا ہے کہ

نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات سے نواکھ سال پہلے تخلیق کیا گیا تھا اور اس کے سلسلہ میں فراشانِ قدرت نے قربِ الہی میں مناسب مقام متعین کیا تھا اور وہ نور حسبِ مشیتِ ایزدی اس بساطِ عالم کے گرد مصروفِ طواف رہا اور ایک مدت تک یہ سلسلہ جاری و ساری رہا، اس کے بعد بارگاہِ رب انا رباب سے سجدہ کا حکم ملا اور تین لاکھ سال اس جہان کے جس کا ایک سال تین سو ساٹھ دن کا ہوتا ہے لیکن اس جہان کا ایک دن یہاں کے ایک ہزار سال کے برابر ہے، اس سجدہ میں مصروف رہے اور دورانِ سجدہ لن الفاظ سے خالق و مالک کو یاد کرتے رہے۔

سبحان العليم الذى لا يجهل سبحانه الحليم الذى لا يعجل

سبحان الجواد الذى لا ينجل .

جب خالق کائنات جل ذکرہ کی حکمت اس بات کی متقنی ہوئی کہ اس بابرکت ذات کا ظہور اس خاکدانِ عالم سے کیا جائے تو اس نے اس نور سے ایک جوہر کو پیدا فرمایا اور اس کو اپنی نظرِ قدرت سے نوازا، حق سبحانہ و تعالیٰ کی نظرِ ہیبت سے وہ جوہر پانی پانی ہو گیا اور ایک ہزار سال تک آنکھ کی پتلی کی طرح متحرک رہا، اس کے بعد اس جوہر کو دس حصوں میں تقسیم کیا اور اس کی پہلی تقسیم سے عرش کو پیدا کیا، اس کی سافت کا اندازہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اس کے چار لاکھ پائے بنائے اور ہر ایک پاے سے دوسرے تک

فاصلہ چار لاکھ سال کی مدت رکھی، دوسرے حصہ سے قلم کو پیدا کیا جس کا طول پانچ سو سال کی راہ اور عرض چالیس سال کی راہ تھا۔

ایک روایت کے مطابق صد (۱۰۰) انبوب تھے اور ہر انبوب تقریباً پچاس سال کی مسافت کے برابر تھا اس کے بعد قلم کو حکم ہوا ”اكتب“ لکھ! قلم نے دریافت کیا: اے پروردگار! کیا لکھوں؟ خطاب ہوا: ”علمی فی خلقی وما هو کائن الی یوم القیامۃ“ مخلوق کے بارے میں میرا علم قیام قیامت تک ہونے والی باتوں کے بارے میں سب کچھ لکھ دے! قلم نے پھر سوال کیا کہ ابتداء کہاں سے کروں؟ رب کریم نے فرمایا: بسم اللہ الرحمن الرحیم سے ابتداء کر! قلم نے جب بسم اللہ لکھا، نام الہی کی ہیبت سے اس کا قط (قلم کا وہ باریک حصہ جس سے لکھا جاتا ہے) شق ہو گیا اور کئی سال اسی محویت کے عالم میں سختی پر ٹھہرا رہا۔

اس کے بعد ”الرحمن“ کی کتابت سے مزید شق ہوا اور ”رحیم“ کی کتابت سے مزید انشقاق پیدا ہوا اس کتابت اور وقفہ میں مزید نو سو سال کی مدت گزری اور یہ مدت جس کا حساب لگایا جا رہا ہے اس عالم دنیا سے متعلق نہیں بلکہ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ یہ مدت عالم آخرت کے حساب سے ہے جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

۱۔ علامہ کاشفی کی یہ تحریر جامع الترمذی کی اس حدیث کی نفیس تشریح ہے جسے گستاخان رسالت بطور انکار اولیت نورِ مصطفیٰ پیش کیا کرتے ہیں کہ سرکار علیہ السلام نے فرمایا: ”اول ما خلق اللہ القلم“ سب سے اول اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا۔ (جامع الترمذی) لہذا پہلے تو قلم کو پیدا کیا گیا ہے اور تم کہتے ہو کہ پہلے نورِ مصطفیٰ کو تخلیق کیا گیا ہے؟ اس کا جواب اسی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرما کے حکم فرمایا: اے قلم! لکھ۔ عرض کیا کہ کیا لکھوں؟ تو فرمایا: جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے وہ سب کچھ لکھ! تو ہم عرض کرتے ہیں: وہ ”ماکان“ یعنی جو کچھ ہو چکا تھا وہ کیا تھا؟ ظاہر ہے کہ وہ ہی نورِ مصطفویہ تھا جس کی تخلیق اس سے قبل ہو چکی تھی۔ دوسرا عقیدہ اس حدیث پاک سے ظاہر ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قلم کو علم ماکان وما کائن الی یوم القیامت سب کا سب عطاء فرمایا تھا جیسی تو فرمایا کہ جو کچھ ہوا وہ بھی اور جو تا قیام قیامت ہو گا وہ بھی لکھ! تو ان بے عقل وہابیوں سے کوئی پوچھے اگر نورِ مصطفوی سے تخلیق شدہ قلم کو باری تعالیٰ علم ماکان وما یکون عطاء فرما سکتا ہے تو اس محبوب کو کیوں نہیں عطاء کر سکتا جس کے نور سے قلم بھی بنا۔ یہی بحث علامہ کاشفی تحریر فرما رہے ہیں۔

ایک اور روایت کے مطابق تحریر بسم اللہ الرحمن الرحیم کے درمیان (تیسری کی روایت کے مطابق) ہزار سال ہزار سال اور بعد میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کی کتابت مکمل ہوئی اس لیے خالق عالم جل وعلا نے قسم سے یاد فرمایا۔

بسم اللہ کا ثواب

اپنے عزت و جلال کی قسم! اگر اُمّتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فرد ایک مرتبہ بسم اللہ تلاوت کرے تو اس کے نامہ اعمال میں سات سو سال کی عبادت کا ثواب لکھا جائے گا۔

اس کے بعد قلم کو حکم ہوا: لکھو

انی انا اللہ لا الہ الا انا محمد رسول اللہ من استسلم بقضائی وصبر علی بلائی وشکر علی نعمائی ورضی بحکمی کتبہ صدیقاً وبعثہ یوم القیامۃ مع الصدیقین ومن لم یستسلم ولم یصبر علی بلائی ولم یشکر علی نعمائی ولم یرضی بحکمی فلیختر الہا سوائی ۔

بے شک میں میں ہی اللہ ہوں میرے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے، حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں جس نے میری قضاء کو تسلیم کیا اور میری بلا پر صبر کیا اور میری نعمتوں پر شکر کیا اور میرے حکم پر راضی ہوا، میں اس کو (اپنا صدیق) دوست لکھوں گا اور قیامت کے دن اس کو صدیقین کے ساتھ اٹھاؤں گا اور جس نے تسلیم نہ کیا (میری قضاء کو) اور صبر نہ کیا میری آزمائش میں اور شکر نہ کیا میری نعمتوں کا اور میرے حکم پر راضی نہ ہوا، اسے چاہیے کہ میرے سوا (کوئی اور) معبود اختیار کر لے۔

اس کے بعد یہ حکم ملا کہ بارش کے قطروں، زمین کے سنگریزوں، پیڑوں کے پتوں اور بندوں کے رزق کے دانوں اور شب و روز کی تعداد لکھو، اسی طرح قیامت تک پیش

آنے والے واقعات کی تعداد بھی لکھ ڈالو۔

قلم کو عظمتِ مصطفیٰ علیہ السلام کا صلہ

کتاب اظہار میں لکھا ہے کہ جب قلم نے نام نامی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم لکھا تو بارگاہِ احدیت میں سرسجود ہو گیا اور ایک ہزار سال سجدہ میں پڑا رہا اس کے بعد سر اٹھایا اور بارگاہِ رسالت میں سلام کیا تو خالق عالم نے حضور علیہ السلام کی طرف سے سلام کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

وعليك السلام وعليك مني الرحمة اوجبت لك رحمتي
ولمن صدق به وامن به ۔

اور تم پر سلام اور تجھ پر میری طرف سے رحمت واجب ہو چکی تیرے لیے
میری رحمت اور جس نے اس کی (حضور کی) تصدیق کی اور جو ایمان لایا
اس کے لیے بھی۔

اے قلم! تجھ پر سلامتی ہو اور تجھ پر میری جانب سے رحمت ہو تو نے اپنے لیے
جنت واجب کر لی۔ علاوہ ازیں جو حضور علیہ السلام کی تصدیق کرے اور ان پر ایمان
لائے اس کے لیے رحمت الہی مقرر ہو گئی اس دن سے سلام کرنا سنت اور جواب سلام
فرض قرار دے دیا گیا۔

شرف المصطفیٰ کی تیسری روایت کی جانب رجوع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس
نور کے تیسرے حصہ سے لوح (مختی) کو پیدا کیا گیا، تفسیر تیسیر کے مطابق کہ لوح کو ایک
سفید موتی کے دانہ سے تخلیق فرمایا جس کے کنارے یا قوت سرخ کے تھے اس کا عرض
زمین سے آسمان تک کی مسافت کے مطابق مقرر فرمایا (طول کا اندازہ نہیں) اس کو یہ
خصوصیت عطا ہوئی کہ باری تعالیٰ روزانہ اس کو تین سو ساٹھ بار شرف و رویت عطا فرماتا
تھا اس پر تحریر تھا:

يسحيبي ميتا ويميت حيا ويمني فذيرا ويفقر غنيا ويمعز ذليلا

ویدل عزیزا۔

مردہ کو زندہ فرماتا ہے اور زندہ کو موت سے ہمکنار فرماتا ہے، فقیر کو مالدار اور مالدار کو فقیر کرتا ہے، ذلیل کو عزت عطاء فرماتا ہے اور عزت والے کو ذلت کی سزا عطاء کرتا ہے۔

لوح کا اعلیٰ حصہ (بلند حصہ) عرشِ اعظم سے لگا ہوا ہے اور زیریں (نچلا) حصہ کو ایک فرشتہ تھامے ہوئے ہے جو ہر کے چوتھے حصہ سے چاند اور پانچویں سے سورج کو پیدا فرمایا۔ (معارج النبوت جلد اول ص ۳۳۲ تا ۳۳۶ مطبوعہ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور)

چھٹے حصہ سے بہشت کو پیدا فرمایا اور اس کو اولیاء کا مسکن اور اصفیاء کی منزل قرار دیا اور جنت کو ان پانچ چیزوں سے آراستہ کیا: امر بالمعروف، نہی عن المنکر، سخاوت نفس، کبیرہ گناہوں سے اجتناب، قیام اور سجود الہی۔

ساتویں حصہ سے دن کو پیدا فرمایا، اسے دنیا والوں کی زندگی کے کاروبار کے لیے وقف کر دیا۔

آٹھویں حصہ سے ملائکہ کی تخلیق فرمائی اور ان میں مختلف گروہ بنائے اور انہیں اپنی عبادت اور مومنین و مومنات کی طلب مغفرت کے لیے مقرر فرما دیا۔

نویں حصہ سے کرسی کو بنایا۔

اور دسویں حصہ سے جسمِ محمدی کے نور کو پیدا فرمایا اور اس ذرہ سے وہ ذرہٴ خاک کی مراد ہے جس سے نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک بنا۔

ایک اور روایت کے مطابق دسویں حصہ سے حضور کے جسم کے نور کو پیدا فرمایا اور اس کو عرشِ اعظم کے دائیں جانب جگہ عطاء فرمائی اور اس کو چار ہزار سال تک اپنی عبادت و ریاضت میں مشغول رکھا، اللہ تعالیٰ حقیقت حال کو زیادہ بہتر جاننے والا ہے۔

(معارج النبوت جلد اول ص ۳۳۷-۳۳۸)

ایک نفیس روایت

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور مبارک کے بارے میں شیخ سعید گزرونی نے لکھا ہے کہ

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور تخلیق ہوا تو عرش الہی کے نزدیک بحر رحمت میں ایک سفید مرغ کی شکل میں چار ہزار سال تک تیرتا رہا اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید میں ان الفاظ میں مشغول رہا:

سبحان العليم الذى لا يجهل سبحان القديم الذى لا يزال
سبحان الكريم الذى لا يخل سبحان الحليم الذى لا
يعجل .

جب نور مبارک بشری شکل میں جلوہ گر ہوا تو اس وقت آپ کے جسم مبارک پر چار ہزار ایک سو بیس بال مبارک تھے ہر موئے مبارک سے ایک ایک قطرہ پانی ٹپکا اور اس سے ایک ایک نبی کا نور پیدا کیا گیا جس سے پیغمبروں کی ارواح پیدا کی گئیں۔ (معارج النبوت جلد اول ص ۳۴۸)

۔ سب نبی نور محمد سے ہوئے ہیں پیدا
اسی دریا سے ہوئیں نہریں یہ جاری ساری

مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

”بیان حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کا“

روایت ہے کہ جب حق تعالیٰ نے چاہا کہ خدائی اپنی ظاہر کروں تب سارے جہان سے پہلے نور مبارک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا کیا پس وہ نور مثل ستون کے بلند ہوا اور چمکا اور اللہ پاک کو سجدہ کیا الحمد للہ الحمد للہ پڑھتا رہا تب حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اس واسطے ہم نے تم کو پیدا کیا کہ شروع خلقت کی تم سے کروں گا اور خاتمہ پیغمبری

کام پر ہے اور بعد تمہارے کوئی نبی قیامت تک نہ ہوگا پھر حق تعالیٰ نے آپ کے نور سے لوح و قلم، عرش و کرسی اور بہشت و دوزخ اور چاند سورج اور جو کچھ اس میں ہے پیدا کیا پھر قلم کو حکم دیا کہ عرش پر لکھ:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ .

قلم نے جس وقت یہ کلمہ لکھا اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت سے ہزار برس تک سجدے میں پڑا رہا پھر جب ہوش میں آیا سر اٹھا کر کہا: یا رب! نہ لون ہے؟ کہ جس کا نام تیرے نام کے بعد لکھا ہے ارشاد ہوا کہ اے قلم! ادب سے بول ادب سے قسم ہے اپنے جاہ و جلال کی! نہیں پیدا کیا میں نے جہان کو الا بخاطر اپنے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جب قلم نے یہ خطاب با عتاب سنا ہمیت سے پھٹ گیا اور بلند آواز سے پکارا:

الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ .

(بہار غلد مصنف مولوی اشرف علی تھانوی ص ۹، مطبوعہ لکھنؤ)

”قلم تو ذکر محبوب سن کر جذبات سے پھٹ گیا وہاں ہیو! تمہارے جگر کیوں نہیں پھٹتے۔“

سبحان اللہ! کیا انداز عشق رسالت تھا اور اس میں انداز حسن خطابت! اللہ اکبر۔
فقیر سرور

تھانوی صاحب کے اس اقتباس سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

- (۱) سب سے اول اللہ تعالیٰ نے نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تخلیق فرمایا
- (۲) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمام مخلوقات کی ابتداء ہوئی
- (۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور سے لوح، قلم، عرش، کرسی، جنت، دوزخ، چاند سورج اور جو کچھ ان میں ہے پیدا کیا گیا

..... مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ شہنشاہِ خطابت حضرت علامہ صاحبزادہ افتخار الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ عام طور پر جب ان روایات کو بیان فرماتے کہ قلم حضور علیہ السلام کے فضائل و محامد سن کر پھٹ گیا تو ایک جملہ فرماتے کہ سارا مجمع عشق رسالت سے لبریز ہو کر عرش عرش کراٹھا وہ فرمایا کرتے:

(۴) سب کچھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے پیدا کیا گیا

(۵) قلم نے باواز بلند الصلوٰۃ والسلام عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ پڑھا۔

مگر اس تعصب کا برا ہو کہ جس نے انہماکی۔ حانی اولاد سے یہ سب کچھ کفر و شرک و بدعت قرار دلوایا، گویا کہ مولوی اشرف علی تھانوی ہی اپنے روحانی فرزندوں کے فتوؤں کی زد میں آگئے۔

ہم تو بڑے افسوس سے یہی کہیں گے کہ

یوں نہ نکلیں آپ پر چھی تان کر اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

اور اگر تاجدارِ بریلی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ فرمادیا کہ

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا

بخت جاگا نور کا چمکا ستارا نور کا

اور حضرت شیخ مصلح الدین سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہہ دیں کہ

تو اصل وجود آمدی از نخست

دگر ہرچہ موجود او فرع تست

اور حضرت جمیل قادری کہہ دیں کہ

میں وہ سنی ہوں جمیل قادری مرنے کے بعد

میرا لاشہ بھی کہے گا الصلوٰۃ والسلام

تو کون سا گناہ ہو جاتا ہے حضرت تھانوی بھی تو یہی کچھ تحریر فرما رہے ہیں؟

اور یہ کہنا کہ ”الصلوٰۃ والسلام عَلَیْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ“ بریلی کا درود ہے اور

مولانا احمد رضا کی ایجاد ہے کس حد تک درست ہے؟ جبکہ تھانوی صاحب کے مطابق یہ

درود عرش پر قلم کا درود ہے۔

اے شہنشاہِ مدینہ الصلوٰۃ والسلام

زینتِ عرشِ معلیٰ الصلوٰۃ والسلام

تھانوی صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قلم سے یہ ارشاد فرمایا:
 ”اے قلم! ادب سے بول ادب سے قسم ہے اپنے جاہ و جلال کی! نہیں پیدا کیا میں
 نے میں نے جہان کو إِلَّا بخاطر اپنے حبیب کی۔“ تو کوئی جرم نہیں ہے اور تاجدار بریلی
 اگر فرمادیں کہ

زمین و زماں تمہارے لیے مکین و مکاں تمہارے لیے
 چین و چٹان تمہارے لیے بنے دو جہاں تمہارے لیے
 دہن میں زباں تمہارے لیے بدن میں ہے جاں تمہارے لیے
 ہم آئے یہاں تمہارے لیے اُنھیں بھی وہاں تمہارے لیے
 تو قصر نجدیت و تھانویت و وہابیت میں اتنا شدید زلزلہ کیوں برپا ہوتا ہے اور اس کی
 بنیادیں کیوں کھوکھلی ہونے لگتی ہیں اور وہ دھڑام سے نیچے کیوں گرنے لگتا ہے سچ ہے
 میلاد رسول پر قصر اہلبیت بھی تو لرزہ بر اندام ہوا تھا اگر آلِ ابلیس اپنے جد بزرگوار کی
 یاد تازہ کر لے تو کیا عجب ہے؟

لیکن یہ امر بالکل حق ہے کہ جب تک غلامانِ رسالت موجود ہیں انشاء اللہ!

صدائیں درودوں کی آتی رہیں گی جنہیں سن کے دل شاد ہوتا رہے گا
 خدا اہل سنت کو آباد رکھے نبی جی کا میلاد ہوتا رہے گا
 میلاد پر خوشی نہ کرنے والا مسلمان نہیں ہے: وہابی امام و مجدد کا ارشاد
 مجدد الوہابیہ نواب صدیق الحسن خان بھوپالوی رقمطراز ہیں ملاحظہ ہو! وہ فرماتے
 ہیں کہ

”جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا
 حصول پر اس نعمت کے نکرے وہ مسلمان نہیں۔“

(الشماعۃ العمریہ من مولد خیر البریہ نواب صدیق الحسن خان بھوپالوی ص ۱۲)

فرمائیے وہابی صاحب! کیا آپ کی جماعت اہل حدیث کے مجدد نواب صاحب بہادر جناب صدیق الحسن بھوپالوی مشرک یا کافر یا بدعتی تو نہیں ہو گئے اور تم جو ہر وقت ان فتوؤں کا رخ غلامانِ رسالت کی طرف کر کے شرک و کفر و بدعت کے بم برساتے رہتے ہو کہیں وہ سیدھے نواب صاحب پر تو نہیں برس رہے؟

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

اور

بڑے سیدھے بڑے سادھے کہیں کے
ذرا دھبے تو دیکھو آستیں کے

وہابی صاحب! تم نے سیدھے سادے بھولے بھالے مسلمانوں سے مناظرے مجادلے اور مباحث کے میدان جو گرم کر رکھے ہیں ذرا سنبھل کے آنا ورنہ ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں اگر تم ہمیں نہ چھیڑتے تو شاید ہم بھی خاموش رہتے۔
نہ تم صدے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

آمدِ مصطفیٰ (ﷺ) مرحبا مرحبا

جھنڈے لگانے کا ثبوت

حضرت جامی رحمۃ اللہ علیہ نے شواہد النبوت اور علامہ کاشفی نے معارج النبوت دیگر محققین اہل سیر نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تشریف لے جا رہے تھے کہ بریدہ بن الحنصیب نے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے نکل گئے ہیں اور قریش نے ان میں سے ہر ایک کے قتل یا قید کرنے پر سو

اونٹ دینے کا اعلان کیا ہے، طمع میں آ کر اس نے بھی اپنے قبیلے کے ستر سوار ساتھ لیے اور ان کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا، بھاگم بھاگ چلا جا رہا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جاملأ جب بریدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا تو سرکار نے اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میں بریدہ بن الحقیب ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے ابوبکر! ہمارا کام خراب ہوا، پھر پوچھا: تم کون سے قبیلہ سے ہو؟ اس نے کہا: قبیلہ اسلم سے ہوں، فرمایا: ”اسلمنا“ پھر پوچھا: کون سی قوم سے؟ اس نے کہا: بنی سہم سے، فرمایا: ”خروج نسہمک“ تیرا تیر نکل گیا، بریدہ نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شیریں گفتار سنی، حیران رہ گیا، اس نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں محمد ابن عبد اللہ خدا تعالیٰ کا سچا رسول ہوں، بریدہ نے کہا: ”اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً رسول اللہ“ اور خلوص دل سے مسلمان ہو گیا اور وہ ستر سوار بھی جو اس کے ساتھ تھے مشرف بہ اسلام ہو گئے، وہ رات بریدہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گزاری، علی الصبح عرض کیا: ”جھنڈے کے بغیر مدینہ میں نہ جائیے“ پھر اس نے اپنی پگڑی کھولی اور نیزہ کے اوپر باندھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے آگے روانہ ہوا۔ (۱) معارج النبوت جلد سوم اردو ص ۲۲ (۲) معارج النبوت جلد دوم اردو ص ۱۰۵ (۳) سیرت رحمۃ اللعلمین از قاضی سلیمان منصور پوری دہلی ج ۱ ص ۸۵ (۴) ضیاء النبی جلد سوم ص ۱۰۱ (۵) شواہد النبوة ص ۱۱۸ از علامہ جامی (۶) سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۵۵

قاضی سلیمان منصور پوری دہلی

قاضی سلیمان منصور پوری دہلی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب سیرت رحمۃ اللعلمین میں اس واقعہ کو بڑے وجداً میز پر ایہ میں تحریر کیا ہے ملاحظہ ہو! لکھتے ہیں کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم یثرب کو جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں بریدہ اسلمی ملا، یہ اپنی قوم کا سردار تھا، قریش نے آنحضرت کی گرفتاری پر ایک سواونٹ کا انعام مشتہر کیا تھا اور بریدہ اسی انعام کے لالچ سے آنحضرت کی تلاش میں نکلا تھا، جب نبی (صلعم) کے

سامنے ہوا اور حضور سے ہمکلام ہونے کا موقع بھی ملا تو بربیدہ ستر آدمیوں سمیت مسلمان ہو گیا، اپنی پگڑی اتار کر نیزہ پر باندھ لی جس کا سفید پھریرا ہوا میں لہراتا اور بشارت سناتا تھا کہ امن کا بادشاہ صلح کا حامی دنیا کو عدالت و انصاف سے بھرپور کرنے والا تشریف لارہا ہے۔

(سیرت رحمۃ اللعالمین جلد اول ص ۸۵ مطبوعہ پروگریسو بک ڈپو اردو بازار لاہور)

عبارت محولہ بالا سے بالخصوص قاضی صاحب کے اقتباس سے یہ واضح ہوا کہ

- (۱) نبی کریم علیہ السلام کی آمد پر صحابی رسول نے جھنڈا لہرایا۔
- (۲) بشارت (خوشخبری) بھی دی کہ امن کا بادشاہ آج تشریف لارہا ہے۔
- (۳) ستر آدمیوں کا جلوس بھی نکالا جو کہ مدینہ منورہ میں آمد کی خوشی کا اظہار تھا۔
- (۴) سرکارِ دو عالم علیہ السلام کی طرف سے ایسا کرنے کا کوئی حکم بھی ثابت نہیں بغیر کسی حکم کے یہ سب کچھ کیا۔
- (۵) نبی کریم علیہ السلام نے منع بھی نہیں فرمایا اور جو کام حضور علیہ السلام کے سامنے ہوئے اور آقا اس سے منع نہ فرمائیں وہ سنت تقریری ہوا کرتا ہے جس پر وہابیوں کا بھی اتفاق ہے۔
- (۶) سنت کو بدعت کہنا سراسر جہالت اور شرعی اصولوں سے ناواقفیت و ہٹ دھرمی کی دلیل ہے۔
- (۷) قاضی وہابی نے بھی بخاری کو چھوڑ کر سیرت کی کتابوں سے یہ واقعہ نوٹ کیا ہے کیا قاضی صاحب بھی قابل مواخذہ ہیں؟
- (۸) کیا صحابی بھی بدعتی ہو گئے معاذ اللہ! جبکہ فرمانِ رسول ہے کہ ”اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم“۔ (سُورۃ)
- (۹) ثابت ہوا کہ جب اپنی پارٹی کا قائد آتا ہو تو جھنڈے لہرانا صحابہ کی سنت ہے۔
- (۱۰) جھنڈا لہرانا خوشی کی علامت ہے۔

تلك عشرة كاملة ۔

یہ ایک امر واقع ہے

یہ امر واقع ہے کہ جب بھی کسی پارٹی کے قائدین آتے ہیں تو بلا تفریق سنی و ہابی

دیوبندی

جلوس بھی نکالا جاتا ہے
راستے بھی سجائے جاتے ہیں
لائنگ بھی کی جاتی ہے
جھنڈے بھی لہرائے جاتے ہیں
مٹھائیاں بھی بانٹی جاتی ہیں

ہر پارٹی اپنے قائد کے لیے یہ سب اہتمام کرتی رہی ہے اور کرتی رہتی ہے۔
افسوس اس امر پر ہے کہ اس وقت کوئی فتویٰ گردش میں نہیں آتا اور سب کچھ
بلا شرائط جائز ہوتا ہے مگر جب تاجدارِ لولاک حبیب رب کائنات باعثِ تخلیق کون و
مکان جلوه نورِ اوّل کے ظہور کا دن آئے اور حضور علیہ السلام کی پارٹی کے لوگ یہ سب
اہتمام کریں تو فتوؤں کی مشینیں سراپا حرکت ہو جاتی ہیں اور دن رات شرک کے بم
بدعت کے گولے اور کفر کے گرنیڈز برستے رہتے ہیں۔

کسی گستاخ رسول کے ہاں کوئی گستاخ ابن گستاخ پیدا ہو تو یہ سب کچھ جائز بلکہ ہر
سال اس کی سالگرہ منا کر یہ تمام حرکات جائز اور جب باعثِ تخلیق کائنات کا یوم ولادت
آئے تو نا جائز شرک بدعت اور کفر۔ (نعوذ باللہ من هذه الخرافات)

تمہارے ہو بچہ تو خوشیاں منائیں
خوشی سے یہ جھوٹیں پھلیں نہ سائیں
نبی جی کا جب یوم میلاد آئے
تو بدعت کے فتوے تمہیں یاد آئیں

ہمیں آج تک اس منطق کی سمجھ نہیں آ سکی کہ آخر یہ سب فتوے وہابی مولویوں، قاضیوں اور وہابی عوام الناس کے لیے کیوں نہیں اور صرف والی کائنات علیہ السلام اور ان کے غلاموں کے لیے کیوں ہیں؟ جبکہ یہ جھنڈے شب ولادت خود حضرت باری تعالیٰ جل جلالہ نے حضرت جبریل امین علیہ السلام سے مشرق و مغرب اور کعبہ کی چھت پر لگوائے جسے وہابیوں نے اپنی کتابوں میں بڑے تزک و احتشام سے درج کیا ہے ملاحظہ ہو! مولوی صدیق الحسن وہابی بھوپالوی لکھتے ہیں:

مولوی صدیق الحسن بھوپالوی اور میلاد کے جھنڈے

حضرت سیدہ آمنہ طیبہ طاہرہ والدہ مصطفیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں نے مشارق و مغارب ارض کو دیکھا، تین علم دیکھے ایک مشرق میں ایک مغرب میں ایک پشت کعبہ پر۔ (اشمامۃ العبر یہ من مولد خیر البریہ ص ۹ سطر ۱۲-۱۳ از نواب صدیق الحسن بھوپالوی) علاوہ ازیں یہی روایت مولوی اشرف علی تھانوی صاحب حکیم الامت بیمار ان دیوبند نے نشر الطیب میں نقل کی ہے اور اکابرین امت کے محدثین نے اس روایت کو اپنی اپنی تصانیف کی زینت بنایا ہے عربی عبارت یوں ہے کہ

رأيت ثلاثة اعلام مضروبات علماً بالمشرق وعلماً بالمغرب
وعلماً على ظهر الكعبة .

شب ولادت پر تین جھنڈے اللہ نے لگوائے

میں نے تین جھنڈے لگے دیکھے: (۱) ایک مشرق میں (۲) ایک مغرب میں (۳) اور ایک کعبہ کی پشت پر۔

ایک اور حدیث مبارکہ کے الفاظ کچھ یوں بھی ہیں کہ

نصب علم بالمشرق و علم بالمغرب و علم على ظهر الكعبة .

تین جھنڈے لگا دیئے گئے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبہ

اللہ کی چھت پر۔

(۱) بیان میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم از محدث ابن جوزی ص ۵۱ (۲) انخصاص الکبریٰ از امام سیوطی ج ۱ ص ۴۸ (۳) مولد العروس از محدث ابن الجوزی ص ۷۱ (۴) معارج النبوت از علامہ کاشفی ج ۲ ص ۱۶ (۵) مدارج النبوت از شیخ محقق دہلوی ج ۲ ص ۱۶ (۶) شواہد النبوت از علامہ جامی اردو ص ۵۵ مطبوعہ لاہور (۷) الموہب اللدنیہ ج ۱ ص ۱۱۴ (۸) نسیم الریاض شرح شفاء لقاضی عیاض مالکی ج ۳ ص ۲۷۵ (۹) ما ثبت بالسنہ از شیخ محقق دہلوی ص ۲۹۱ (۱۰) حجة اللہ علی العالمین از امام مہمانی ص (۱۱) اشتماتہ العنبر یہ از مولوی صدیق الحسن بھوپالوی دہلی ص ۹ (۱۲) نشر الطیب از مولوی اشرف علی تھانوی ص (۱۳) حبیب العظم از علامہ غلام رسول رضوی شارح بخاری ص ۳۵ (۱۴) انوار جمال مصطفیٰ از علامہ نقی علی خان ص ۱۰۳

جبریل امیں نے گاڑا کعبہ کی چھت پہ جھنڈا

تا عرش اڑا پھر برا صبح شب ولادت

ایک اور روایت کے مطابق سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بوقت ولادت

مصطفیٰ علیہ السلام

رئیت الجماعة قد نزلوا من السماء ومعهم ثلاثة اعلام .

میں نے فرشتوں کی ایک جماعت کو دیکھا جو آسمان سے اتری اور ان کے

پاس تین جھنڈے تھے مزید فرماتی ہیں کہ

وعلما علی سطح الداری وعلما علی ظهر الکعبہ وعلما

علی بیت المقدس .

(ان فرشتوں نے) ایک جھنڈا میرے مکان کی چھت پر دوسرا جھنڈا کعبہ

اللہ کی چھت پر اور تیسرا جھنڈا بیت المقدس پر (لگا دیا)۔

(۱۵) نزہۃ المجالس ج ۱ ص (۱۶) النعمت الکبریٰ علی العالم ص ۸۱

۱۔..... میں حیران ہوں کہ ان تمام اکابرین امت کو معلوم نہ ہو سکا کہ یہ روایت بخاری میں نہیں ہے لہذا ہم اسے نقل

نہ کریں یا یہ شرکیہ و بدعیہ و کفریہ عقائد ہیں معاذ اللہ! انہیں اپنی کتابوں میں جگہ نہ دیں بلکہ وہ تمام فتوؤں سے بے نیاز

حضور علیہ السلام کی محبت میں سرشار ہو کر نقل کرتے چلے آئے۔ (سبحان اللہ سبحان اللہ)

شب انتقالِ نورِ مصطفیٰ حضرت جبریل نے جھنڈا لہرایا ملائکہ نے جشن منایا

صاحب معارج النبوت علامہ مبین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا) کی شب زفاف میں دو سو عورتیں رشک و حسد سے مر گئیں اور بہت سی عورتیں امراضِ قلب میں مبتلا ہوئیں۔

بعض روایتوں کے مطابق یہ جمعہ کی رات تھی اور دوسری خصوصیت یہ کہ یہ نویں ذی الحجہ (عرفہ) کی رات تھی اس انتقالِ نور کی رات ملائکہ نے جشن منایا جبریل امین نے فرشِ زمین پر آ کر بامِ کعبہ پر ہلالی پر چم لہرایا اور خطہٴ ارض کو بشارت دی کہ آج رات نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم صلبِ پدر سے رحمِ مادر میں منتقل ہو گیا ہے تاکہ افضل الخلاق پیدا ہوں اور تمام امتوں سے بہتر و برتر شخصیت دنیا میں تشریف آرزائی فرمائے۔

(معارج النبوت جلد اول ص ۴۳ اردو مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

سپرچم شانِ رسالت ہے بلند

کفر کو گردن جھکانا آ گیا

وہابی جی! تم کہا کرتے ہو کہ کیا صحابہ نے اس طرح جشن منایا اور جھنڈے لگائے تو سنو! میں کہتا ہوں کہ بتاؤ! کیا جبریل حضور کے صحابی ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو وہ اپنے مقتدیوں سمیت جشن بھی منارہے ہیں اور جھنڈا بھی لگا رہے ہیں بتائیے! کیا فتویٰ ہے آپ کا ان کے اوپر؟

دوسرا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا وجود اس وقت تم ثابت کر دو جشن اور جھنڈے ہم ثابت کر دیں گے۔

ہجرتِ مدینہ کے وقت صحابہ موجود تھے انہوں نے جشن آمدِ محبوب بھی منایا جلوس بھی نکالا جھنڈے بھی لگائے نعرۂ یا محمد یا رسول اللہ بھی لگایا۔ (مسلم شریف) اور یہ نغمہ بھی

۱۔ جمعہ کی شب اور عرفہ کی شب دونوں عید کی راتیں ہیں جب نورِ مصطفیٰ رحمِ مادر میں منتقل ہوا گویا کہ انتقالِ نور کے لیے خود ست باری تعالیٰ نے دو عید راتیں منتخب فرمائیں۔

طلع البدر علینا من ثنات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعی للہ داعی

یہ بنی نجار کی شہزادیاں تھیں جو کہہ رہی تھیں کہ

ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی

خوشی ہے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی

وہابی جی! نوریوں اور ان کے مقتداء حضرت جبریل نے تو اس شب ہمایوں میں بھی جشن منایا اور بام کعبہ پر جھنڈے لگائے اور اہل ارض کو مبارکباد دی مگر ابلیس نے اس رات بھی اپنی عادت پوری کی

اور رویا چلایا اور سر پٹختا ہوا رہ گیا! ملاحظہ ہو! علامہ کاشفی ہی فرماتے ہیں کہ اسی رات ابلیس کا تخت اُلٹ گیا اور یہ مردود بارگاہِ الہی میں چالیس دن (پورا چلہ) بحر و بر میں مارا مارا پھرتا رہا اور فرطِ غم و کثرتِ غیض و غضب میں سیاہ و سوختہ ہو کر کوہِ ابوقبیس کے دامن میں آ کر رونے اور چلانے لگا اس آہ و فغاں کو سن کر اس کی ساری ذریت جمع ہو کر اس گریہ و ماتم کا سبب معلوم کرنے لگی تو ابلیس نے کہا:

اے میری ذریت! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اب ہماری ہلاکت متحقق ہو گئی کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) صلب عبد اللہ سے رحم مادر میں منتقل ہو گئے یہ شخصیت اولین و آخرین کے لیے باعث شرف و عزت ہے یہ نورانی پیکر حقانیت کی تلوار لے کر مبعوث و متولد ہوں گے بتوں کو توڑیں گے اور مشرکانہ رسموں کو ختم کریں گے شراب اور جوئے کو حرام قرار دیں گے ان کی وجہ سے آسمانی خبریں اب ہم کو نہ مل سکیں گی خطہ زمین سے ظلم و ستم کو کم کر کے اس کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے زمین کو اپنی سجدہ گاہوں سے ایسے ہی مزین فرمائیں گے جیسے کہ آسمان میں ستارے زینت کا سبب ہیں اور کائنات ارضی پر اللہ کی توحید کا پرچم بلند کریں گے ان کی امت دنیا میں آنے والی تمام امتوں سے بہتر ہوگی

شرک کی برائیوں کو دنیا سے دور کر کے دین کے کاموں میں خلوص پیدا کریں گے ان کے قبیحین اہل تقویٰ و مغفرت ہوں گے اور تمام نیکیاں اور اعمال خیر ان کی طرف منسوب ہوں گے اور اللہ کا نام لیے بغیر کوئی چیز نہ کھائیں اور پیئیں گے اچھائیوں کا حکم دے کر برائیوں سے روکیں گے نیکیوں میں سبقت کریں گے غریبوں اور مسکینوں پر شفقت اور رحم فرمائیں گے اور ان کے ساتھ صلہ رحمی اور حسن سلوک سے پیش آئیں گے اور یہی صفات جو ان میں اور ان کے قبیحین میں ہوں گی ہمارے لیے مصیبت و اذیت کا سبب بنیں گی۔ (معارج النبوت جلد اول اردو ص ۷۴۳-۷۴۴)

وہابی جی! یہ ہی اذیت جس نے شیطان کو اس وقت بھی پریشان کیے رکھا آج بھی پریشان کیے ہوئے ہے اس لیے وہ میلاد النبی پر اس وقت بھی مایوس و ناخوش تھا آج بھی اسی طرح مایوس و ناخوش ہے اور تا قیام قیامت رہے گا۔

بروزِ محشر جھنڈا خود سرکار علیہ السلام کے دستِ کرم میں بھی ہوگا الحدیث

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا

کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

میدانِ محشر ہوگا خطیبِ عرصہ محشر جلوہ افروز ہوں گے نفسی نفسی کا عالم ہوگا تانبے کی زمین ہوگی سوانیزے پہ سورج ہوگا ہر شخص پسینے سے شرابور ہوگا پچاس ہزار سال کی طوالت کا دن ہوگا داؤد علیہ السلام سورۃ الرحمن کی تلاوت کرتے ہوں گے نسلِ انسانی اپنی شفاعت کے لیے بے یار و مددگار گھوم رہی ہوگی جبکہ کل چار گھنٹے میں حساب و کتاب ہوگا اور باقی تمام عرصہ محبوبِ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی نعت خوانی ہو رہی ہوگی۔

یومِ قیامت شاء مصطفیٰ کا دن ہے

مفسر شہیر محدث بے نظیر حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ

”قیامت کا حساب صرف چار گھنٹہ میں ہوگا“ باقی یہ پچاس ہزار برس کا دن حضور کی مدح خوانی میں صرف ہوگا“ رب فرماتا ہے: ”عَسَىٰ اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّخْمُودًا“ (۷۹:۱۷) قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں ایسی جگہ کھڑا کرے جہاں سب تمہاری حمد کریں۔ (کنز الایمان)

”خدا تعالیٰ خود حضور کی حمد فرمائے“ آپ کی حمد کا اعلان کرے۔“

(مرآت شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۲)

تو اس یوم قیامت میلاد کی محفل میں جھنڈا خود محبوب کریم علیہ السلام کے دست کرم میں ہوگا“ سرکار ارشاد فرماتے ہیں کہ

انا سید ولد آدم يوم القيامة ولا فخر وبيدي لو آء الحمد ولا
فخر وما من نبى يومئذ آدم ومن سواه الا تحت يوم القيامة
لوائى اليه . رواه الترمذى (مشکوٰۃ مرآت شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۱)

”قیامت کے دن میں اولادِ آدم کا سردار ہوں“ فخر یہ نہیں کہتا“ میرے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا“ فخر یہ نہیں کہتا“ اس دن کوئی نبی آدم علیہ السلام اور ان کے سوا ایسا نہ ہوگا جو میرے جھنڈے تلے نہ ہو“ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

مرقات ابن ماجہ احمد میں بھی یہ روایت موجود ہے کہ سرکار نے فرمایا:

”قیامت کے دن حمد کا جھنڈا ہمارے دست کرم میں ہوگا“ حضرت آدم اور ان کے سوا سارے نبی ہمارے جھنڈے تلے ہوں گے“ ہم یہ فخر یہ نہیں کہتے۔“

وہاں ہوا! بتاؤ جس جھنڈے سے تمہیں بدعت یاد آتی ہے قیامت کے پر خطر میدان میں تم اس جھنڈے کے نیچے جانے کی خواہش کرتے ہو کہ نہیں؟

اگر کرتے ہو تو بدعت کہنا چھوڑو..... اگر نہیں رکھتے ہو تو بتاؤ تمہارا ٹھکانہ کہاں ہو

اگر جنتی بھی بنتے ہو اور لواء الحمد کے نیچے بھی رہنا چاہتے ہو اور بدعت بھی کہتے ہو تو پھر سن لو بقول حضرت افتخار ملت ۔

اوہنوں کدی نہ مایں مل دا جہزادو واں تہراں دا سانجھا
اکو ای پاسہ رہندا ہیرے یا کھیڑے یا رانجھا
اس لیے میرا یہ تمہیں عظیم مشورہ ہے کہ ۔

دو رنگی چھوڑ دے یک رنگ ہو جا

سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

مندرجہ بالا تمام حوالجات سے ثابت ہوا کہ کسی خوشی کے موقع پر اعلان خوشخبری کرنے کے لیے جھنڈا نصب کرنا اور اپنی قیادت کی عظمت کا اظہار جھنڈے لگا کر کرنا حدیث مبارکہ سے ثابت ہے۔

حضور نے فتح خیبر کی خوشخبری جھنڈے سے دی

ملاحظہ ہو! خیبر کے موقع پر سرکار نے آنے والی کل کو فتح خیبر ہونے کی خوشخبری کا جھنڈا خود حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو عطاء فرمایا اور خوشخبری دیتے ہوئے کل کی فتح کی خبر بھی دی اور وہاں یہ ہے بھی بخاری شریف کی معتبر روایت کہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یوم خیبر لا عطین ہذہ

الرأیۃ غدا رجلاً یفتح واللہ علی یدیہ ۔

(۱) بخاری شریف جلد اول ص ۵۲۵ (۲) مسلم شریف ج ۲ ص ۲۷۹ (۳) جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۱۴

(۴) مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۳ (۵) ایضہ المصنعات از حضرت شیخ محقق دہلوی ج ۳ ص ۶۶۳ (۶) مظاہر حق ج ۵

ص ۶۶۳ (۷) الکھائن الکبریٰ عربی ص ۴ (۸) مرآت شرح مشکوٰۃ ج ۸ ص ۳۳۵ مطبوعہ لاہور

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کے روز ارشاد فرمایا کہ کل میں یہ جھنڈا

اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔“

فرمائیے وہابی صاحب! کیا خوشخبری پر جھنڈا نصب کرنا سنت ہے یا بدعت؟ اور غور کیجئے کہ فتح دے اللہ تعالیٰ اور دے بھی مولائے کائنات شیر خدا تاجدارِ اہلِ اُتی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کے ہاتھ پر اور اس کی خوشخبری دیں امام الانبیاء سید المرسلین قائد الغر المحجلین صلی اللہ علیہ وسلم اور جھنڈا بھی عنایت فرمائیں تو اگر انہی امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد آمد ہو اور اللہ تعالیٰ مومنوں سے فرمائے کہ

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا (پ ۴ آل عمران: ۱۶۴)

”البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مومنین پر بہت بڑا احسان فرمایا جب ان میں رسول مبعوث فرمایا۔“

اللہ تعالیٰ احسان جتلا کر محبوب کی آمد کی خوشخبری بھی عطاء فرمائے اور وہ خوشخبری بیان بھی بلسان محبوب کریم قرآن کریم میں ہو اور پھر شب ولادت جھنڈے بھی لگوائے اور ان مومنین کو جن پر احسان جتلایا حکم بھی فرمائے کہ اے محبوب! ان سے فرمادیجئے:

قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا ۖ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝ (پ ۱۱ یونس: ۵۸)

”اللہ کا فضل اور اس کی رحمت (ملنے پر) انہیں چاہیے کہ یہ خوشی منائیں اور وہ (ان کا خوشی منانا) بہتر ہے اس سے جو کہ یہ جمع کرتے ہیں۔“

تو سنت اللہ کے مطابق اگر ہم جھنڈے جھنڈا پاں لگا کر لوگوں کو آمد محبوب کی خوشخبری دیں تو بدعت و کفر و شرک کے فتوے کیوں؟

فتوے نہ دو بلکہ سنت اللہ کے مطابق خوشخبری سناؤ اور جھنڈے لگاؤ۔

۱..... افتخار ملت شہنشاہِ خطابت علامہ صاحبزادہ افتخار الحسن رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پر فرمایا کرتے تھے کہ:

”رب نے جھنڈے لائے میں ثبوت دیناں بے میں ثبوت نہ دیاں گھنڈہ گھر کھڑا کر کے گولی مارا تے بے میں ثبوت دے دیاں تے کئی جنی جھنڈی توں دی لائے جدوں رب نے جھنڈے لائے میں تے تینوں جھنڈیاں لاندیاں پڑ پڑی آ۔“

نغمہ صل علی کی دھوم ہے

وجد میں سارا زمانہ آ گیا

پرچم شان رسالت ہے بلند

کفر کو گردن جھکانا آ گیا

عید نبوی کا زمانہ آ گیا

لب پہ خوشیوں کا ترانہ آ گیا

شب ولادت لائنگ خود ذات باری تعالیٰ نے کروائی

ملاحظہ ہو سیرت حلبیہ و دیگر کتب سیرت مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم!

حضرت عثمان بن ابی العاص کی والدہ حضرت فاطمہ بنت عبد اللہ ثقفیہ (رضی اللہ

عنہا) فرماتی ہیں:

انہا شهدت ولادة آمنة ابنت وھب أم رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم وکان ذلك لیل ولدته قالت

لما شئ انظر الیہ من البیت الا نور انی لانظر الی النجوم

تدنوا حتی انی لا قول لتقعن الی .

(السیرة الحلبیة ج ۱ ص ۹۱ البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۶۶۷ مطبوعہ مکتبہ فاروقیہ پشاور)

جس شب مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی

میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ ماجدہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھی

میں نے دیکھا کہ کعبہ کی کوئی شئی ایسی نہ تھی جو روشن نہ ہوئی ہو (سارا بیت

اللہ منور ہو گیا اور لائٹوں سے بھرپور ہو گیا) اور ستارے زمین کے اتنے

قریب آ گئے کہ میں کہتی تھی کہیں وہ مجھ پر گرنے پڑیں۔

• امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب الخصائص الکبریٰ

شریف میں اس روایت کو تھوڑے سے تغیر سے یوں نقل فرمایا کہ

قالت فما شيء انظر اليه في البيت الا نور واني لا انظر الى
النجوم تدنوا حتى لا قول ليقعن الى فما وضعت خرج منها
نور اضاء له البيت والدار حتى جعلت لا ارى الا نوراً .

(الخصائص الكبرى ج ۱ ص ۱۱۳، نشر الطيب تھانوی ص ۲۴، سیرت المصطفیٰ ص ۱۹۳، از ابراہیم میرسیا لکھنؤی دہلی)

میں نے اس وقت جس چیز کو بھی دیکھا اسے نور ہی نور پایا، میں نے دیکھا کہ
ستارے قریب آتے جا رہے ہیں حتیٰ کہ میں سوچنے لگی کہ یہ مجھ پر گر پڑیں
گے پس جب حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا) نے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو
جنم دیا تو ان سے نور نکلا جس سے گھر اور سب درود یوار منور ہو گئے حتیٰ کہ ہر
طرف نور ہی نور دکھائی دینے لگا۔

ایک اور روایت کے مطابق سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں کہ

خرج مني نور اضاءت له قصور الشام والبصرى .

مجھ سے نور خارج ہوا جس کی روشنی سے شام اور بصری کے محلات روشن ہو
گئے۔

(۱) مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۶ (۲) مدارج النبوت ج ۳ ص (۳) الخصائص الكبرى ج ۱ ص ۱۱۷

(۴) الوفا ج ۱ ص ۸۵ (۵) مواہب اللدنیہ ص ۱۴۰ (۶) نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۷۶ (۷) الشمامہ العمریہ ص ۱۰

نواب صدیق الحسن بھوپالوی دہلی (۸) سیرت المصطفیٰ ص ۱۹۳، از ابراہیم میرسیا لکھنؤی دہلی (۹) جمال مصطفیٰ ص

از مولوی صادق سیالکھنؤی دہلی (۱۰) الریحیق المختوم ص ۱۰۱ (۱۱) مختصر سیرت رسول از عبد اللہ بن محمد ابن عبد الوہاب

نجدی ص ۱۲ (۱۲) سیرت حلبیہ ص ۹۱ (۱۳) مولد العروس ص ۲۵ (۱۴) الدر المنظم ص ۹۰ (۱۵) مشکوٰۃ

ص ۵۱۳ (درمیکتب بکیر الفاظ)

کیوں جی دہلی صاحب!

بیت اللہ کس کا گھر ہے؟ اس میں یہ چراغاں اور لائٹنگ کس نے شب ولادت کی؟

کیا آپ کے گھر میں بلا اجازت کوئی دوسرا لائٹنگ کر سکتا ہے؟

معلوم ہوا! جبکہ بیت اللہ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی کا گھر ہے تو اپنے گھر میں شب ولادت لائٹنگ بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی کروائی اور صرف اپنے گھر میں ہی نہیں بلکہ اس ساری کائنات میں ایسی لائٹنگ کروائی کہ شام اور بصری کے محلات سیدہ آمنہ کو نظر آنے لگے۔

نور اندر نور باہر ہر سمت پھیلا نور ہے
بلکہ یوں کہتے کہ سب دنیا کی دنیا نور ہے

گویا کہ ہم تو لائٹنگ اپنی اپنی بساط کے مطابق کرتے ہیں مگر ملاں وہابی اس پر فتویٰ ہائے بدعت و کفر و شرک دیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ لائٹنگ اپنی قدرت کے مطابق فرمائی اور کائنات کا ذرہ ذرہ اس لائٹنگ سے منور ہو گیا۔

در اصل ذات باری تعالیٰ نے جھنڈے لگا کر لائٹنگ فرما کر ایک دقیق بات سمجھا دی کہ لوگوں کو پتا چل جائے کہ ایسا کرنے والے کون ہیں اور میرے محبوب سے ان کا کیا تعلق خاطر ہے؟

آپ نے کیا یہ ملاحظہ نہیں کیا کہ

اگر نواز شریف نے آنا ہو تو جھنڈے اس کی پارٹی لگاتی ہے اور چراغاں اس کے کارکن کرتے ہیں۔

اگر زرداری صاحب نے آنا ہو تو جھنڈے اس کی پارٹی لگاتی ہے اور چراغاں اس کے کارکن کرتے ہیں۔

اور جب مصطفیٰ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی آمد ہو تو جھنڈے ان کی پارٹی لگاتی ہے اور چراغاں ان کے کارکن کرتے ہیں۔ مسئلہ واضح فرما دیا کہ غور سے دیکھ لو

جھنڈے لگانے والے کس کے کارکن ہیں؟ اور کفر و شرک و بدعت کہنے والے کس کے کارکن ہیں؟ چراغاں کرنے والی کس کی پارٹی ہے؟ اور اس پر جلنے جلانے والی کس کی پارٹی ہے؟

مسلم لیگ کو کیا ضرورت ہے کہ وہ پیپلز پارٹی کے قائد کی آمد پر جھنڈے لگائے یا چراغاں کرے اور پیپلز پارٹی کو کیا ضرورت ہے کہ وہ مسلم لیگی قیادت کے آنے پر جھنڈے لگائے اور چراغاں کرے اسی طرح ابلیسی پارٹی کو کیا ضرورت ہے کہ وہ مصطفوی قیادت کے آنے پر جھنڈے لگائے اور چراغاں کرے بلکہ ان کا قائد تو میلاد النبی کے موقع پر روتا اور سر پیٹتا تھا ملاحظہ ہو!

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر شیطان نے واویلا کیا

علامہ ابوالقاسم سہیلی لکھتے ہیں کہ

ان ابلیس لعنه الله رن اربع رنات رنة حين لعن رنة حين اهبط
ورنة حين ولد رسول الله صلى الله عليه وسلم ورنة حين
انزلت فاتحة الكتب .

(۱) روض الانف جلد اول ص ۱۸۱ (۲) البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد دوم ص ۲۶۷-۲۶۸

ضیاء الامت حضرت پیر کرم شاہ بھیروی رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ یوں کرتے ہیں کہ
ابلیس ملعون زندگی میں چار مرتبہ چیخ مار کر رویا پہلی مرتبہ جب اس کو ملعون قرار دیا
گیا دوسری مرتبہ جب اس کو بلندی سے پستی کی طرف دھکیلا گیا تیسری مرتبہ جب
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اور چوتھی مرتبہ جب سورۃ فاتحہ
نازل ہوئی۔ (ضیاء النبی جلد دوم ص ۵۶ از ضیاء الامت پیر کرم شاہ بھیروی رحمۃ اللہ علیہ)

پتا چلا! شب ولادت ایک پارٹی خوشیاں منا رہی تھی اور ایک پارٹی سر پیٹ پیٹ کر
واویلا کرنے میں مصروف تھی۔ نامور مؤرخ اسلام خالق ترانہ پاکستان ابوالاثر محمد حفیظ
جالدھری مرحوم نے اسی بات کو بیان کرتے ہوئے اپنی منظوم تاریخ اسلام ”شاہنامہ
اسلام“ میں ارشاد فرمایا کہ

جہاں میں جشن صبح عید کا سامان ہوتا تھا

ادھر شیطان بیٹھا اپنی ناکامی پہ روتا تھا

حضور علیہ السلام کے خدام ملائکہ کرام جھنڈے لگا رہے تھے چراغاں کر رہے تھے اور شیطان کے غلام سرپیٹ رہے تھے اور رونے دھونے میں مصروف تھے یہ ہے غلامانِ رسالت کا نرالا انداز اور دشمنانِ مصطفیٰ کا بھونڈا طریقہ ۔

پسند اپنی اپنی مقام اپنا اپنا

سبب اپنا اپنا ہے جام اپنا اپنا

ہم غلامانِ رسول اس جشن کو عید کے طور پر مناتے ہیں اور گستاخانِ رسالت یومِ سیاہ کے طور پر اور وہ ہم سے کہا کرتے ہیں کہ

”اسلام میں تو دو ہی عیدیں ہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ، تیسری عید کا تصور اسلام میں نہیں، یہ تو ان بریلویوں کی بدعت ہے۔“

”۱۲ ربیع الاول وفات النبی کا دن ہے بریلوی اس دن عید مناتے ہیں۔“

”حضور کی وفات پر غم منانا چاہیے۔“

”بریلوی قرآن و حدیث سے تیسری عید کا ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔“

”ہم ربیع الاول میں وفات النبی کا نفرنس کریں گے۔“

یہ بات کوئی مذاق نہیں بلکہ ایسا واقعہ ہوا فقیر ۱۳ ربیع الاول شریف ۱۴۳۱ ہجری کو چک ۷۴ بٹالہ نزد درماں والا موڑ کھرڈیا نوالہ میں ایک محفل میلادِ مصطفیٰ کے سلسلہ میں تقریر کے لیے گیا جسے عزیزم شاہ خوان رسول حافظ محمد رفیق قادری نے منعقد کیا تھا جس کی صدارت پیر طریقت حضرت پیر سید مدثر علی شاہ صاحب کاظمی فرما رہے تھے اور صوفی محمد شریف نقشبندی مجددی اس محفل کی روح رواں تھے دورانِ تقریر صدر محفل نے مجھے بتایا کہ اسی علاقہ میں وہابیوں نے ایک بہت بڑی کانفرنس کی ہے جس کا عنوان ”وفات النبی کانفرنس“ تھا۔

میں بہت حیران ہوا کہ گستاخانِ رسالت گستاخی رسول کے اس مقام پر جا چکے ہیں کہ وہ زندہ نبی کی وفات منا رہے ہیں اور کلمہ میں محمد رسول اللہ پڑھتے ہیں جس کا مفہوم ہے کہ حضور آج بھی اللہ کے رسول ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر وہ زندہ نہیں ہیں تو یہ گستاخ اینڈ کمپنی کلمہ کس رسول کا پڑھتے ہیں اور امتی کس نبی کے ہیں؟ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

اس موضوع پر بحث کی گنجائش تو ان اوراق میں نہیں ہے لیکن مختصر بات کرتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ وہابی صاحب تم اہل حدیث کہلا کر حدیث کا انکار کر رہے ہو! ملاحظہ ہو!

حدیث مبارکہ میں تیسری عید کا ثبوت موجود ہے
نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:
ان هذا يوم عيد جعله الله للمسلمين .

(ابن ماجہ ص ۷۷ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما)

بے شک یہ (جمعہ کا) دن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے عید (کا دن) بنایا ہے۔

حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ جمعہ کا دن عید کا دن ہے اور ایک سال کے اندر تقریباً اکیاون جمعہ کے دن آتے ہیں وہابی ایک عید نہیں مانتے حدیث سے اکیاون عیدیں ثابت ہو رہی ہیں بلکہ میرے آقا علیہ السلام نے فرمایا کہ جمعہ کا دن عیدین سے بھی زیادہ معظم ہے

ان يوم النجمة سيد الايام واعظمها عند الله وهو اعظم عند الله من يوم الاضحى ويوم الفطر .

(ابن ماجہ ص ۷۶ عن ابی لبابة بن عبد المنذر)

بے شک جمعہ کا دن دنوں کا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے عظیم دن ہے اور وہ (جمعہ کا دن) اللہ تعالیٰ کے نزدیک عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن سے بھی زیادہ شان والا دن ہے۔

وہابی صاحب! جو دن عیدین سے زیادہ عظمت والا ہے آپ اس کو عید کے برابر بھی نہیں مانتے تو آپ کہاں کے اہل حدیث ہو۔

اور پھر تم کہتے ہو کہ

بارہ ربیع الاول وفات النبی کا دن ہے اس لیے خوشی نہ مناؤ بلکہ غم مناؤ۔
بتاؤ کہ جمعہ کا دن حضرت ابوالبشر سیدنا آدم علیہ السلام کی ولادت یعنی تخلیق و
وفات کا دن ہے یا نہیں؟ آئیے! نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہی سن لیجئے!
جمعہ کا دن تخلیق و وفات آدم علیہ السلام کا دن ہے

عن اوس بن اوس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان من
افضل ایامکم یوم الجمعة فیہ خلق آدم علیہ السلام وفیہ
قبض۔

(۱) ابوداؤد شریف ج ۱ ص ۱۵۷ (۲) ابن ماجہ ص ۷۶ (۳) نسائی شریف ج ۱ ص ۲۰۳ (۴) مؤطا امام
ماک ج ۱ ص ۹۲ (تغیر فیہ مات) (۵) مشکوٰۃ ص ۱۲۰

حضرت اوس بن اوس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں
کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک تمہارے دنوں میں سے
افضل دن جمعہ کا ہے اس میں آدم علیہ السلام تخلیق کیے گئے اور اسی میں قبض
کیے گئے (فوت ہوئے)۔

اب سرکار ہی کا ارشاد ہے کہ ”جمعہ عید کا دن بلکہ عیدین سے اعظم دن ہے“ سرکار
نے بڑی شد و مد سے فرمایا: جمعہ کو غسل کرو، تیل لگاؤ، اُجلے کپڑے پہنو، عید کے دن کی
طرح مسجد میں تیاری کے ساتھ یعنی خوشی کے ساتھ آؤ اور سرکار ہی کا ارشاد ہے: جمعہ کے
دن تخلیق آدم بھی ہے اور وفات آدم بھی۔

تو وہابی صاحب! آپ کو چاہیے کہ جمعہ کو نہ نہاؤ نہ تیل و خوشبو استعمال کرو اور نہ
اُجلے کپڑے پہنو بلکہ صف ماتم بچھا لیا کرو کہ یہ حضرت ابوالبشر سب کے ابا جان کی
وفات کا دن ہے۔

رہی اہل سنت و جماعت کی بات تو وہ سرکار علیہ السلام کے ارشادات پر عمل پیرا

ہوتے ہوئے اس دن کو عید بلکہ عیدین سے اعظم تصور کرتے ہوئے خوشی خوشی عید کی طرح گزارتے ہیں۔

اور اگر تمہارا جواب یہ ہے کہ حدیث پاک میں سوگ تین دن کا منانے کا ارشاد ہے تو چشمِ مارو شن دل ماشاؤ پھر یہی جواب ہمارا اوقاتِ النبی کے لیے ہوگا اس پر تمہیں کیوں ہٹ دھرمی سے سوگ کی یاد ستاتی ہے؟ اور ہم تو حضور علیہ السلام کا سوگ اس لیے بھی نہیں مناتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

حیاتی خیر لکم ومماتی خیر لکم۔

میری حیات و ممات دونوں تمہارے لیے بہتر ہیں۔ (۱) مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۴

(۲) الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۸۱ (۳) زرقانی علی المواہب ج ۳ ص (۴) مشکوٰۃ ص

وہابی صاحب! قرآن کس کی کتاب ہے؟ کس نبی پر نازل ہوئی؟ کس کی امت کے لیے ہے؟ جواب یقیناً یہی ہوگا کہ! یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور پوری امتِ مصطفویہ کے لیے نازل ہوئی تو پھر بتاؤ اس میں عیدین کے علاوہ ایک اور عید کا بیان موجود ہے کہ نہیں؟

ملاحظہ ہو! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام نے دعا کی:

اللہم ربنا انزل علينا مائدة من السماء تكون لنا عيدا لا ولنا

وآخرنا۔ (پے مائدہ: ۱۱۴)

”اے اللہ! ہمارے پروردگار آسمان سے ہم پر مائدہ (دستر خوان) نازل فرما (تو جس دن تو یہ دسترخوان نازل فرمائے گا وہ دن) ہوگا ہمارے پہلوں

اور پچھلوں کے لیے عید (کا دن)۔“

۱۔ دیوبند کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی نے اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ

یعنی وہ دن جس میں مائدہ آسمانی نازل ہوا ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے حق میں عید ہو جائے کہ ہمیشہ ہماری

قوم اس دن کو بطور یادگار تہوار منایا کرے نصاریٰ کے یہاں اتوار کی عید ہے اور مسلمانوں کے یہاں جمعہ کی عید

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تو کیا یہ تیسری عید کا ثبوت نہیں ہے جو کہ قرآن میں موجود ہے؟ جب یہ آیت پڑھتے ہیں تو وہابی صاحب جلدی سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ عیسائیوں کی بات ہے مسلمانوں کی نہیں، تو سنئے! اگر یہی عقیدہ درست ہوتا تو نبی کریم علیہ السلام عاشورہ کا روزہ منع فرما دیتے حالانکہ یہودیوں کو یہ روزہ رکھتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ہم ان سے زیادہ حقدار ہیں کہ ہم اس دن کا روزہ رکھیں، ملاحظہ ہو! حدیث مبارکہ کہ

یوم عاشورہ کا روزہ

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو وہاں یہودیوں کو دیکھا کہ عاشورہ کے دن کا روزہ رکھتے ہیں، سبب پوچھا تو انہوں نے عرض کیا کہ اس دن منانے کا مطلب اس کے یوم نزول کو عید منانا ہے۔ (ترجمہ محمود الحسن تفسیر شبیر احمد عثمانی ص ۱۶۸)

عقل کا تقاضا یہ ہے کہ ہم بھی اس دن عید منائیں جس دن اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوئی، مگر دیوبندی کی عقل چور ہے میں پھوٹ گئی اور اس سے روٹھ گئی کہ: یہ آیت ہے کہ ”عید منانے کا مطلب یوم نزول کو عید منانا ہے“ مگر جس دن رحمۃ اللہ علیہ اور نعمت عظمیٰ جلوہ گر ہوئی، اس دن کو عید منانا اس کے نزدیک بدعت ہے۔

بدیں عقل و دانش پیادہ گریست

ان تمام دیوبندیوں وہابیوں نے اس آیت کے تحت جمعہ کو عید لکھا، حالانکہ جمعہ کی عید کو کوئی شی نازل نہیں ہوئی وہ تو سرکار علیہ السلام نے فرمایا کہ جمعہ کا دن مومنوں کے لیے عید ہے، بات تو اس دن کی ہے جس دن مائدہ نازل ہوا، دیوبندی وہابی اس دن کو تو عید مناتے ہیں جس دن مائدہ نازل ہوا اور اپنی تفسیروں میں کھل کر اس دن کو بطور عید منانا لکھتے ہیں، مگر جس دن اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کبیر جلوہ گر ہوا، اس دن کو عید نہیں مانتے اور نہ ہی تحریر کرتے بلکہ ایسا کرنے کو بدعت کہتے ہیں۔

صدر الافاضل بدرالامثل حضرت مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے تحت فرماتے

ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ جس روز اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت نازل ہو، اس کو روز عید بنانا اور خوشیاں منانا عبادتیں کرنا، شکر الہی بجالانا طریقہ صالحین ہے اور کچھ شک نہیں کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین نعمت اور بزرگ ترین رحمت ہے اس لیے حضور کی ولادت مبارکہ کے دن عید منانا اور میلاد شریف پڑھ کر شکر الہی بجالانا اور اظہارِ فرح و سرور کرنا مستحسن و محمود اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔“

(تفسیر خزائن العرفان ص ۲۰۳)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب نے فرعون سے نجات دی تھی، ہم اس کے شکر یہ میں روزہ رکھتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَنَحْنُ أَحَقُّ وَأَوْلَىٰ بِمُوسَىٰ مِنْكُمْ فَصَامَهُ وَأَمَرَ بِصِيَامِهِ .

(مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۰ کتاب الصوم باب صوم التطوع فصل ثالث)

ہم موسیٰ علیہ السلام سے تم سے زیادہ قریب ہیں، پس خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا۔

یہ حدیث پاک مندرجہ ذیل کتب صحاح میں بھی موجود ہے، ملاحظہ ہو:

(۲) ابوداؤد شریف جلد اول ص ۳۳۸ (۳) جامع الترمذی جلد اول ص ۹۶

(۴) بخاری شریف جلد اول ص ۲۶۸ (۵) ابن ماجہ شریف ص ۱۲۲

تو اگر شکرانہ میں روزہ کا حکم دیا جا رہا ہے جس کی اصل حدیث پاک کے مطابق یہ ہے کہ یہودی اس دن کا روزہ رکھتے تھے تو اسی طرح عید کیوں نہیں منائی جاسکتی؟

آیت مندرجہ بالا سورہ مائدہ سے معلوم ہوا کہ مائدہ اترنے کے دن کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عید کا دن بنایا، آج بھی اتوار کو عیسائی اسی لیے عید مناتے ہیں کہ اس دن دسترخوان اتر اٹھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اس مائدہ سے کہیں بڑھ کر نعمت بلکہ وہ نعمت عظمیٰ ہے جس پر ذات باری تعالیٰ نے مؤمنین پر احسان جتلا یا ہے، لہذا اس نعمت کے ملنے یعنی سرکاری ولادت کے دن کو بھی بطور عید منانا جائز ہے اور یوم میلاد حقیقی یوم عید ہے۔

مزید ثبوت تیسری عید کا بخاری شریف سے

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

قَالَتِ الْيَهُودُ لِعَمْرِانَ كَمْ تَقْرَأُ آيَةَ لَوْ نَزَلَتْ فِيْنَا لَاتَّخَذْنَاهَا عِيْدًا فَقَالَ عَمْرَانِي لَا عَلِمَ حَيْثُ انْزَلَتْ وَابْنُ انْزَلَتْ وَابْنُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ انْزَلَتْ يَوْمَ عَرَفَةَ وَأَنَا

واللہ بعرفة قال سفین واشک کان یوم الجمعة ام لا الیوم
اکملت لکم دینکم . (بخاری شریف ج ۲ ص ۶۶۲)

یہود نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم ایک ایسی آیت پڑھا کرتے ہو
کہ اگر وہ ہم میں نازل ہوتی تو ہم اسے (اس کے یوم نزول کو) عید بنا لیتے
تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یقیناً میں جانتا ہوں وہ آیت کیسے اور
کہاں نازل ہوئی اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تھے؟ یہ یوم
عرفہ کے دن نازل ہوئی اور اللہ کی قسم! ہم (اس وقت) میدانِ عرفات میں
تھے سفیان نے فرمایا کہ مجھے شک ہے کہ وہ دن جمعہ کا تھا یا نہ (جس دن
عرفہ میں یہ نازل ہوئی: الْیَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ) گویا جواب یہ دیا جا
رہا ہے کہ اے یہودیو! تم تو اس دن ایک عید مناتے اور ہماری اس دن دو
عیدیں تھیں ایک یوم عرفہ اور دوسری یوم جمعہ۔

تو اے وہابیو!

اگر نزولِ آیت تکمیلِ دین کے دن کو ڈبل عید کہا جاسکتا ہے اور کہنے والے حضرت
سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہیں اور ہے بھی صحیح بخاری میں
تو صاحبِ تکمیلِ دین کی ولادت کے یوم مبارک کو عید کیوں نہیں کہا جاسکتا؟ افسوس
ہے تمہارے اس گندے عقیدہ پر کہ تم یہودیوں سے بھی گیا گزرا عقیدہ رکھتے ہو حالانکہ
فقیر نے انہی دلائل کے پیش نظر عرض کیا ہے کہ

مؤمنوں پر فضل یزداں عید میلاد النبی
تجھ پہ ہو ہر عید قرباں عید میلاد النبی
تیرا چرچا چار سو ہے اہل سنت نے کیا
تجھ سے ہے بیزار شیطان عید میلاد النبی
زلزلہ تو نے کیا ایوانِ باطل میں پیا

کفر ہے تجھ سے حراساں عید میلاد النبی
 دور ظلمت ہو گئی غالب ہوا نورِ خدا
 ہے یہ سب تیرا ہی فیضان عید میلاد النبی
 جشن میلاد النبی سے برکتیں حاصل ہوئیں
 ہر کسی پر تیرا احساں عید میلاد النبی
 آگیا قرآن میں ”فَلْيَفْرَحُوا“ حکم خدا
 کیوں منائیں ہم نہ خوشیاں عید میلاد النبی
 تیری آمد پر ہو قرباں سرور بے کس کی جاں
 تیرے صدقے ہر مسلمان عید میلاد النبی
 حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب فرمایا کس
 ثار تیری چہل پہل پر ہزار عیدیں ربیع الاول
 سوائے ابلیس کے جہاں میں بھی تو خوشیاں منارہے ہیں
 وہابی صاحب! اگر ایک مٹھی بھر جماعت یا فرقہ عید میلاد النبی نہیں منارہا تو فرق کیا
 پڑتا ہے ساری کائنات جی کہ اہل حرمین شریفین آج بھی عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
 پوری دھوم دھام سے مناتے ہیں۔

جشن آمد رسول پر اثباتِ جلوس

گزشتہ اوراق میں جھنڈے لگانے کے ثبوت کے ضمن میں بیان ہو چکا کہ مدینہ
 منورہ میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے موقع پر حضرت سیدنا بریدہ
 سلمی صحابی رسول رضی اللہ عنہ نے ستر آدمیوں کا جلوس بھی نکالا رسول اللہ صلی اللہ علیہ
 وسلم کی آمد آمد تھی جلوس بھی نکلا تھا اور جھنڈا بھی لہرایا تھا بلکہ جب تک وہ قتل کے ارادہ
 سے آ رہے تھے تو نہ جھنڈا تھا نہ جلوس اور جب حضور علیہ السلام کی غلامی میں آ چکے تو جھنڈا
 بھی تھا اور جلوس بھی۔

مدینہ منورہ میں جشن آمد رسول کے جلوس

کتب صحاح میں نے ایک مسئلہ معتبر کتاب مسلم شریف اٹھائیے اس میں موجود ہے کہ جب سرکار مدینہ سرور مدینہ مہبط وحی و سکینہ جن کا نور سے معمور سینہ اور مشک سے بہتر پسینہ وہ حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہو رہے تھے مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کو اپنا مسکن بنا رہے تھے تو عین اس وقت جشن آمد رسول کے سلسلہ میں

فصعد الرجال والنساء فوق البيوت وتفرق الغلمان والخدم
في الطرق ينادون يا محمد يا رسول الله يا محمد يا رسول
الله۔ (مسلم شریف جلد ثانی ص ۴۱۹)

مرد اور عورتیں چھتوں پر چڑھ گئے غلام اور خدام رستوں میں پھیل گئے ایا محمد

۱۔..... غلام اور خدام رستوں میں پھیل گئے گو یا یہ حقیقت ہے کہ کئی مختلف راستوں پر حضور علیہ السلام کے غلام موجود تھے اور ہر راستہ پر یا محمد یا رسول اللہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں تو یہ تسلیم کرو کہ ان غلامان رسالت کا عقیدہ تھا کہ ہمارے آقا ہر راستہ میں موجود ہیں جمی تو وہ یا رسول اللہ کے نعرے لگا رہے تھے آج گستاخان رسول کہتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام ہر جگہ موجود نہیں ہیں تم یا رسول اللہ ہر جگہ پر پکارتے ہو یہ شرک ہے بتلا پیئے بموقع ہجرت جشن آمد رسول پر ہر راستہ میں جو حضور کے غلاموں نے یا رسول اللہ کے نعرے لگائے اور ہر راستہ میں سرکار کو ڈھونڈ پکارا تو کیا شرک کیا تھا غلامان رسول کی تو برد و محشر بھی یہی علامت ہوگی۔

غلام احمد مختار یوں پہچانے جائیں گے

کہ محشر میں بھی ہو گا ان کا نعرہ یا رسول اللہ

بتاؤ دہا بیو! کیا یہ صحاح کی کتب میں احادیث موجود نہیں ہیں کہ شفاعت کے سلسلہ میں تمام امت نبویہ میدان محشر میں حضور علیہ السلام کو تلاش کرتی ہوگی اور پکار پکار کر عرض کرتی ہوگی یا رسول اللہ! ہماری شفاعت فرمائیے۔

نہ تسمی ہلایاں بندی اے نہ دکھڑے بنائیاں بن دی اے

اللہ دیا سوہنیاں محبوبا گل تیرے بنائیاں بن دی اے

محشر وچ سارے رو رو کے محبوب خدا فوں آکمن مے

اج دگڑی ساری امت دی سرکار دے آئیاں بن دی اتے

تو غلامان رسول میدان محشر میں بھی ہر راستہ میں یا رسول اللہ کے نعرے لگاتے ہوئے نظر آ رہے ہوں گے۔

یا رسول اللہ! یا محمد یا رسول اللہ! پکارتے ہوئے۔

بتائیے وہابی صاحب! صحیح مسلم صحاح کی کتاب ہے کہ نہیں؟ اس کے اندر حضور علیہ السلام کی آمد پر وہ سب کچھ کہ جو ہم غلامانِ رسولِ جشنِ آمدِ محبوب کے موقع پر کرتے ہیں اس کا ثبوت ہے کہ نہیں؟ یہ مردوں اور عورتوں کا پھتوں پہ چڑھنا اور غلاموں اور خادموں کا رستوں میں پھیلنا جلوس ہے کہ نہیں؟ اور ان رستوں میں ندائے یا محمد یا رسول اللہ نعرہ رسالت کا ثبوت ہے کہ نہیں؟ لیکن یہ سب کچھ اس وقت بھی غلاموں اور خادموں نے کیا تھا آج بھی غلام اور خادم ہی کرتے ہیں۔ گستاخانِ رسالت آج اپنے لیڈروں کے لیے جلوس نکالتے ہیں اور امام الانبیاء علیہ السلام کے جشنِ آمد والے جلوس کو بدعت قرار دیتے ہیں حالانکہ بروزِ محشر ان کو بھی جلوس نکالنا پڑے گا۔

منکرین جلوسِ میلادِ قیامت کے میدان میں جلوس نکالیں گے

ملاحظہ ہو! سورہ زمر کی آخری آیات میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ
وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فَتَحَتْ
أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا ۖ الْحَ (پ ۲۳ الزمر: ۷۱)
”اور کافر جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے گروہ درگروہ یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے“۔

اور اگلی آیت میں ہے کہ

قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوًى
الْمُتَكَبِّرِينَ ۝ (پ ۲۳ الزمر: ۷۲)

”فرمایا جائے گا: جاؤ جہنم کے دروازوں میں اس میں ہمیشہ رہنے تو کیا ہی بُرا ٹھکانہ (ہے) متکبروں کا“۔

اسی طرح آقا علیہ السلام کے غلام بھی جلوس کی شکل میں جنت میں جائیں گے۔

غلامانِ مصطفیٰ بھی بروزِ محشر جلوس کی شکل میں جنت جائیں گے

وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتَّى إِذَا جَاءُوهَا
وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا أُخْرِجُوا مِنْهَا وَأُتُوا بِخَمْرٍ وَكَأَنَّهُمْ يُشْرَبُونَ (پ ۲۳ الزمر: ۷۳)

”اور جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ان کی سواریاں گروہ درگروہ جنت کی طرف چلائی جائیں گی یہاں تک کہ جب وہاں پہنچیں گے اور اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے“۔

غلامانِ رسول جو یہاں جشن آمدِ رسول کا جلوس نکالتے ہیں میدانِ محشر میں آمدِ مصطفیٰ ہوگی تو بھی جلوس نکالیں گے اور جیسے یہاں جلوس میں اپنی شفاعت کے طلبگار ہوتے ہیں ایسے ہی وہاں بھی طلبگار ہوں گے کہ مقامِ محمود پر

ع ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

مقامِ محمود مقامِ شفاعت ہے اس لیے حق ہے کہ وہاں جلوس نکال کے شفاعت طلب کی جائے مگر گستاخ اینڈ کمپنی جو اپنے مولویوں، سیاسی لیڈروں کے لیے جلوس نکالنا عین توحید اور سرکار کے لیے جلوس نکالنا بدعت سمجھتی ہے وہاں بھی اپنے انہیں لیڈروں، مولویوں کے ساتھ جلوس میں ہوگی سرکار کی شفاعت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہ ہوگا کیونکہ یہ ہر وقت یہ راگ الاپتے رہتے ہیں کہ کوئی کسی کی سفارش نہیں کرے گا ”مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ“ لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ

گناہگاروں کا روزِ محشر شفیع خیر الانام ہوگا
دہنِ شفاعت بنے گی دولہا نبی علیہ السلام ہوگا

کیونکہ فرمانِ محبوب ہے کہ

شفاعتی یوم القیامۃ لاهل الكبائر من امتی۔ (سنن ابن ماجہ ص ۲۲۹)
بروزِ قیامت میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لیے ہوگی۔

سرکار علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

شفاعتی للہالکین من امتی۔ (سارع الاربعین فی شفاعۃ سید المحبوبین)

میری شفاعت میرے ان امتیوں کے لیے ہے جنہیں گناہوں نے ہلاک کر ڈالا۔

تو جلوس قیامت کے میدان میں بھی نکلے گا اور یہ بات ثابت ہے کہ آمد محبوب عرش پر ہو تو جلوس اگر فرش پر ہو تو بھی جلوس۔

جلوس آمدِ مصطفیٰ علیہ السلام در شبِ اسری

شبِ معراج محبوبِ خدا حبیبِ کبریا علیہ السلام کی آمدِ لامکاں پر بحکمِ ایزدی ملائکہ معصومین نے جلوس نکالا اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عرش پر آج آمد ہے تو

اے جبریل! ستر ہزار فرشتہ تم ساتھ لے لو۔

اے میکائیل! ستر ہزار فرشتہ تم ساتھ لے لو۔

اور اے اسرافیل و عزرائیل! ستر ستر ہزار فرشتگان تم ساتھ لے لو اور دو لاکھ اسی ہزار فرشتوں کا جلوس لے کر (جلوسِ معراجِ مصطفیٰ یعنی محبوب کے عرش پر آنے کا جلوس لے کر) محبوب کے پاس حاضر ہو جاؤ۔ (ملخصاً درۃ التاج ص ۱۱۸)

جشن آمدِ محبوب پر بینرز بھی لگائے گئے

شبِ معراج جشن آمدِ محبوب علیہ السلام کے موقع پر آسمانوں کو بینرز کے ساتھ سجایا

گیا

ع محبوب نے آنا ہے راہوں کو سجانے دو

حکمِ خداوندی کے مطابق آسمانوں کے راستوں کو سجایا گیا اور ان راستوں پر محرابیں بنائی گئیں ان محرابوں پر بینرز آویزاں کیے گئے جن پر مختلف آیات بھی لکھی گئیں

ملاحظہ ہو! علامہ عبدالرحمان صفوری فرماتے ہیں کہ

پہلا آسمان

پہلے آسمان پر بینر لگایا گیا جس پر یہ آیت تحریر تھی:
هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ

دوسرا آسمان

دوسرے آسمان کے بینر پر لکھا ہوا تھا:
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ

تیسرا آسمان

تیسرے آسمان کے بینر پر درج تھا:
يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا

چوتھا آسمان

چوتھے آسمان کا بینر اس آیت سے مزین تھا:
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجًا

پانچواں آسمان

پانچویں آسمان کے بینر کی زینت یہ آیت مبارکہ تھی:
هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

چھٹا آسمان

چھٹے آسمان کو اس آیت کریمہ سے رونق بخشی گئی تھی:
لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ

ساتواں آسمان

ساتویں آسمان پر اس آیت مبارکہ والا بینر آویزاں تھا:

سُبْحَنَ الَّذِيْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا۔ (نزہۃ المجالس جلد دوم ص ۱۳۲ از علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ)

معلوم ہوا کہ جب محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی آمد پر جلوس نکالنا، بینرز لگانا، رستوں کو سجانا، محرابیں بنانا، حکم تعمیل خداوندی اور سنت ملائکہ کرام ہے۔

آقا کے غلاموں کو میلاد منانے دو

محبوب نے آنا ہے راہوں کو سجانے دو

نوریوں کا مشعل بردار جلوس

صاحب معارج النبوت علامہ معین کاشفی لکھتے ہیں کہ

ایک روایت میں ہے کہ براق (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری) کے دائیں اسی ہزار فرشتے اور براق کے بائیں اسی ہزار فرشتے ایستادہ تھے ہر ایک کے ہاتھ میں نورانی شمع تھی کہ ان کی چمک سے بطحی کا دالان روشن تھا۔ (معارج النبوت جلد سوم ص ۱۲۷)

جشن آمد رسول پر نوریوں کا جلوس

صاحب جامع المعجزات شیخ محمد الواعظ الرھاوی تحریر فرماتے ہیں کہ

”اللہ نے خیر مخلوقات کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا تو جنت کے باسیوں، سدرہ کے مکینوں اور عرش کے حاملوں سے جبریل نے کہا:

”کلمۃ اللہ تمام ہونے والا ہے، حکم الہی نافذ ہونے والا ہے، ان کا ظہور ہونے والا ہے جو بشیر و نذیر ہیں، سراج منیر ہیں، شافع و مشفع ہیں اور صاحب لواء الحمد ہیں، ان کی امت آمر بالمعروف اور ناہی عن المنکر ہوگی۔

عرش والو! وہ آنے والے ہیں جو صاحب امانت و دیانت اور مجاہد فی سبیل اللہ ہیں، وہ خیر مخلوقات ہیں، خاتم الانبیاء ہیں، وہ سب جہانوں کی طرف رحمت بنا کر بھیجے جانے

والے ہیں وہ جن کا نام محمد و احمد ہے جو طہ و یسین ہیں جن کا دین ناسخ الادیان ہے دنیا میں ظہور فرمانے والے ہیں۔

جبریل کا اعلان سنتے ہی ملائکہ تسبیح و تکبیر میں مصروف ہو گئے ابواب جہنم بند ہو گئے جنت کے دروازے کھل گئے اشجار جنت بار آور ہو گئے جنت کی نہریں رواں ہو گئیں طہور جنت نغمہ سرا ہو گئے حور و غلمان وجد میں آ گئے حجابات اٹھ گئے اور احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے عالم بالا میں تجلیاں پھیل گئیں۔

اللہ نے جبریل کو حکم فرمایا کہ ایک لاکھ فرشتے لے کر زمین پر جاؤ بحر و براہ و ارض و جبال میں پھیل جاؤ اور اہل زمین کو بشارت سنا دو کہ تمہیں پاک کرنے والا آ رہا ہے۔

(جامع المعجزات ترجمہ علامہ عطاء المصطفیٰ جمیل مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور ص ۲۹۷-۲۹۸)

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قال فلما فرغ جبرائیل علیہ السلام من اهل السموات امرہ اللہ ان ينزل الی الارض فی مائۃ الف من الملائکۃ فیتفرقون فی الارض وعلی رؤس الجبال والجزائر والبحار وسائر الاقطار حتی بشروا اهل الارض السابعة السفلی ومستقر النحوت فمن علم اللہ منه القبول جعلہ نقیًا نقیًا طاهرًا زکیًا
الح. (الصحیح الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم عربی ص ۳۰)

راوی فرماتے ہیں کہ جب جبریل علیہ السلام اہل آسمان سے فارغ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ ایک لاکھ فرشتوں کو لے کر زمین پر اتریں پھر یہ فرشتے زمین کے تمام گوشوں پہاڑوں کی چوٹیوں پر جزیروں اور سمندروں اور تمام اطراف و اکناف عالم میں پھیل جائیں یہاں تک کہ ساتوں زمینوں کے باشندوں اور مستقر حوت (جہاں مچھلی ٹھہری ہوئی ہے) کے رہنے والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت

دیں جو اس بشارت کو قبول کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے پاک صاف اور
پرہیزگار بنا دے گا۔

کیوں جی وہابی صاحب! ملاحظہ فرمایا آپ نے
اللہ تعالیٰ کے حکم سے جلوس

جبریل علیہ السلام کی قیادت میں جلوس

ایک لاکھ فرشتوں کا جلوس

دولاکھ اسی ہزار کا جشن معراج پر اور ایک لاکھ نوریوں کا جشن میلاد پر جلوس

زمین کے تمام گوشوں پر جلوس

پہاڑوں کی چوٹیوں پر جلوس

جزیروں اور سمندروں اور تمام اطراف و اکنافِ عالم میں جلوس

اور پھر بشارت (جشن) اور خوشخبریاں

ساتوں زمینوں کے باشندوں کو خوشخبری میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

مستقر حوت کے رہنے والوں کو خوشخبری میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اور جو اس بشارت کو قبول کرے اس کو خوشخبری میلادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

گویا کہ بذریعہ جبریل امین علیہ السلام حکم الہی ہو رہا ہے کہ

فلک کے ستاروں میں کی بہار

سب عیدیں مناؤ حضور آ رہے ہیں

کیونکہ یہ بھی توارشادِ ربانی ہے کہ

قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا (پ ۱۱ یونس: ۵۸)

”فرمادیجئے (اے محبوب!) اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے (ملنے کے)

ساتھ انہیں چاہیے کہ یہ خوشیاں منائیں۔“

تو جن پر اللہ کا یہ فضل ہوا ہے اور اس کی رحمت جنہیں ملی ہے وہ خوشیاں مناتے ہیں

فقیر نے عرض کیا ہے کہ ۔

آج مومر، خوش ہیں آئی عید میلاد النبی
عرش پر رب نے منائی عید یاد بختی
دل میں عشق مصطفیٰؐ، دھوپ پہ ہے صلہ
اہل سنت نے سجائی عید میلاد النبی
لطف اس نے پالیا جینے کا سرور بالیقین
زندگی میں جس نے پائی عید میلاد النبی ﷺ

یاد رکھئے کہ عید ہر سال منائی جاتی ہے اگر ہر سال منانا جائز نہ ہوتا تو عید الفطر یا
عید الاضحیٰ بھی زندگی میں ایک ہی مرتبہ منائی جاتی اور جمعہ کی عید تو ہر ہفتہ منائی جاتی ہے
اس لیے غلامان رسالت اسی طرح عید میلاد منایا کرتے ہیں اگر ہر سال منانا بدعت ہو
جیسا کہ گستاخان رسالت کہا کرتے ہیں کہ

”ولادت تو ایک مرتبہ ہوگئی تم ہر سال میلاد مناتے ہو؟“

تو پھر ان سے پوچھئے کہ قرآن تو ایک مرتبہ نازل ہو چکا۔

إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ (پ ۳۰ القدر: ۱)

”بے شک ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔“

تو تم ہر سال کیوں جشن نزول قرآن مناتے ہو؟

جس دلیل سے ہر سال جشن نزول قرآن منانا جائز ہے اسی دلیل سے جشن

ولادت صاحب قرآن منانا بھی جائز ہے؟ ”ما ہو جوابکم فہو جوابنا“ ۔

خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا

دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم

مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

اور

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں
ذکر آیات ولادت کیجئے
جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضا
ذکر اس کا اپنی عادت کیجئے
جلوس میں گنبد خضریٰ کے ماڈلز حضور کے تبرکات کی شبیہات

منکرین میلاد و گستاخان رسالت کہا کرتے ہیں:

جلوس میں یہ جو گنبد خضریٰ کے ماڈلز یا سرکارِ دو عالم علیہ السلام کے عمامہ شریف و دیگر تبرکات کا فوٹو یا شبیہیں اٹھائی اور جلوس کے آگے آگے چلائی یا ساتھ ساتھ لے جاتی جاتی ہیں یہ کہاں لکھا ہے اور اس کا ثبوت کہاں ہے؟ یہ بھی تو خلاف سنت (بدعت) ہے۔
تو عرض یہ ہے کہ اس کا ثبوت بھی قرآن کریم میں ہے ملاحظہ ہو!

حضرت شمویل علیہ السلام کی قوم نے ان سے عرض کیا کہ ہم پر کوئی ایسا بادشاہ مقرر کیا جائے جس کے زیر قیادت و حکومت ہم جہاد کریں تو حضرت شمویل علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم پر طالوت نامی بادشاہ کو مقرر فرمادیا ہے اور
إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ
مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ .

(پ ۲ البقرہ: ۲۴۸)

”اس (طالوت نامی بادشاہ) کی بادشاہت کی علامت یہ ہے کہ تمہارے پاس ایک تابوت آئے گا جس (تابوت) میں تمہارے رب کی طرف سے سکون و اطمینان ہوگا اور جو کچھ آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون نے اپنے ترکہ میں چھوڑا اس میں سے کچھ بقایا (تبرکات) ہوں گے اسے فرشتوں نے اٹھا رکھا ہوگا۔“

اب اس تابوت میں کہ جسے ملائکہ نے اٹھا رکھا تھا اور جلوس کی شکل میں لا رہے تھے کیا تھا؟ آئیے مفسرین سے پوچھتے ہیں:

اس تابوت میں کیا تھا جسے ملائکہ اٹھا کر جلوس کی شکل میں لائے تھے؟

حضرت سید المفسرین امام فخر الدین رازی صاحب تفسیر کبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

البقية: هي رصاص الالواح وعصا موسى وثيابه الخ .

(تفسیر کبیر ج ۱ ص ۵۰۸ مطبوعہ لاہور)

”بقية مما ترك“ یہ کچھ تختیاں تھیں (تورات کی) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ان کے کپڑے۔

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر مظہری میں فرماتے ہیں کہ
وقيل كان فيه لوحان من التوراة ورصاص الالواح التي
تكسرت وعصاء موسى ونعلاه وعمامة هرون وعصاه .

(تفسیر مظہری ج ۱ ص ۳۴۹ مطبوعہ کوئٹہ)

اور کہا گیا کہ اس میں تورات کی دو تختیاں تھیں اور کچھ ان تختیوں کے اجزاء جو ٹوٹ گئی تھیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور نعلین مبارک اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور عصا مبارک تھا۔
علامہ ابن کثیر دمشقی تفسیر ابن کثیر میں لکھتے ہیں:

عن ابن عباس في هذه الآية (وبقية مما ترك آل موسى وآل
هارون) قال عصاه ورصاص الالواح

وكذا قال قتادة والسدي والربيع بن انس وعكرمة وزاد:
والتوراة قال ابو صالح (وبقية مما ترك آل موسى وآل
هرون) يعني عصا موسى وعصا هرون ولوحين من التوراة الخ .

وقال عطية بن سعد: عصا موسى وعصا هرون وثياب موسى
وثياب هارون ورضاض الألواح .

وقال عبد الرزاق سألت الثوري عن قوله (وبقية مما ترك آل
موسى و آل هارون) فقال منهم من يقول قفیر ممن ورضاض
الألواح ومنهم من يقول العصاء والتعلان .

(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۹۹ از علامہ ابن کثیر دمشقی مطبوعہ کوئٹہ)

اس آیت (وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ) کے بارے حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہما سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا
اور تورات کی تختیوں کے اجزاء تھے۔

اسی طرح قتادہ سدی ربیع بن انس اور عکرمہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا اور یہ
زیادہ کیا کہ تورات بھی۔

ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ نے آیت مبارکہ (مندرجہ بالا) کے متعلق کہا: یعنی
عصائے موسیٰ وعصائے ہارون اور تورات کی دو تختیاں۔

عطیہ ابن سعد نے کہا: عصاء موسیٰ عصائے ہارون موسیٰ علیہ السلام کے
کپڑے اور ہارون علیہ السلام کے کپڑے اور تورات کی تختیوں کے کچھ
اجزاء۔

امام عبد الرزاق نے کہا کہ میں نے ثوری (رحمۃ اللہ علیہ) سے اس آیت
کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ بعض مفسرین نے کہا: ”من“ (جو کہ
آسمان سے نازل ہوا قوم موسیٰ پر) کا (دستر خوان میں سے کچھ) بچا ہوا
کپڑا اور تورات کی تختیوں کے اجزاء اور بعض مفسرین نے فرمایا: عصاء اور
تعلین موسیٰ علیہ السلام۔

امام جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے (بَقِيَّةُ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى) سے مراد موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور تختیوں کے ٹکڑے ہیں۔ (تفسیر درمنثور ج ۱ ص ۸۱۸ اردو مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

اسی طرح امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر طبری ج ۲ ص ۳۳۷ پر تحریر کیا ہے۔ اور امام وکیع، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن ابی حاتم نے حضرت ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ تابوت میں یہ چیزیں تھیں:

موسیٰ علیہ السلام کا عصا، موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے، ہارون علیہ السلام کے کپڑے، تورات کی دو تختیاں الخ۔ (سنن سعید بن منصور ج ۳ ص ۴۲۲)

امام اسحاق بن بشیر نے المبتداء میں اور ابن عساکر نے کلبی کے طریق سے حضرت ابوصالح عن ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سند سے روایت کیا ہے کہ ”بَقِيَّةُ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَى“ سے مراد تختیوں کے ٹکڑے، موسیٰ علیہ السلام کا عصا، حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور ان کی قباء الخ۔ (تفسیر عبدالرزاق ج ۲ ص ۳۵۸-۳۰۸)

ان اشیاء کو ایک دو فرشتے بھی اٹھا کر لاسکتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ

اس (تابوت کو) ملائکہ نے اٹھایا۔

ملائکہ لفظ ”مَلَكَ“ کی جمع ہے اور عربی میں جمع دو سے اوپر پر بولی جاتی ہے، یعنی اس تبرکات کے تابوت کو اٹھا کر لانے والے ملائکہ کم از کم تین تھے اور زیادہ کا شمار نہیں ہے کہ کتنے تھے؟

تو جس تابوت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تبرکات ہارون علیہ السلام کے تبرکات (عصا، نعلین، کپڑے وغیرہ) تھے اس کو تعظیماً ملائکہ اپنے کندھوں پر جلوس کی شکل میں اٹھا کر لائے تھے۔

اب رہ گیا یہ اعتراض کہ ”تم تو تصویریں اٹھاتے ہو اس کا ثبوت کہاں ہے؟“ تو

ملاحظہ ہو اس کا ثبوت بھی قرآن کریم میں ہے:

يَعْمَلُونَ لَهُ مَا يَشَاءُ مِنْ مَحَارِبَ وَتَمَاثِيلَ - (پ ۲۲ سہاء: ۱۳)

”اس (سلیمان) کے لیے بناتے جو وہ چاہتا اونچے اونچے محل اور تصویریں۔“

یعنی جن حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اونچے اونچے محلات پتھروں سے پرندوں کی تصاویر ایسے ہی فرشتوں، انبیاء کرام کی تصاویر کیونکہ اس شریعت میں تصویر سازی اور تصویر رکھنی حرام نہ تھی۔ (تفسیر نور العرفان ص ۶۸۵ حاشیہ: ۸-۹ مطبوعہ لاہور)

شریعت مصطفویہ میں جاندار کی تصویر بنانا رکھنا قطعاً حرام ہے اور غیر جاندار مثلاً کسی بلڈنگ یا مسجد یا عالیشان عمارت کی تصویر بنانا جائز۔

اللہ تعالیٰ نے شریعت سابقہ میں جو کچھ جائز تھا یعنی انبیاء و ملائکہ کی تصویر سازی اس سے منع نہ فرمایا بلکہ اس کا ذکر آیت مندرجہ بالا میں فرمایا اور آل داؤد کو اس پر شکر کرنے کا حکم دیا:

اعْمَلُوا آلَ دَاوُدَ شُكْرًا ۖ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ ۝

(پ ۲۲ سہاء: ۱۳)

”اے آل داؤد! شکر کرو اور میرے بندوں میں کم ہیں شکر والے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ جس قدر انعامات زیادہ ہیں شکر بھی زیادہ کرنا چاہیے آل داؤد کو اللہ تعالیٰ نے یہ انعامات و اکرامات عطاء فرمائے کہ جنہیں آیت مندرجہ بالا میں ذکر فرمایا، یعنی انبیاء و ملائکہ کی تصاویر عالیشان بلڈنگیں اللہ کے انعامات تھے ان پر شکر بجالانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

ہماری شریعت میں چونکہ غیر ذی روح مثلاً مسجد نبوی، گنبد خضریٰ، بیت اللہ شریف کی تصاویر بنانی جائز ہیں اس لیے ہم جلوس میلاد میں بناتے ہیں اور جشن آمد محبوب پر اللہ کا شکر بھی ادا کرتے ہیں جبکہ وہابی (قَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ) کے خلاف ناشکرے

بنے ہوئے ان امور سے روکتے ہیں اور انہیں بدعت کہتے ہیں جبکہ مفسرین نے فرمایا کہ متذکرہ بالا تابوت (أَنْ يَأْتِيَكُمْ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ) کی تفسیر میں مفسرین نے فرمایا کہ اس تابوت میں انبیاء کی تصاویر بھی تھیں جنہیں ملائکہ نے اٹھایا تھا معلوم ہوا کہ

جلوس میلاد بھی جائز اور اس میں گنبد خضریٰ کی تصاویر اور ماڈل اٹھانا اور ان کی تعظیم کرنا بھی جائز ہے۔

روضہ انور کی شان و عظمت کم از کم اس قدر تو ہے کہ اسے شعائر اللہ قرار دیا جائے کیونکہ صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کو اللہ تعالیٰ نے محض اس لیے شعائر اللہ قرار دیا کہ وہاں چند ساعات حضرت حاجرہ دوڑی تھیں تو جس گنبد خضریٰ میں باعث تکوین کائنات صدیوں سے آرام فرما ہیں وہ کیوں شعائر اللہ میں سے نہ ہوگا اور شعائر اللہ کی تعظیم تقویٰ القلوب ہے ارشادِ ربانی ہے کہ

وَمَنْ يُعْظِمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ . (پ ۱۷ الحج: ۳۲)

”اور جو اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری ہے۔“

تو گنبد خضریٰ کے ماڈل اور روضہ انور کو جلوس میلاد میں تعظیماً اٹھانا ساتھ لے کر چلنا دلوں کا تقویٰ ہے۔

ذکر آیات ولادت یعنی اثبات جشن میلاد از قرآن کریم

یادر ہے کہ میلاد میرے آقا علیہ السلام کے دنیا پر تشریف لانے کو کہتے ہیں اور اس ولادت کے ذکر کو میلاد کہتے ہیں اور سب سے پہلے ذکر میلاد رسول خود ذات باری تعالیٰ

۱..... اسے میلاد کہتے ہیں ولادت ہو تو ایسی ہو

اہل سنت و جماعت کے مایہ ناز عالم دین حضرت علامہ مولانا فضل الرحمان گنج مراد آبادی سے ایک منکر میلاد وہابی ملاں الجھ پڑا اور اس نے فتوؤں کی مشین گرم کر دی کہ یہ بدعت ہے اور اس کا کہیں ثبوت نہیں ہے ایسا کرنے والے بدعتی ہیں وغیرہ وغیرہ۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحات پر)

نے فرمایا ہے جو کہ قرآن کریم میں موجود ہے کہ

(۱) وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّنَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ .

(پ ۳ آل عمران: ۸۱)

(بقیہ حاشیہ) حضرت مولانا فضل الرحمان مہجی مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وہابی مولوی کو فرمایا: مولوی صاحب!

بتائیے کہ میلاد میں کیا ہوتا ہے؟ کیا میلاد میں گالی گلوچ ہوتا ہے؟ کہنے لگا: نہیں

فرمایا: تو کیا میلاد شریف میں ذمہ داریاں ہوتے ہیں؟ بولا: ایسا نہیں ہوتا۔

آپ نے فرمایا: کیا محفل میلاد میں کفریات کہے جاتے ہیں؟ اس نے کہا: ایسا بھی نہیں ہوتا۔

فرمایا: کیا میلاد میں کوئی گناہ کا کام کیا جاتا ہے؟ کہا: نہیں! ایسا جی نہیں ہوتا۔

فرمایا: تو مولوی صاحب! بتائیے میلاد کی محفلوں میں ہوتا کیا ہے؟ مولوی بہت افسردہ ہو کر بولا:

محفل میلاد میں حضور علیہ السلام کی ولادت تشریف آوری و دیگر معجزات کا بیان کیا جاتا ہے اس کے بعد صلوٰۃ و سلام دعائے خیر اور تقسیم تبرک کی جاتی ہے۔

حضرت مولانا فضل الرحمان نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہوا کہ محفل میلاد میں صرف اور صرف ذکر آمد رسول

ہوتا ہے اور فضائل و محامد مصطفیٰ یہ بیان کیے جاتے ہیں۔

مولوی وہابی صاحب نے پھر سر ہلا کر کہا: جی ہاں! ایسا ہی ہوتا ہے نبی کریم کا مبارک ذکر ولادت ہوتا ہے

آپ نے یہ جواب سن کر ارشاد فرمایا کہ

اگر اسی ذکر کا نام میلادِ مصطفیٰ ہے اور یقیناً اسی آمد رسول فضائل و محامد نبوی کو میلاد شریف کہتے ہیں تو مولوی

صاحب ایسا میلاد اللہ تعالیٰ نے خود منایا سرکار نے منایا صحابہ نے منایا (ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ) ذکر آمد مصطفیٰ خود

انبیاء کے سامنے ذاتِ خداوندی نے فرمایا (إِنَّا دَعَوْنَا إِيَّاهُ بِأَرْحَمِ الرَّحِمِينَ) اپنے فضائل کا خطبہ حضور

نے خود صحابہ کے سامنے پڑھا (آدم صلی اللہ علیہ وسلم) نوح علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ علیہ السلام حضور نے فرمایا آگاہ رہنا! میں

حبیب اللہ ہوں) صحابہ نے مجلس برپا کر کے اس خطبہ ارشاد فرمائے تو یہی کچھ اسی طریقہ سے ہم کرتے ہیں گویا

ہم تو ذاتِ باری تعالیٰ اور اس کے حبیب اعلیٰ اور ان کے اصحاب کے طریقہ پر عمل کرتے ہیں کیونکہ ہم اہل سنت و

جماعت ہیں تو تم اسے بدعت کہتے ہو بتاؤ یہ کس کا طریقہ ہے کہ جو فضائل سید العالمین کے خطبے پڑھے اسے بدعتی

کہا جائے؟ اور ایسی بابرکت محافل سے روکا جائے۔

مولوی صاحب قدموں پر گرے اور غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے معافی کے خواستگار ہوئے گویا

ع شکار کرنے کو آئے شکار ہو کے چلے

”اے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم)! یاد فرمائیے جب اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء سے اس بات کا پختہ وعدہ لیا کہ: نب میں تمہیں کتاب و حکمت عطاء فرما دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس عظمتوں والا رسول تصدیق فرماتے ہوئے اس کی جو کچھ تمہارے پاس ہو تو تم ضرور بالضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔“

میلاد النبی اور اصحاب رسول (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

وہ اصحاب رسول علیہم الرضوان کہ جن کے ایمانوں کو اللہ تعالیٰ نے تمام امت کے لیے نمونہ قرار دیا اور فرمایا:

”اٰمِنُوْا كَمَا اٰمَنَ النَّاسُ۔ (پ البقرہ: ۱۳۷)

”(ایسے) ایمان لاؤ جیسے لوگ (صحابہ کرام) ایمان لائے۔“

وہ نبی کے پیارے جانثار جن کے ایمان کو اللہ تعالیٰ نے معیار ہدایت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

لَیْنَ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدْ اهْتَدَوْا۔ (پ البقرہ: ۱۳۷)

”پس اگر وہ ایمان لائیں ایسے جیسے (اے صحابہ) تم ایمان لائے ہو تو تحقیق وہ ہدایت پالیں۔“

اور جن محبوبانِ بارگاہِ محبوب خدا کے نقش قدم پر چلنا راہِ ہدایت پر گامزن ہونا ہے نبی اکرم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اصحابی کالنجوم بابہم اقتدینم اھتدینم۔ (مشکوٰۃ ص ۵۵۴)

”میرا صحابی ستارے کی طرح ہے (ان میں سے) کسی ایک کے نقش قدم پر چلو گے ہدایت پالو گے۔“

ان صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ایک ہدایت کے ستارے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت عامر انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے گئے جبکہ وہ اپنے گھر میں اپنی قوم اور اپنے بچوں کو حضور علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے واقعات کی تعلیم دے رہے تھے:

وکان یعلم وقائع ولادته علیہ السلام لابنائہ وعشیرتہ ویقول هذا الیوم هذا الیوم۔

اور کہتے تھے کہ آج کا دن آج کا دن (بارہ ربیع الاول کا دن)۔

حضورؐ یہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

﴿

جس محفل میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مبارک کا ذکر پاک ہو وہ محفل میلاد ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی اس محفلِ میثاق میں فرمایا:

ان الله فتح لك ابواب الرحمة وملكته كلهم يستغفرون لك من فعل فعلك
نجلى نجاتك .

یقیناً اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں اور تمام ملائکہ تیرے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور جو شخص تیرے اس کام جیسا کام کرے گا وہ بھی تیری طرح نجات پائے گا۔ (التقویری فی مولد البشیر والندیر شیخ ابی الخطاب)
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

انه كان يحدث ذات يوم في بيته وقائع ولادته بقوم فيستبشرون ويحمدون
الله ويصلون عليه اذ جاء النبي صلى الله عليه وسلم قال حلت لكم
شفاعتى . (ہدیۃ المحرمین ص ۴۰ رسول الکلام ص ۴۹ التقویری فی مولد البشیر والندیر جشن میلاد
النبی کی شرعی حیثیت ص ۱۸۴)

وہ (ابن عباس) اپنے گھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے واقعات اپنی قوم
کے سامنے بیان فرما رہے تھے اور سامعین خوش ہو رہے تھے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی حمد و ثناء اور حضور
علیہ السلام پر درود و سلام پڑھتے ہوئے کہ اچانک حضور علیہ السلام جلوہ افروز ہوئے اور ارشاد
فرمایا: تمہارے لیے میری شفاعت لازم ہوگئی۔

وہابی صاحب! صحابہ نے اپنے اپنے گھروں میں میلاد منایا اور ولادت کے واقعات اپنے بچوں اور اپنی قوم
کے سامنے بیان کیے انہوں نے خوش ہو کر سماع فرمائے اور حمد و صلوة کے گجرے بارگاہِ خدا و مصطفیٰ میں پیش کیے تو
سرکار نے یہ نہیں فرمایا:

ایسا نہ کرو یہ ناجائز ہے معاذ اللہ!

کیا میں نے تمہیں ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟

کیا کسی آیت قرآنی سے ایسا کرنا ثابت ہے؟

نہیں نہیں! بلکہ آقا علیہ السلام نے مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے انہیں لازوال و بے مثال انعامات سے

نوازا کہ اے اپنے گھروں میں میری ولادت کا ذکر کرنے اور میرا میلاد منانے والو!

اللہ نے تمہارے لیے رحمت کے دروازے کھول دیئے ہیں

تمام ملائکہ تمہارے لیے بخشش کی دعائیں کر رہے ہیں

ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ

پھر تمہارے پاس عظیموں والا رسول آجائے۔

لہذا یہ بھی محفل میلاد ہے جو سب سے پہلے رب کائنات نے فرمائی اب بتائیے!
ذکر میلاد کرنا اور جشن میلاد منانا، محفل میلاد سجاویدعت ہے یا اللہ تعالیٰ کی سنت؟
وہابی صاحب! تم اللہ تعالیٰ کی سنت کو بدعت کہتے ہو جبکہ وہ فرماتا ہے کہ

فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا. (پ ۲۲ قاطر: ۲۳)

”تو تو ہرگز اللہ کی سنت کو تبدیل ہوتا نہ پائے گا۔“

جس طرح اس نے ذکر آمد محبوب فرمایا ہے اسی طرح ہوتا رہے گا اس میں تبدیلی
نہیں ہوگی چاہے منکرین اور ان کی ذریت ایڑی چوٹی کا زور لگالیں بلکہ ذکر میلاد بڑھتا
ہی چلا جائے گا کیونکہ

وَلِلْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّكَ مِنَ الْأُولَى. (پ ۳ الضحیٰ: ۴)

”اور اے محبوب! آپ کی ہر پچھلی گھڑی پہلی سے بہتر آئے گی۔“

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا
پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

اور

مٹ گئے مٹے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر
بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا

تم نجات پانے والے ہو

تمہاری مثل میلاد منانے والے بھی نجات پانے والے ہیں

اور تمہارے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی ہے۔

وہابیو! تم ان انعامات سے غلامان رسالت کو محروم رکھ کر کیوں جہنم کا ایندھ بننا چاہتے ہو؟

اللہ کی نعمت کا ذکر کرو

اللہ تعالیٰ نے خود بھی ذکر محبوب کی محفل سجائی اور حکم بھی دیا کہ
(۲) وَادْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ
فَاصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا. (پ ۲ آل عمران: ۱۰۳)
”اور اللہ کی نعمت کا ذکر کرو جو (اس نے) تم پر کی جبکہ تم دشمن تھے (آپس
میں) تو تمہارے دلوں کو جوڑ دیا، پس تم اس کی نعمت کے ساتھ بھائی بھائی
بن گئے۔“

تمہارا تو حال یہ تھا کہ
کہیں گھوڑا آگے بڑھانے پہ جھگڑا
لب جو کہیں مسکرانے پہ جھگڑا
جو پیدا تھی ہوتی کسی گھر میں دختر
تو وہ زندہ گاڑ آتے تھے اس کو جا کر
میں نے اپنے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم جیسی نعمت و رحمت عظمیٰ کو تم میں بھیجا تو
تم بھائی بھائی ہو گئے نفرت کی جگہ محبت، عداوت کی جگہ اُلفت، جنت کی جگہ امن آیا تو اس
نعمت کی وجہ سے آیا۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسیہ کیما ساتھ لایا
وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
قیموں کا والی غلاموں کا مولیٰ
وہ اپنے پرانے کا غم کھانے والا
تو اس نعمت عظمیٰ کا ذکر کیا کرو تا کہ میرا شکر ادا ہو سکے۔

وَأَشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ - (پ ۲ البقرہ: ۱۵۲)

”اور شکر کیا کرو میرا انکار نہ کیا کرو۔“

وہابیو! انکار نہ کرو بلکہ

آؤ کرے ذکر محمد دا سن راضی رب دی ذات ہووے

اساں آسیاں دی اس محفل تے اوہدی رحمت دی برسات ہووے

اپنے رب کی نعمت کا چرچا کرو

(۳) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ - (پ ۳۰ النبی: ۱۱ آخری آیت)

”اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری (میلادِ مصطفیٰ) تمام نعمتوں

سے بڑھ کر نعمت ہے کہ رب تعالیٰ نے اس نعمت کے عطاء فرمانے پر احسان جتلایا ہے کہ

(۴) لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا -

(پ ۲ آل عمران: ۱۶۴)

”البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر بہت بڑا احسان فرمایا جبکہ ان میں

رسول کو مبعوث فرمایا۔“

اس نعمت کا چرچا کرنا اسی آیت پر عمل ہے، حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان

صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

”آج کسی کے ہاں فرزند پیدا ہو تو ہر سال تاریخ پیدائش پر سالانہ جشن کرتا ہے

کسی کو سلطنت ملی تو ہر سال اس تاریخ پر جشن و جلوس مناتا ہے تو جس تاریخ کو دنیا میں

سب سے بڑی نعمت آئی اس پر خوشی منانا کیوں منع ہوگا؟ خود قرآن کریم نے حضور علیہ

السلام کا میلاد جگہ جگہ ارشاد فرمایا فرماتا ہے:

(۵) لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ - (پ ۱۱ التوبہ: ۱۲۸)

اے مسلمانو! تمہارے پاس عظمت والے رسول تشریف لے آئے ہیں تو اس ولادت کا ذکر ہوا پھر آگے فرمایا:

مِنْ أَنْفُسِكُمْ .

تمہارے نفسوں سے۔

حضور علیہ السلام کا نسب نامہ بیان ہوا کہ وہ تم میں سے یا تمہاری بہترین جماعت میں سے ہیں اور پھر

حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ .

حریص ہیں تم پر اور مؤمنین کے ساتھ رؤف و رحیم ہیں۔

حضور علیہ السلام کی نعت بیان ہوئی آج میلاد میں یہی تین باتیں بیان ہوتی ہیں۔

(جاء الحق جلد اول ص ۲۰۸ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ لاہور)

وہابی صاحب! کون سی بات میلاد شریف میں ہے جو خلاف قرآن و سنت ہے اور جسے تم بدعت کہتے ہو؟ اور نبی کریم سے عداوت کا برسر اسٹیج اعلان کرتے ہو کچھ تو شرم آنی چاہیے۔

خود اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد بیان فرمایا

جناب وہابی صاحب! ذرا سورہ مریم کا مطالعہ کیجئے کہ جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا پورا میلاد بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور ہر قرآن پڑھنے والا اس میلاد کو ایک مرتبہ ضرور پڑھتا ہے ہماری محافل میلاد میں حضرت سیدہ آمنہ والدہ رسول رضی اللہ عنہا کا تذکرہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا والدہ عیسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا اور پوری وضاحت کے ساتھ فرمایا ملاحظہ ہو! ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

(۶) وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ اتَّخَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝

فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا . (پ ۱۶ مریم: ۱۶-۱۷)

”اور یاد کیجئے کتاب میں مریم کو جب اپنے گھر والوں سے پورب کی طرف ایک جگہ اٹک گئی تو ان سے اُدھر ایک پردہ کر لیا۔“

ہم اپنی محافل میلاد میں سرکار کی آمد پر ملائکہ کا تذکرہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کے پاس میلاد عیسیٰ کے موت پر جبریل علیہ السلام کی آمد کا تذکرہ فرمایا:

(۷) فَارْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (پ ۱۶ مریم: ۱۷)

”پھر ہم نے بھیجا ان (مریم) کے پاس اپنی روح (جبریل امین) کو مکمل مثل بشر بنا کر۔“

محفل میلاد میں حضرت آمنہ خاتون سے فرشتوں کے سلسلہ کلام کا بیان کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے بھی حضرت مریم و جبریل کا سلسلہ کلام بیان فرمایا:

(۹۸) قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ نَقِيًّا (۱۸-۱۹)

رَسُولُ رَبِّكَ لَا هَبْ لَكَ غُلَامًا زَكِيًّا (پ ۱۶ مریم: ۱۸-۱۹)

”بولی: میں تجھ سے رحمن کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے بولا: میں تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں کہ میں تجھے ایک ستھرا بیٹا دوں۔“

(۱۰) قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمَسِّنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا

(پ ۱۶ مریم: ۲۰)

”بولی: میرے لڑکا کہاں سے ہوگا مجھے تو کسی آدمی نے ہاتھ نہ لگایا نہ میں بدکار ہوں۔“

(۱۱) قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِّلنَّاسِ

وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا (پ ۱۶ مریم: ۲۱)

”کہا: یونہی ہے تیرے رب نے فرمایا ہے کہ یہ مجھے آسان ہے اور اس لئے کہ ہم اسے لوگوں کے واسطے نشانی کریں اور اپنی طرف سے ایک رحمت یہ کام ٹھہر چکا ہے۔“

پھر ہم حضرت آمنہ کے ایامِ حمل کا اور بشارات کا ذکر کرتے ہیں یہ بھی

ملاحظہ ہو!

(۱۳۱۲) فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا ۝ فَاجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يَلَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسِيًّا ۝ مَنَسِيًّا ۝ (پ ۱۶ مریم: ۲۳-۲۵)

”اب مریم نے اسے پیٹ میں لیا پھر اسے لئے ہوئے ایک اور جگہ چلی گئی پھر اسے جننے کا درد ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا بولی ہائے میں کسی طرح اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور بھولی بسری ہو جاتی۔

پھر ہم محافلِ میلاد میں تبرکِ پانی، مٹھائیاں وغیرہ پیش خدمت حاضرین کرتے ہیں یہ بھی ملاحظہ ہو فرمایا:

(۱۳۱۵) فَانَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ۝ وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسْقِطُ عَلَيْكَ رَطْبًا جَنِيًّا ۝

(پ ۱۶ مریم: ۲۳-۲۵)

”تو اسے اس کے نیچے سے پکارا کہ غم نہ کھا، بے شک تیرے رب نے نیچے ایک نہر بنادی ہے اور کھجور کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلاتجھ پر تازی کھجوریں گریں گی۔“

اور پھر محافلِ میلاد کے آخر میں صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے یہ بھی ملاحظہ فرمائیے:

..... غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ رطب فرمایا ہے کھجور دو قسم کی ہوتی ہے: رطب اور تمر، تمر خشک کھجور کو کہتے ہیں جسے پنجابی میں ڈوکا بولا جاتا ہے اور رطب اس کھجور کو کہتے ہیں جو اچھی طرح پک کر خود گر جائے وہ زیادہ میٹھی اور نرم ہوا کرتی ہے تو تمر نہیں فرمایا رطب کہ میرے پیغمبر کا میلاد ہے میں اس کی خوشی میں ڈوکا نہیں بلکہ نرم میٹھی اور تازہ کھجوروں کا معلوم ہوا کہ میلاد نبی کے موقع پر نرم نرم مٹھائیاں بائنا بدعت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی سلت ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد پر ایک گلاس پانی نہیں پوری نہر اور نرم نرم میٹھی کھجوریں حضرت مریم کو عطا فرمائیں۔ (سبحان اللہ سبحان اللہ)

آخر میں سلام بھی موجود ہے:

(۱۶) وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا ۝

(پ ۱۶ مریم: ۳۳)

”اور سلام مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں اور جس دن اٹھایا جاؤں۔“

فرمائیے وہابی صاحب! پورا پورا میلاد اللہ تعالیٰ نے اسی طریقہ سے کیا بیان نہیں فرمایا جس طرح آج ہم بیان کرتے ہیں اور جس طرح ہم آخر میں کہتے ہیں کہ جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام اور کیا یہ ”وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ“ پر عمل نہیں ہے؟ مگر آپ اسے بدعت قرار دیتے ہیں سچ فرمایا کسی نے کہ

خدا جب دین لیتا ہے عقل بھی چھین لیتا ہے

بشارت (خوشخبری) میلاد حضرت یحییٰ علیہ السلام

وہابی صاحب! غور کیجئے جس طرح ہم اپنے آقا کی ولادت کی مبارکبادیاں اور بشارتیں دیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحییٰ کی بشارت عطاء فرمائی ملاحظہ ہو! قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے کہ

(۱۷) يٰۤاَيُّهَا زَكَرِيَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ ۖ اِسْمُهُ يَحْيٰى ۚ (پ ۱۶ مریم: ۷)

”اے زکریا! ہم تجھے خوشی (بشارت) سناتے ہیں ایک لڑکے کی جس کا نام یحییٰ ہے۔“

اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس مقام پر بھی سارا میلاد وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ حضرت زکریا نے بارگاہ رب العزت میں اپنی ضعیفی اور بیوی کا بانجھ پن سب کچھ عرض کر کے بیٹا مانگا اور بشارت پر تعجب کرتے ہوئے یہ بھی عرض کیا کہ ان حالات میں

میرے ہاں بیٹا کیسے ہوگا اور جواباً باری تعالیٰ نے یہی فرمایا کہ مجھ پر ایسا فرمانا نہایت آسان ہے اور پھر یہاں بھی آخر میں سلام پڑھا گیا ملاحظہ ہو:

(۱۸) وَسَلَّمْ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۝ (پ ۱۶ مریم: ۱۵)

”اور سلام ہو اس پر جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن

زندہ اٹھایا جائے گا۔“

آخر وہابیوں کو ان سب امور سے اتنی چڑ کیوں ہے جو سب کے سب قرآن پاک میں بڑی توضیح و تشریح سے بیان کیے گئے ہیں؟

جشن مناؤ: ارشادِ خداوندی ہے: ”فَلْيَفْرَحُوا“

(۱۹) ارشادِ ربانی ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا ۖ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا

يَجْمَعُونَ ۝ (پ ۱۱ پولس: ۵۸)

”تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں وہ

ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔“

بعض علماء نے فرمایا کہ اللہ کا فضل حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور اللہ کی رحمت

قرآن کریم رب فرماتا ہے:

وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا .

اور بعض نے فرمایا کہ اللہ کا فضل قرآن ہے اور رحمت حضور ہیں رب فرماتا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ .

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے نزول کے مہینے یعنی رمضان میں اور حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کی ولادت کے مہینے یعنی ربیع الاول کے مہینے خوشی منانا عبادت کرنا بہتر ہے کیونکہ

رب کی رحمت ملنے پر خوشی کرنا چاہیے اور حضور تو رب کی بڑی اعلیٰ نعمت ہیں یہ خوشی رب کی

نعمتوں کا شکر یہ ہے یہ خوشی منانا دنیا کی تمام نعمتوں سے بہتر ہے کیونکہ یہ خوشی عبادت ہے

جس کا ثواب بے حساب ہے۔ (تفسیر نور العرفان ص ۲۳۲ حاشیہ: ۳۵۱)

اللہ تعالیٰ کا فضل کبیر نبی کریم علیہ السلام ہیں

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ بِأَنَّ لَهُم مِّنَ اللَّهِ فَضْلًا كَبِيرًا ۝ (پ ۲۲ الاحزاب: ۴۷)
 ”اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ (حضور کی جلوہ گری) ان کے لیے اللہ کا
 بڑا فضل ہے۔“

”رحمة للعالمین“ بھی نبی کریم علیہ السلام ہیں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ . (پ ۱۷ الانبیاء: ۱۰۷)

”ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بھیجا۔“

اور حصولِ فضل و رحمت پر جشن منانے کا حکم بھی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرما دیا ہے کیا
 اب بھی کوئی ابہام باقی ہے۔ ”فَلْيَفْرَحُوا“ فرحت سے ہے۔

اردو میں خوشی، عربی میں فرحت، فارسی میں جشن

، مترادف الفاظ ہیں جن کا معنی ایک ہی ہے تو پھر ”فَلْيَفْرَحُوا“ کا معنی فارسی میں
 یہی ہوگا کہ ”جشن منانا چاہیے“ تو جشن تو دھوم دھڑکے سے ہی منایا جاتا ہے اور یہ تفصیل
 ارشادِ خداوندی ہے جبکہ غیر شرعی حرکات اور ممنوعات سے پاک ہو۔

وہابی صاحب! میں آپ سے ہی فتویٰ لینا چاہتا ہوں کہ یہ جو پورے ملک میں ۱۴
 اگست کو جشن آزادی منایا جاتا ہے اس کے متعلق آپ کا کیا فتویٰ ہے؟
 ع بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

تمام ذریت وہابیہ اس وقت اس جشن آزادی منانے میں پیش پیش ہوتی ہے
 معلوم ہے نا کہ اگر مخالفت کی تو غداروں کی صف میں نام آ جائے گا اس وقت یہ جشن منانا
 عین سنت کیسے بن جاتا ہے؟ مجھے اس فتویٰ کا شدت سے انتظار رہے گا۔

ہم تو جشنِ فضلِ خدا و رحمتِ عالمین بحکمِ ایزدی مناتے ہیں، تم کس کے حکم سے جشنِ آزادی مناتے ہو کہیں خدا کے مقابلہ میں کسی اور کا حکم مان کر مشرک تو نہیں ہو جاتے ہو؟

حضور علیہ السلام کی آمد کی بشارت دینا سنتِ انبیاء ہے

یہ دیکھئے! حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام امام الانبیاء علیہ السلام کی آمد کی بشارت دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

(۲۰) وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ۔ (پ ۲۸ القف: ۶)

”اور ان رسول کی خوشخبری سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام احمد ہے۔“

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ

انا دعوة ابی ابراهیم وبشارة عیسیٰ۔ (مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔

تو اگر حضور علیہ السلام کی جلوہ گری سے چھ سو سال قبل مبارکباد دینا اور خوشخبری سنانا جائز ہے اور ایسا کرنے والا کوئی عام آدمی نہیں کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہیں تو پھر حضور علیہ السلام کی تشریف آوری کے بعد مبارکباد دینا اور خوشخبری سنانا (جشن منانا، مٹھائیاں بانٹنا، جلوس نکالنا) کیوں ناجائز ہے؟

وہابی جی! یہ بدعت نہیں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے اسی لیے تو حکم فرمایا گیا ہے کہ ”فَلْيَفْرَحُوا“ ”جشن مناؤ اور گلی گلی محلہ محلہ، نگر نگر دھوم مچا دو کہ

مبارک ہو کہ ختم المرسلین تشریف لے آئے
جناب رحمۃ اللعالمین تشریف لے آئے

مبارک باد ہے ان کے لیے جو ظلم سہتے تھے
 کہیں جن کو اماں ملتی نہ تھی برباد رہتے تھے
 وہابی جی! ہمیں منع نہ کرو کیونکہ تم اپنے گھر بچہ پیدا ہونے پر ان سب بدعات کا
 ارتکاب کرتے ہو اور خوب کرتے ہو۔

تیرے گھر جم پیندا نگا جیہا بال اے
 جی و جی خوشی نال ہندا فرنہال اے
 گھر گھر ونڈے جاندے لڈواں دے تھال اے
 ایدھروی تے دیکھ ایہہ تے آمنہ دالال اے
 ایہدی واری آکھدا ایں خوشیاں مناؤ نہ
 مولوی جی ساہنوں ایس کم توں ہٹاؤ نہ

(اصغر علی اصغر مرحوم شاعر اہل سنت)

کسی کے روکنے سے اہل سنت رک نہیں سکتے
 یہ منکر جھوٹے ہیں جھوٹوں کو سچا کہہ نہیں سکتے

انہیں اللہ کے دن یاد دلائیے ”الآیت“

(۲۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ - (پ ۱۳ ابراہیم: ۵)

”اور انہیں (اے حبیب!) اللہ کے دن یاد دلائیے۔“

حکیم الامت گجراتی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

”اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ میلادِ معراج و شبِ قدر میں علماء سے

وعظ کرانا محمود ہے وہ واعظین اللہ کے دن یاد دلاتے ہیں دوسرے یہ کہ جن دنوں کو اللہ

کے پیاروں سے کوئی خاص نسبت ہو جائے وہ اللہ کے دن بن جاتے ہیں یہاں ایام اللہ

سے مراد یا تو قومِ عاد و ثمود پر عذاب آنے کی تاریخیں ہیں یا بنی اسرائیل پر من و سلویٰ

اترنے کی اور فرعون کے غرق ہونے کی اگلی آیت ہے۔ اس دوسری تفسیر کو قوت حاصل ہوتی ہے۔ (تفسیر نور العرفان ص ۷۰۷ حاشیہ ۳۰۷ ماتحت آیت مندرجہ بالا)

اگلی آیت یہ ہے کہ

وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ إِذْ كُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنْجَاكُمْ مِنْ
الْفِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ يُدَبِّحُونَ أَبْنَاءَكُمْ
وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۖ وَفِي ذَلِكُمْ بَلَاءٌ مِنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ .

(پ ۱۳ ابراہیم: ۶)

”اور جب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا کہ یاد کرو اپنے اوپر اللہ کا احسان جب اس نے تمہیں فرعون والوں سے نجات دی جو تم کو بری مار دیتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیاں زندہ رکھتے اور اس میں تمہارے رب کا بڑا فضل ہوا۔“

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا: (إِذْ كُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ) ان انعاماتِ الہی کا تذکرہ کیا کرو چنانچہ یہودی عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے کیونکہ اس دن فرعون ڈوبا تھا اس یادگار میں اسلام میں بھی یہ روزہ اولاً فرض تھا اب سنت ہے ملاحظہ ہو!

عن عائشة ان قریشا كانت تصوم يوم عاشوراء في الجاهلية
ثم امر رسول الله صلى الله عليه وسلم بصيامه حتى فرض
رمضان فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من شاء
فليصمه ومن شاء افطر. (بخاری شریف جلد اول ص ۲۵۲)

ترجمہ ملاحظہ ہو!

اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ قریش جاہلیت میں عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے (بھی) اس روزے کا حکم فرمایا، یہاں تک کہ رمضان کے روزے فرض ہوئے تو حضور نے ارشاد فرمایا: اب جو چاہے یوم عاشور کا روزہ رکھے اور جو چاہے افطار کرے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ
صام النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم عاشوراء و امر بصیامہ
فلما فرض رمضان ترک و کان عبد اللہ لا یصومہ الا ان یوافق
صومہ۔ (بخاری شریف جلد اول ص ۲۵۴)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (خود بھی) یوم عاشور کا روزہ رکھا اور
(دوسروں کو بھی) اس کا روزہ رکھنے کا حکم فرمایا پھر جب رمضان کے
روزے فرض کیے گئے تو (یہ روزہ) چھوڑ دیا گیا اور عبد اللہ (بن عمر) پھر
روزہ نہیں رکھتے تھے مگر اس لیے کہ اس (فرضی روزہ کے) موافق نہ ہو
جائے (یعنی یہ نہ سمجھا جانے لگے کہ عاشور کا روزہ بھی حسب سابق فرض
ہے)

یوم نجات کو روزہ رکھ کر منایا گیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ
قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ فرأی الیہود تصوم
یوم عاشوراء فقال ما هذا قالوا هذا یوم صالح هذا یوم نجی
اللہ بنی اسرائیل من عدوہم فصامہ موسیٰ قال فانا احق
بموسیٰ منکم فصامہ و امر بصیامہ۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۲۶۸ - مشکوٰۃ: کتاب الصوم باب صوم التطوع، فصل ثالث)

نبی کریم علیہ السلام مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ کے دن روزہ
رکھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا پس فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ (تم عاشورے کے دن

روزہ کیوں رکھتے ہو؟) تو انہوں نے کہا کہ یہ صالح دن ہے یہ وہ دن ہے کہ جس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دی تو موسیٰ علیہ السلام نے اس دن کا روزہ رکھا۔

نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

پس ہم تمہارے سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام کے حقدار ہیں پس آپ نے روزہ رکھا اور حکم فرمایا اس دن روزہ رکھنے کا۔

چنانچہ یہودی روزہ رکھتے تھے عاشورے کے دن کا کیونکہ اس دن فرعون ڈوبا تھا اس یادگار میں اسلام میں بھی یہ روزہ اولاً فرض تھا اب سنت ہے معلوم ہوا کہ بزرگوں کی یادگار منانا بڑی تاریخوں میں عبادات کرنا سنت انبیاء ہے تو اللہ تعالیٰ نے حکماً فرمایا: ”اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ“ اے بنی اسرائیل! تم ان نعمتوں کا ذکر کیا کرو اور ان کی یاد منایا کرو۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نعمت اللہ ہیں کہ نہیں؟ اور ان کی تشریف آوری (میلاد النبی) پر یوم شکر منانا چاہیے کہ نہیں؟ اور یوم میلاد منانا چاہیے کہ نہیں؟

نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام سب سے بڑی نعمت اللہ ہیں

میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ نعمت عظمیٰ ہیں کہ اللہ نے ان کو مبعوث فرما کر احسان جتلا یا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا. (پ ۳ آل عمران: ۱۶۳)

”البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مؤمنین میں رسول اللہ کو مبعوث فرما کر بہت بڑا

احسان ان پر فرمایا ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے اس نعمت کے حصول پر اس کی یاد منانے کا حکم بھی فرما دیا ہے کہ

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلْفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ

فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا . (پ ۴ آل عمران: ۱۰۳)

”اور یاد مناؤ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی کہ جب تم دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں کو (اس نعمت کے صدقہ سے) جوڑ دیا اور تم اس نعمت کے صدقہ سے بھائی بھائی ہو گئے۔“

اور فرمایا:

وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ .

اور یاد دلائیے (اے محبوب!) ان (صحابہ کرام) کو اللہ کے دن۔

تو اس نعمت عظمیٰ کے حصول کے دن سے زیادہ عظیم کون سا دن ہوگا جس کی یاد منائی

جائے؟

ایام اللہ سے مراد کیا ہے؟

پہلا قول: ایام اللہ سے مراد وہ وقائع ہیں جن میں طوفان، جراد، قمل، صفادع دم وغیرہ متواتر نازل ہوئے۔

دوسرا قول: ومن ذلك ایام العرب لحروبها وملاحمها لیوم ذی قار یوم فجار یوم قضه وغیرہ۔

تیسرا قول: نسائی اور عبد اللہ بن احمد زوائد المسند (امام احمد بن حنبل) میں اور بیہقی شعب الایمان میں ابی ابن کعب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تفسیر ایام اللہ میں فرماتے ہیں کہ ”احسانات الہی جو بنی اسرائیل پر ہوئے وہ مراد ہیں۔“

راغب اصفہانی مفردات میں فرماتے ہیں:

”ایام اللہ میں سب سے بڑی نعمت کے دن ولادت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دن اور معراج ہے“ گویا ان دونوں ایام کی یاد قائم کرنا بھی اس آیت کریمہ کے حکم میں داخل ہے اور اس اصل کے تحت ان بزرگوں کے ایام ولادت و وفات بھی آتے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے نعمتیں علم و عرفان اور تقرب کی نازل کیں۔

جیسے حضور داتا گنج بخش، حضور غوث پاک، سرکار الہند غریب نواز اجمیری، قطب عالم بختیار کعلی، محبوب الہی سلطان الاولیاء دہلوی، بابا فرید گنج شکر، حضرت علاؤ الدین صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ان کی ولادت کا جشن ان کی وفات کے دن عرس حد شریعت تک ”وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ“ کے تحت آتا ہے۔

پھر اسی میں محرم الحرام کا عشرہ، یوم بدر وغیرہ رمضان المبارک سب ایام اللہ ہیں۔
(تفسیر الحسنات جلد سوم ص ۲۸۲، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور)

ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری بھیروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عربی میں نعمتوں کو بھی ایام کہا جاتا ہے اور گزشتہ واقعات کو بھی یہاں دونوں مراد لیے جاسکتے ہیں، یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کو وہ نعمتیں یاد دلانیں جو ہم نے ان پر فرمائیں، کس طرح انہیں فرعون کے ظلم و استبداد سے رہائی دی، اُس طرح

۱۔..... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے ہمیں کیا جہنم سے نجات نہیں ملی ارشادِ بانی ہے کہ
وَ اذْكُرُوا النِّعْمَةَ الَّتِي عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءَ فَاَلَفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَاصْبَحْتُمْ بِنِعْمَةِ
اِخْوَانٍ ۚ وَ كُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِنْهَا . (پ ۲ آل عمران: ۱۰۳)
”اور اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب تم میں ہیر تھا تو اس نے تمہارے دلوں میں ملاپ کر دیا تو
اس کے فضل سے تم آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم ایک غار دوزخ کے کنارے پر تھے تو اس
نے تمہیں اس سے بچا دیا۔“

یعنی کہ تم میں اپنا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھیجا اور تم کو ان کی اطاعت کی توفیق بخشی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لیے دوزخ سے بچنے کے لیے وسیلہ عظمیٰ بنایا تو اگر قوم موسیٰ کو فرعون سے نجات ملنے کے دن اللہ تعالیٰ اس دن کی یاد منانے کا حکم فرماتا ہے تو ہمیں بھی دوزخ سے نجات ملنے کے دن کی یاد منانے کا حکم فرماتا ہے کہ (وَ اذْكُرُوا النِّعْمَةَ الَّتِي عَلَيْكُمْ) لہذا میلادِ النبی پر خوشی منانا تعمیلِ ارشادِ بانی ہی تو ہے نبی کریم علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ

الما سمیت احیداً لانی احید عن امتی نار جہنم . (تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۱ ص ۲۷۶)

میرا نام احید اس لیے ہوا کہ میں اپنی امت سے آتش دوزخ دفع فرماتا ہوں۔

تو جس محبوب کی وجہ سے امت آتش دوزخ سے محفوظ رہے اس کا جشن ولادت کیوں نہ منایا جائے؟

سمندر سے انہیں سلامتی سے گزارا اور کس طرح ان کی آنکھوں کے سامنے فرعون کو غرق کیا، انہیں گزری ہوئی قوموں کے واقعات و حالات سنائیں، رُخ۔

(تفسیر ضیاء القرآن جلد دوم ص ۵۰۵ از پیر کرم شاہ بھیروی رحمۃ اللہ علیہ)

عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں کہ

قال ابن عباس وابی بن کعب ومجاهد و قتادة "بنعم الله"
وقال مقاتل "بوقع الله في الامم السابقة قوم نوح وعاد
و ثمود" والتقدير فذكرهم بما كان في ايام الله الماضية من
النعمة او البلاء"۔ (تفسیر مظہری ج ۵ ص ۲۵۳-۲۵۵ مطبوعہ کوئٹہ)

ابن عباس، ابی بن کعب، مجاہد اور قتادہ فرماتے ہیں: ایام اللہ سے مراد اللہ کی نعمتیں ہیں۔ (تفسیر بغوی ج ۴ ص ۲۷۷ التجاریہ) مقاتل فرماتے ہیں: اس سے مراد قوم نوح، عاد اور ثمود کے واقعات ہیں۔ (تفسیر بغوی ایضاً) پس تقدیر یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی گزشتہ نعمتیں اور آزمائشیں یاد دلاؤ۔ (مظہری)

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ

امام ابن ابی جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ربیع رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ
ایام اللہ سے مراد گزشتہ قوموں کے حالات و واقعات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ان پر جاری
فرمائے۔ (تفسیر درمنثور ج ۴ ص ۱۹۲ اردو)

امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے (وَذَكَرَهُمْ بِآيَاتِ
اللَّهِ) کے تحت روایت فرمایا:

"ایام اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی
قوم پر فرمائی تھیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں قوم فرعون سے نجات دی تھی، ان کے لیے سمندر کو
پھاڑ دیا تھا، ان پر بادلوں کا سایہ کیا تھا اور ان پر من و سلویٰ اتارا تھا"۔ (تفسیر طبری

ج ۱۳ ص ۲۱۹ تفسیر درمنثور اردو ج ۴ ص ۱۹۲ تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۶۶۱ تفسیر کبیر الرازی ج ۷ ص ۶۵)

نبی کریم علیہ السلام نے خود ”ذکرہم بایام اللہ“ پر عمل فرمایا

امام اجل حافظ الحدیث حضرت سیوطی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ
امام ابن منذر اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ تعالیٰ نے حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے
روایت کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ

جب ”وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ“ کا ارشاد نازل ہوا تو آپ نے وعظ فرمایا (صلی
اللہ علیہ وسلم)

امام ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن سلمہ عن علی یا الزبیر کے طریق
سے روایت کیا ہے فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں خطاب فرماتے اور ہمیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد
دلاتے تھے۔

(تفسیر درمنثور جلد چہارم ص ۱۹۲)

جناب وہابی صاحب! اب تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے بیان کی محفل سجا کر اس میں
وعظ کرنا خود ذات نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم سے ثابت ہو گیا تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ
انعامات خداوندی کا ذکر کرنا اس کی محفل سجا کر وعظ کرنا اور شکریہ کے طور پر یہ دن منانا تو
سنت ہے بدعت نہیں!

تو اگر اس ذکر اعظم انعامات الہیہ کی آمد پر اس کے میلاد و ذکر کی محفل سجانا اس
نعمت عظمیٰ کے شکریہ میں جشن منانا خوشی کرنا وعظ کرنا کیوں کر بدعت ہوگا؟

وہابی صاحب! یہ تمہاری ہی جرأت و بے باکی ہے کہ سنت کو بدعت کہہ کر جہنم کا
ایندھن بن رہے ہو اور لوگوں کو دیر رسول سے دور لے جانے کی نئی مذموم راہیں نکال کر خود
بدعتی قرار پارہے ہو کچھ خدا کا خوف کرو۔

مولانا مفتی اقتدار احمد نعیمی کہتے ہیں کہ ”وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ الْآیۃ“ سے چند
مسائل مستنبط ہوئے:

پہلا مسئلہ: اچھے دنوں کی یادگاریں قائم کرنا جائز بلکہ واجب ہیں اس سے دینی و نبوی بہت فوائد ہیں یہ مسئلہ ”وَذَكِّرْهُمْ اِنْ“ سے مستنبط ہوا کیونکہ ”ذکر“ امر ہے اور امر اصلی معنی میں وجوب کے لیے ہوتا ہے لہذا محفل میلادِ شبِ معراج اور گیارہویں بارہویں پاکستان کی یادگار وغیرہ سب جائز ہیں۔ (تفسیر نعیمی پارہ ۱۳ ص ۴۹۰)

خلاصہ تفسیرات

مندرجہ بالا تمام تفاسیر کے حوالجات سے خلاصہ یہ نکلا کہ ”ایام اللہ“ سے مراد وہ دن ہیں کہ جن دنوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں پر انعامات فرمائے ان کی یاد منانے اور ذکر کرنے کا حکم دیا گیا ہے تو جس دن اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت کا حصول ہوا گویا وہ سب سے بڑا اللہ تعالیٰ کا دن ہے لہذا اسے سب دنوں سے اعلیٰ طریقہ سے منانا چاہیے اور اسے شایانِ شان طریقہ سے منانا اسی آیت کریمہ پر عمل ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس دن کی عظمت سمجھنے اور پھر اعلیٰ پائے پر منانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمین)

اثبات میلادِ ازا حدیث مبارکہ

منکرین میلاد کہا کرتے ہیں کہ

”محافل میلاد کرنا میلاد شریف منانا بریلویوں کی ایجاد نو ہے (بدعت ہے) حدیث میں اس کا ثبوت کہیں نہیں ہے۔“

اس کا جواب دینے سے قبل میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ جو جگہ جگہ سیرت کے جلسے ہوتے ہیں ان پر لائننگ اور چراغاں ہوتا ہے، ٹیوبیں وغیرہ لگتی ہیں، اسٹیج بنتے ہیں، دریاں بچھتی ہیں، نٹامیاں لگتے ہیں، مولوی آ کر گلے پھاڑ پھاڑ کر سارا زور حضور علیہ السلام کی اور اولیاء کا ملین کی گستاخیوں پر صرف کرتے ہیں، بہیت کذا یہ کس حدیث سے ثابت ہے، کیا یہ سب کچھ بدعت نہیں ہے؟

کیا اس طرح سیرت کے جلسے حضور نے کیے صحابہ کرام نے کیے؟
کیا اس طرح جشن نزولِ قرآن مقررہ شب قدر میں حضور نے یا صحابہ کرام نے

منایا؟

کیا جشن صد سالہ دیوبند منانے کا ثبوت قرآن و سنت میں ہے؟
کیا اہل حدیث کا یوم تائیس منانا کسی آیت یا روایت سے ثابت ہے؟
جب ایسا کرنا ثابت نہیں ہے اور یقیناً ثابت نہیں ہے تو پھر لیا تم بھی بدعتی قرار نہیں

پاتے؟

اگر تم بدعتی قرار نہیں پاتے تو اہل سنت میلادِ مصطفیٰ منا کر کیوں بدعتی قرار پاتے
ہیں؟

کیا یہ یک طرفہ ڈگری نہیں ہے؟

کیا قرآن و سنت کے قوانین سب امت کے لیے یکساں نہیں ہیں؟
کیا یہ فتویٰ ہائے کفر و بدعت و شرک صرف میلاد منانے والوں کے لیے ہی ہیں؟
کیا یوم پاکستان، جشن آزادی، یوم دفاع منانے اور یوم پیدائش قائد اعظم محمد علی
جناح و علامہ اقبال منانے پر بھی یہی فتویٰ جاری ہوگا؟

تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ (پارہ ۲ البقرہ: ۱۹۶)

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ (پارہ ۱ البقرہ: ۱۱۱)

وہابی صاحب! ان سوالات کا جواب آپ پر قرض ہے جو آپ کو ہر حال میں چکوانا
ہے ورنہ اہل سنت یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ وہابیوں کو صرف اور صرف ذاتِ
رسول اللہ علیہ السلام سے عداوت ہے بس اور کچھ نہیں اور تمہیں دعوتِ فکر دینے میں بھی
ہم حق بجانب ہوں گے کہ موت آنے اور توبہ کا دروازہ بند ہونے سے پہلے آؤ اس
عداوتِ رسول کو اپنے سینوں سے نکال دو اور سچے بچے غلامانِ رسول بن جاؤ اور جہنم کا
ایندھن بننے سے محفوظ ہو جاؤ۔

جہاں تک میلادِ مصطفیٰ کا ثبوت حدیث سے ثابت کرنے کا مطالبہ ہے تو عرض کرتا ہوں کہ آؤ!

تم سیرت النبی منانا ثابت کرو..... صحاح ستہ میں سے کہیں دکھاؤ کسی امام حدیث نے سیرت النبی کا باب ہی باندھا ہو... اور یاد رکھو تم نہیں دکھا سکتے ہو..... اور فقیر صحاح کی عظیم کتاب جامع الترمذی سے ”باب ما جاء فی میلاد النبی“ دکھاتا ہے ملاحظہ ہو! امام ترمذی نے باب ہی یہ باندھا ہے کہ

”باب ما جاء فی میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم“ .

(جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۰۲)

اور اس باب کے تحت یہ حدیث بھی لائے ہیں کہ مطلب ابن عبد اللہ ابن قیس ابن مخرمہ اپنے باپ اور وہ اپنے دادا سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

ولدت انا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل .

(جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۰۲)

میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام فیل (فیل کے سال) پیدا ہوئے۔

اور امام ترمذی کہتے ہیں: ”هذا حدیث حسن غریب الخ“ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

وہابی جی! بتائیے کیا صحابی رسول اپنا اور رسول اللہ کا میلاد بیان کر کے بدعتی تو نہیں ہو گئے؟ (معاذ اللہ تعالیٰ)

کیا امام ترمذی اس روایت کو بیان کر کے بدعتی تو نہیں ہو گئے؟ (استغفر اللہ تعالیٰ)

وہابی صاحب! آپ کی تسامح اور چشم پوشی پر میں واری واری جاؤں کہ اللہ فرمائے: ”سَلَامٌ عَلَیْهِ یَوْمَ وَلَدَ“ آپ نہ مانیں۔

ایک پیغمبر فرمائے: ”وَالسَّلَامُ عَلَیْ یَوْمَ وَلَدْتُ“ آپ نہ مانیں۔

صحابی فرمائیں: ”ولدت انا ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام

الفیل، مگر آپ کو ہرگز نظر نہ آئے۔

اور آپ بدعت بدعت کے گولے برساتے ہی چلے جائیں (انا لله وانا الیہ

راجعون)۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا

لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

مگر وہابی جی! آپ کی چشم پوشی اور بدعت کے فتووں سے کون میلاد منانا

چھوڑے؟

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اور

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے

وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

وہابی صاحب! اب تو خود آپ کے مجدد نواب صدیق الحسن بھوپالوی ”الشمامہ

العنبریہ“ میں مولوی ابراہیم میرسیالکوٹی ”سراجا منیر“ سیرۃ المصطفیٰ میں مولوی نواز چیمہ

”خطبات چیمہ“ میں مولوی اشرف علی تھانوی ”مواعظ میلاد النبوی“ میں اسی طرح ”نشر

الطیب“ میں سارے کا سارا میلاد لکھ کر بدعتی ہو چکے ہیں ذرا ان کی بھی خبر لیجئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا میلاد منایا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سامنے

اپنے فضائل کا خطبہ ارشاد فرما کر محفل میلاد منائی، ملاحظہ ہو! حضرت وائلہ بن اسقع رضی

اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ان اللہ اصطفیٰ من ولد ابراہیم اسماعیل واصطفیٰ من ولد

اسماعیل بنی کنانہ واصطفیٰ من کنانہ قریشا واصطفیٰ من

قریش بنی ہاشم واصطفائی من بنی ہاشم ۔

(جامع الترمذی جلد دوم ص ۲۰۱ مشکوٰۃ ص ۵۱۳ نشر الطیب تھانوی ص ۱۸)

بے شک اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم علیہ السلام سے اسماعیل علیہ السلام کو چنا اور اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے بنی کنانہ کو چنا اور بنی کنانہ سے قریش کو چنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور مجھے بنی ہاشم سے چنا۔

حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا: ان الله خلق الخلق فجعلني من خير فرقهم وخير الفريقين ثم خير القبائل فجعلني من خير القبيلة ثم خير البيوت فجعلني من خير بيوتهم فانا خيرهم نفسا وخيرهم بيتا ۔

(جامع الترمذی ج ۲ ص ۲۰۱)

اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا تو مجھے ان میں سے بہتر فرقہ سے بنایا اور فریقین کو پسند فرمایا تو جن قبائل کو پسند کیا مجھے ان میں سے بہتر قبیلہ سے پسند فرمایا پھر گھروں کو پسند کیا تو مجھے بہتر گھرانے سے پسند فرمایا پس میں ان سے ذاتی اور گھرانے کے اعتبار سے بہتر ہوں۔

نبی کریم علیہ السلام سے حضرت عباس راوی ہیں کہ

فقام النبي صلى الله عليه وسلم على المنبر فقال من انا فقالوا انت رسول الله قال انا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب ان الله خلق الخلق فجعلني في خيرهم ثم جعلهم فرقتين فجعلني في خيرهم فرقة ثم جعلهم قبائل فجعلني في خيرهم قسيلة ثم جعلهم بيوتا فجعلني في خيرهم بيتا وخيرهم نفسا ۔ (جامع الترمذی جلد دوم ص ۲۰۱)

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا: میں کون ہوں؟

صحابہ کرام نے عرض کیا: آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپ نے فرمایا: میں محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب ہوں بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے ان میں سے اچھے لوگوں میں پیدا فرمایا پھر اچھے لوگوں کی دو جماعتیں بنائیں اور مجھے ان لوگوں کی بہتر جماعت میں سے بنایا پھر ان کے قبیلے بنائے تو مجھے ان میں سے اچھے قبیلے سے بنایا پھر اللہ تعالیٰ نے ان قبیلوں کے گھر بنائے تو مجھے اچھے گھر والوں سے بنایا پس میں ذات حسب و نسب کے لحاظ سے ان سب سے بہتر ہوں۔

بتائیے وہابی جی! کیا یہ محفل میلاد نہیں ہے؟

صحابہ سامعین ہیں خطیب الانبیاء صحابہ سے خطاب فرما رہے ہیں اور موضوع فضائل مصطفیٰ ہے تو ایسی محفل سجا کر لوگوں کے سامنے حضور علیہ السلام کے حالات ولادت و فضائل و محمد نبوی بیان کرنا ان احادیث سے ثابت ہے کہ نہیں؟ اور نبی کریم علیہ السلام کی سنت ہے کہ نہیں؟ مگر آپ ہیں کہ بڑی ڈھٹائی سے کہے جاتے ہیں: حدیث سے ثابت نہیں..... بدعت ہے..... نبی کریم نے ایسا نہیں کیا۔

خرد کو جنوں کہہ دیا جنوں کو خرد

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

وہابی صاحب! لیجئے ملاحظہ کیجئے! ایک اور حدیث مبارکہ:

حضور علیہ السلام نے خود اپنی ولادت کے حالات بیان فرمائے

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بارگاہ سرور کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمیں اپنی ذات پاک کے بارے آگاہ فرمائیے! ”اخبرونی عن نفسك“ تو ارشاد فرمایا: ”انا دعوة ابی ابراهیم و بشیری عیسیٰ علیہ السلام و رأت امی حین حملت بی الہ خرج منها نور اضاءت له قصور الشام“۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۶۰، انھما نعل الکبریٰ ج ۱ ص ۲۴، مشکوٰۃ ص ۵۱۳، تاریخ الخلفاء ج ۳ ص ۲۳۱)
میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا (کاثر) ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ
السلام کی بشارت ہوں اور جب میری والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا مجھ سے حاملہ ہوئیں تو ان
سے ایک نور خارج ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے وہ نور میں ہوں۔

نور ازلی چمکیا غائب اندھیرا ہو گیا
کملی والا آ گیا ہر تھاں سویرا ہو گیا
کیوں جی وہابی صاحب! سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ
میں دعائے ابراہیم ہوں بشارت عیسیٰ ہوں وہ نور ہوں جس کی روشنی سے میری
والدہ نے شام کے محلات دیکھ لیے۔

کیا یہ سب کچھ وہی باتیں نہیں ہیں جو ہم غلامان رسالت محافل میلاد میں بیان
کرتے رہتے ہیں اور اسے آپ بدعت کے فتوؤں سے نوازتے رہتے ہیں حالانکہ رسول
اللہ کے خود بیان فرمانے سے یہ بیان کرنا سنت قرار پائے ہم تو سرکار کی سنت سمجھ کر بیان
کرتے ہیں کہ ۔

ہوا پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نوید مسیحا

یوم میلاد کی اہمیت

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ
سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن صوم الاثنين فقال
فيه ولدت . (مشکوٰۃ شریف ص ۱۸۹)
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن کا روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو
آپ نے فرمایا: اس دن ہماری ولادت ہوئی (لہذا روزہ رکھا کرو)
وہابی جی! جن اہل حرمین کو تم اپنے بے ملانا باعث افتخار سمجھتے ہو اور کہتے ہو کہ وہ بھی

ہمارے عقیدہ کے وہابی ہیں وہ آج بھی پیر کے دن کا روزہ اس لیے رکھتے ہیں کہ یہ یوم
میلاد مصطفیٰ ہے مگر تم ہو کہ اس مقام پر انہیں بھی بدعتی کہنے سے نہیں چوکتے ہو؟
ع ارے تجھ کو کھائے تپ ستر ترے دل میں کس سے بخار ہے
اہل حرمین کا میلاد منانا ہمارے لیے کافی ہے (حاجی امداد اللہ مہاجر کی)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ
ربیع الاول شریف میں حضور علیہ السلام کا مولود شریف تمام اہل حرمین یعنی مکہ
شریف اور مدینہ شریف کے لوگ کرتے ہیں پس ان کا میلاد شریف منانا ہی ہمارے
واسطے حجت یعنی دلیل کافی ہے۔ (امداد الشیخ ص ۵۰ از مولوی رشید احمد گنگوہی)

بتائیے ذریت نجد یہ!

اثبات رفع یدین کے لیے تو تمہارے نزدیک اہل حرمین حجت ہیں
اثبات آمین بالجہر کے لیے تو تمہارے نزدیک اہل حرمین حجت ہیں
دیگر مسائل فقہیہ میں تو آپ اہل حرمین کے ساتھ ہیں!
مگر میلاد شریف منانے میں آپ ان سے اتنا سخت اختلاف کرتے ہیں کہ وہ
اکیلے ہی اس میدان میں رہ جاتے ہیں اور آپ دُوم دبا کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں آخر
..... پاکستانی وہابیوں کی دورنگی چال

پاکستان کے وہابی جیسے میلاد شریف کے سلسلہ میں اہل حرمین کے کٹر مخالف ہیں اسی طرح میں رکعت نماز
تراویح میں بھی ان کی زبردست مخالفت کرتے ہیں وہ تراویح میں رکعت ادا کرتے ہیں یہ اسے بدعت قرار دے کر
آٹھ رکعت ادا کرنا سنت بتاتے ہیں تمام اہل حرمین حنبلی مقلد ہیں جبکہ یہ وہابی غیر مقلد ہیں اور تقلید شخصی کو شرک
کہتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ

شرک کی اک شاخ ہے تقلید
تو نے سچ کہا ثناء اللہ

ہم کہتے ہیں کہ

دو رنگی چھوڑ کر ایک رنگ ہو جا
ہر اس موسم ہو یا سنگ ہو جا

وجہ کیا ہے؟ کہ میٹھی میٹھی ہپ اور کڑوی کڑوی تھوہ۔ میاں محمد صاحب عارف
کھڑی روئی پنجاب فرماتے ہیں کہ

بعض رنگاں تے مرمر جاویں بعضیاں توں وٹ کھاویں
بعضیاں مٹیں بعضیاں منکر توں منصف کیویں سداویں

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان نے
بھی میلادِ مصطفیٰ کی محفل سجائی ملاحظہ ہو! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

جلس ناس من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لمخرج حتی اذا دنی منهم سمعهم يتذاكرون قال بعضهم ان
اللہ تعالیٰ اتخذ ابراهيم خلیلاً وقال آخر "موسیٰ کلمہ اللہ
تکلیماً" وقال آخر "عیسیٰ کلمہ اللہ وروحہ" وقال آخر
"آدم اصطفاہ اللہ تعالیٰ"۔ (ترمذی مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
الجمیعین) تشریف فرماتے تھے پس حضور علیہ السلام تشریف لائے حتیٰ کہ ان سے
قریب ہو گئے تو انہیں کچھ تذکرہ کرتے ہوئے سنا ان میں سے بعض نے کہا
کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا دوست بنایا۔

دوسرے صاحب بولے کہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔

ایک اور صاحب گویا ہوئے:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔

ایک دوسرے صحابی نے ارشاد فرمایا:

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جن لیا۔

تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”قد سمعت کلامکم عجبکم ان ابراهیم خلیل اللہ وهو

کذلك وموسى نجى الله وهو كذلك وعيسى روحه وكلمته

وهو كذلك وادم اصطفاه الله وهو كذلك الا وانا حبيب

الله“۔ (ترمذی مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

تحقیق میں نے تمہارا کلام کرنا اور تعجب میں پڑنا سنا، یقیناً حضرت ابراہیم علیہ

السلام اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں اور وہ ایسے ہی ہیں (جیسا کہ تم نے کہا) اور

موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے راز کی باتیں کرنے والے ہیں واقعی وہ ایسے

ہیں اور عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی روح اور کلمہ ہیں واقعی وہ ایسے ہی ہیں

حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جن لیا، واقعی وہ ایسے ہی ہیں مگر خیال

رکھنا کہ میں اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوں۔

کیوں جی وہابی صاحب! صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ذکر انبیاء و فضائل مرسلین

کی محفل (محفل میلاد) سجائی کہ نہیں؟ نبی کریم علیہ السلام نے اور دیگر ان اصحاب رسول

سے سامعین نے اس محفل میں شرکت کر کے اس کو سنا کہ نہیں اور پھر اسی محفل میں سرور

کوئین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فضائل کا خطبہ ارشاد فرما کر اور صحابہ نے یہ خطبہ سن کر

محفل میلاد منائی کہ نہیں؟ اور اس طرح فضائل انبیاء کی محفل (محفل میلاد) برپا کرنا

سنت صحابہ بنا کہ نہیں اور فضائل سید المرسلین بیان کرنا خود سنت مصطفویہ قرار پایا کہ نہیں اور

سنی بریلوی حنفی اسی طرح کرنے کے سنت پر عمل کرتے ہیں کہ نہیں؟

اور تم اسے بدعت قرار دے کر جہنم کا ایندھن بنتے ہو کہ نہیں؟

ایک اور صحابی رسول حضرت عطاء ابن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

لقيت عبد الله ابن عمرو بن العاص قلت اخبرني عن صفة

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراة قال اجل واللہ انہ
لموصوف فی التوراة ببعض صفته فی القرآن .

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۴)

میں حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور عرض کیا:
مجھے حضور علیہ السلام کی وہ نعت شناد جو تورات میں ہے انہوں نے کہا:

... میلاد کا مقام ... نوافل و قیام ... سنت خیر الانام علیہ السلام

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ شب اسری کے دو لہا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا کہ

اتیت بدابة فوق الحمار ودون البغل خطوها عند منتهی طرفها فرکت ومعی
جبرئیل علیہ السلام فسرت فقال انزل فصل ففعلت فقال اتدری ابن صلیت؟
صلیت بطیبة والیہا المهاجر ثم قال انزل فصل فصلیت فقال اتدری ابن
صلیت؟ صلیت بطور سیناء حیث کلم اللہ موسیٰ علیہ السلام ثم قال انزل
فصل فصلیت فقال اتدری ابن صلیت؟ صلیت بیت لحم حیث ولد عیسیٰ
علیہ السلام الخ . (سنن الترمذی جلد ۱ ص ۷۷-۷۸)

ایک چوپایہ لایا گیا (شب معراج) جو گدھے سے بڑا اور ٹھہرے چھوٹا تھا اس کا قدم منہ پر نظر
پر پڑتا تھا میں اس پر سوار ہوا اور میرے ساتھ جبریل علیہ السلام تھے پس میں چلا تو حضرت جبریل
نے عرض کیا: اتر یہ اور نماز (نفل) ادا کیجئے! پس میں نے (ایسا) کیا تو جبریل نے عرض کی: کیا
آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نفل ادا کیے؟ آپ نے طیبہ میں نفل ادا کیے جو آپ کی ہجرت
گاہ ہے (پھر میں چلا تو) جبریل نے کہا: اتر یہ اور (نفل) نماز ادا کیجئے! پس میں نے نفل پڑھے
تو جبریل نے عرض کیا: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کس جگہ پر یہ نماز (نفل) ادا کی؟ آپ
نے طور سینا وہ مقام جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا اس مقام پر نفل ادا
کیے ہیں پھر (میں چلا تو) جبریل نے عرض کی: اتر یہ اور (نفل) نماز ادا فرمائیے! پس میں نے
نفل ادا کیے تو جبریل نے عرض کیا: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے (یہ نفل) نماز کہاں ادا کی؟
آپ نے (یہ نفل) نماز بیت اللحم میں ادا کی ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد ہوا تھا (ان
کی ولادت والی جگہ پر) (باقی حاشیہ اگلے صفحات پر)

کھہرو! سنو! اللہ کی قسم! وہ البتہ ضرور موصوف تھے قرآن میں ان بعض صفات سے جو تورات میں ہیں۔

(بقیہ حاشیہ) اس حدیث مبارکہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے:

- (۱) مدینہ منورہ جا کر آپ کی ہجرت گاہ سمجھتے ہوئے نوافل ادا کرنا سنت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔
- (۲) جس جگہ کو کسی اہل اللہ سے نسبت ہو جائے وہاں پر رک کر (دورانِ سفر) نفل ادا کرنا بھی میرے مدنی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی سنت ہے جیسا کہ طورِ سینا کو موسیٰ علیہ السلام سے نسبت ہے اور میرے آقا نے وہاں نفل ادا کیے۔

- (۳) پیغمبر کے میلادِ والی جگہ پر (میلادِ النبی کی نسبت سے) نفل ادا کرنا بھی تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے جیسا کہ بیت اللحم (مقامِ میلادِ عیسیٰ علیہ السلام) پر سرکار نے نفل ادا فرمائے۔
- حضرت جبریل علیہ السلام نے اس جگہ کا تعارف ہی میلاد کے حوالہ سے کروایا کہ ”حيث ولد عيسى عليه السلام“ اس حیثیت سے (یہاں نفل ادا کیے کہ) وہ مقام ولادت عیسیٰ علیہ السلام ہے۔

کیوں نبی وہابی صاحب!

اگر میلاد اور میلادِ النبی والی جگہ کی کوئی اہمیت نہ ہوتی تو سیدنا جبریل علیہ السلام اس مقام پر کسی اور حوالے سے تعارف کرواتے یا یہاں نفل ادا کرنے کے لیے عرض نہ کرتے کہ یہ میلاد کی جگہ ہے اس کی کیا حیثیت ہے؟ بس ٹھیک ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام یہاں پیدا ہوئے تھے اس وقت نفل ادا کر لینے کافی تھے اب تو سینکڑوں سال کا عرصہ گزر گیا اب کیا ضرورت ہے؟

حضرت جبریل علیہ السلام نے باقی تمام حوالے چھوڑ کر صرف اور صرف میلاد کے حوالے کا ذکر فرمایا کہ ”حيث ولد عيسى عليه السلام“ تاکہ پتا چل جائے کہ میلاد کے حوالہ سے جگہ کی اہمیت کا عقیدہ اور وہاں میلاد کی وجہ سے نفل ادا کرنا (میلادِ النبی منانا) اور میلاد سے سینکڑوں سال بعد نبی کریم سے وہاں نفل ادا کروانا صرف بریلوی ایجاد نہیں جبریلی اعتقاد ہے اور یہ صدیوں پرانا طریقہ ہے۔

شب معراج: آسمانوں کو سجا کر..... محرابیں بنا کر..... بینرز لگا کر..... راستے سجا کر..... جہنم بجھا کر..... جنت کی زیبائش کروا کر..... جبرائیل و میکائیل اسرائیل و عزرائیل کو بھنڈے پکڑا کر..... براق بھیج کر خصوصی طور پر اس مقام ولادت پر نفل اس لیے بھی پڑھوائے گئے کہ کل اگر میرے حبیب کے غلام اس کے میلاد سے سینکڑوں سال بعد میلاد کے موقع پر

..... سجا نہیں..... جھنڈیاں لگائیں..... جھنڈے لہرائیں..... محرابیں بنائیں..... بینرز لگائیں..... رستے سجائیں..... زیبائش و آرائش کا سامان کریں..... بیس..... گاڑیاں..... اونٹ وغیرہ بازاروں میں سجا کر لائیں تو

کوئی بے ایمان پاگل ان پر پھبتیاں نہ کہے اور بدعت و کفر و شرک کے فتوے نہ دے بلکہ ان کو یہ سب کچھ کرنے میں حق بجانب تصور کرے کہ شب معراج یہ سب اہتمام و انتظام کر کے میلادِ عیسیٰ علیہ السلام منایا گیا اور ”وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللَّهِ“ کے مطابق اس دن کی یاد دہائی گئی جس دن عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد ہوا تھا اور ”قُلْ يَفْضِلُ اللَّهُ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا“ پر عمل کرتے ہوئے یہ سب اہتمام و انتظام بھی کیا گیا اور نوافل بھی پڑھے گئے کہ ”هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ“ کا عملی مظاہرہ بھی ہو جائے۔

نار تیری چہل پہل پر ہزار عیدیں ربیع الاول

سوائے ابلیس کے جہاں میں بھی تو خوشیاں منارہے ہیں

حدیث مبارکہ میں لفظ ”والیہا المہاجرو“ پر توجہ فرمائیں

کہ یہ طیبہ (مدینہ منورہ) آپ کی ہجرت گاہ ہے۔

ابھی ہجرت گاہ بنی نہ تھی بلکہ زمانہ مستقبل میں بنی تھی مگر اس کا ادب و احترام اور اس میں نوافل پہلے سے ادا کیے گئے۔

معلوم ہوا کہ جو مقام اہل اللہ سے نسبت (مستقبل میں) پانے والا ہو وہ بھی محترم و معظم ہوا کرتا ہے اس مقام میں برکت و عظمت اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی رکھی ہوئی ہے ملاحظہ ہوا حضرت سلیمان علیہ السلام نے مدینہ منورہ کی تعظیم کی

صاحب تفسیر نعیمی جناب مفتی صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ

روایت ہے کہ ایک مرتبہ تخت سلیمانی کسی سفر پر جاتے ہوئے ایک جنگل پر سے گزرنے لگا تو سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا کہ تخت اتار لیا جائے چنانچہ تخت زمین پر آ گیا آپ نے اپنے تمام ساتھیوں سے فرمایا کہ ”یہ گیارہ میل کا میدان سب لوگ پیدل ننگے پیر طے کریں گے۔“

جب میدان طے ہو گیا تو تخت لایا گیا سب لوگ دوبارہ تخت پر بیٹھے آپ نے اس جگہ کچھ دیر قیام فرما کر ایک محفل قائم فرمائی۔

محفل میلاد اور سلیمان علیہ السلام

جس میں آپ نے تقریر فرماتے ہوئے اس میدان کو پیدل اور ننگے پیر طے کرنے کی وجہ بیان فرمائی کہ ”ایک وقت آئے گا جب یہاں سرکار ختم المرسلین و انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں گے اس کو اپنا وطن بنائیں گے یہیں آپ کا حراز مقدس ہوگا۔“

پھر کچھ ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت خوانی فرمائی اور فرمایا کہ ”ساری مخلوق پر اس جگہ کا ادب واجب ہے۔“

اس وقت آپ کے ساتھ ایک بادشاہ طبع نام کے تھے انہوں نے عرض کی کہ حضور! اگر اجازت ہو تو میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہیں ٹھہر جاؤں سلیمان علیہ السلام نے اجازت دے دی اس طرح سب سے پہلے یہاں آبادی اور رہائش کی بنیاد ان ہی بادشاہ اور ان کے ساتھیوں نے رکھی اور بادشاہ کے نام پر اس شہر کا نام طبع یا طوبی رکھا گیا جو بعد میں طیبہ کہلایا۔

پھر اس کا نام ایک شخص کے نام پر یثرب رکھا گیا آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام بدل کر مدینہ رکھا جس کو رب تعالیٰ نے منورہ بنادیا اور طیبہ یا طوبی نام باقی رکھا مگر یثرب نام ختم کر دیا اس لیے کہ یثرب کا ایک معنی خراب بھی ہے یعنی یثرب اور بیماریوں والا اب اس کو یثرب کہنا شرعاً گناہ ہے جو جان کر کہے گا وہ بد بخت جہنمی ہے۔

طبع بادشاہ کا مکان وہی تھا جس میں ہجرت کے وقت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ رہتے تھے حضرت ایوب انصاری اسی بادشاہ کی اولاد میں سے تھے آج وہاں مسجد قبا شریف ہے۔

بادشاہ نے وفات کے وقت ایک رقعہ لکھا تھا جس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ ادب تقریر عید میلاد النبی کی محفل اور اس سرزمین کا تعارف پھر اپنا یہاں ٹھہر جانا بہت سی آباد کرنا اس کا نام رکھنا اپنا غائبانہ ایمان لانا اور عشق مصطفیٰ میں اپنا حال اور ہر چیز کا تذکرہ لکھا وہ رقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام تھا نسل در نسل ہوتا ہوا اس وقت حضرت ایوب انصاری کے پاس تھا جب اس گھر میں آقائے کائنات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو خود فرمایا:

”لاؤ ہمارے نام لکھا ہوا خط۔“

تب حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے حیران اور خوش ہوتے ہوئے وہ خط دیا۔
(تفسیر نعیمی ج ۷ ص ۳۶۷-۳۶۸ مطبوعہ نعیمی کتب خانہ گجرات)

اس ماں دیاں ریاں کون کرے؟

روایت ہے کہ ایک مرتبہ تحت سلیمانی اڑتا چلا جا رہا تھا تو نیچے زمین پر کھڑی ایک عورت نے کہا کہ ”قربان جاؤں اس ماں پر جس کا ایسا شان و شوکت عزت و عظمت والا بیٹا ہے۔“

آپ نے فرمایا کہ

”میری ماں سے بھی افضل ایک اور ماں دنیا میں آنے والی ہے جو محمد مصطفیٰ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں ہوگی۔“

سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ

(تفسیر نعیمی پارہ ۷ ص ۳۶۸ مطبوعہ گجرات)

آج لوگ کہتے ہیں کہ حضرت آمنہ مؤمنہ نہ تھیں! مگر سلیمان علیہ السلام انہیں اپنی والدہ سے افضل بتا رہے ہیں۔

آج بے ایمان کہتے ہیں: روضہ رسول کی نیت کر کے مدینہ منورہ نہ جاؤ مگر اللہ تعالیٰ کا پیغمبر اسی نیت سے کہ یہاں حضور کی آخری آرام گاہ ہوگی اس کا ادب و احترام کرتے اور اس زمین پاک پر ننگے پاؤں چل رہے ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

ہاں ہاں روہ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ
ادھ پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم و سر کی ہے

اور ارشاد فرمایا کہ

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا
ارے سر کا موقع ہے ادھ جانے والے

ابھی وہاں سرکار کی جلوہ گری ہوئی نہ تھی..... مرقہ منورہ بنانا تھا کہ سلیمان علیہ السلام مع اپنے سارے لشکر کے تمام شہر مدینہ کا علاقہ (جو اس وقت جنگل و بیابان تھا) پیدل اور ننگے پاؤں طے فرما رہے ہیں تو اب تو وہ مدینہ منورہ میرے آقا کی ہجرت گاہ بن چکا ہے اور وہاں آپ کا روضہ انور موجود ہے تو اس مقام کا ادب و احترام کتنا ضروری اور لازم ہوگا؟

بعد ہجرت مدینہ منورہ افضل ہے مکہ معظمہ سے بھی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَلَا خَيْرَ لَكَ مِنْ الْأُولَىٰ ۝ (پ ۳۰ النحل: ۴)
”اور آخری (گھڑی) بہتر ہے آپ کے لیے پہلی سے۔“

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ هَاجَرُوا إِلَى اللَّهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظَلَمُوا لَنبَوِّنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً. (پ ۱۴ النحل: ۴۱)
”اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھربار چھوڑے مظلوم ہو کر ضرور ہم دنیا میں ان کو اچھی جگہ دیں گے۔“

علامہ مفتی اقتدار احمد نعیمی مہجراتی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

ان آیات طیبات سے چند مسئلے مستنبط ہوتے ہیں:

پہلا مسئلہ: تمام فقہاء اور اہل علم فرماتے ہیں کہ ہجرت نبوی کے بعد مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ افضل ہے چنانچہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر بہت دلائل قائم فرمائے ہیں اس آیت کریمہ نیز سورۃ النحل کی آیت ۴۱ (وَلَا خَيْرَ لَكَ مِنْ الْأُولَىٰ) سے بھی یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے اس لیے کہ یہاں مدینہ طیبہ کو ”حسنة“ یعنی

ساری کائنات میں تمام مقامات سے شرافت و فضیلت والا شہر فرمایا گیا ہے اور اس آیت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے وطن مکہ معظمہ کے مقابل دوسرے وطن مدینہ طیبہ کو "خیبر" فرمایا گیا۔

یہ دونوں آیتیں مدینہ طیبہ کی فضیلت کے ثبوت میں اتنی مضبوط دلیلیں ہیں کہ مخالفین کے پاس ان کا کوئی جواب نہیں۔ **فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذٰلِكَ**۔ (تفسیر نعیمی پارہ ۱۴ ص ۲۸۲ مطبوعہ گجرات)

اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ شہر..... مدینہ منورہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ

اللّٰهُمَّ اَنْتَ اَخْرَجْتَنِيْ مِنْ اَحَبِّ الْبَقَاعِ فَاسْكِنْنِيْ مِنْ اَحَبِّ الْبَقَاعِ الْبَيْتِ . (المستدرک للحاکم ج ۲ ص ۲۶)

یا اللہ! تو نے مجھے اس شہر سے ہجرت کروائی جو مجھے دنیا کی تمام بستیوں سے زیادہ محبوب تھا اب مجھے وہاں سکونت عطا فرما جو جگہ تجھے تمام کائنات سے زیادہ محبوب ہو۔

تو اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ السلام کا مسکن قیامت تک کے لیے مدینہ منورہ بنادیا معلوم ہوا کہ یہ شہر اللہ تعالیٰ کو بھی ساری کائنات کے شہروں سے زیادہ محبوب ہے اس لیے یہی افضل ہے۔

نبی اکرم علیہ السلام کا محبوب شہر..... مدینہ منورہ

بروزِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو دعا فرمائی کہ

اللّٰهُمَّ حَبِّبِ الْبَيْتَ الْمَدِيْنَةَ كَحَبْنَا مَكَّةَ اَوْ اَشَدَّ .

(جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۲۵ از شیخ محقق دہلوی)

اے اللہ! مدینہ منورہ کو ہمارا محبوب شہر بنادے جیسا کہ مکہ مکرمہ ہمارا محبوب شہر تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

معلوم ہوا کہ مدینہ منورہ حضور علیہ السلام کو مکہ مکرمہ سے زیادہ پسند تھا لہذا مکہ سے افضل ہے۔

صحابی رسول کا عقیدہ

حضرت استاذِ حاکم نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۷۰ ہجری) فرماتے ہیں کہ

روایات میں آیا ہے کہ مردان بن الحکم نے مکہ مکرمہ میں خطبہ دینا شروع کیا ایک دن منبر پر بیٹھا مکہ کے فضائل بیان کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ پر جن اکرام و انعام کی بارش کی ہے اس کی مثال کہیں نہیں ملتی وہ اس موضوع پر بڑی لمبی گفتگو کر رہا تھا (صحابی رسول حضرت) رافع بن خدیج بھی منبر کے ساتھ ہی بیٹھے اس کی باتیں سن رہے تھے وہ اٹھے اور کہنے لگے:

آپ نے مکہ کی بڑی تعریف کی بڑا مبالغہ کیا میں سنتا رہا اس سے انکار نہیں کہ مکہ بڑا محترم شہر ہے مگر آپ نے مدینہ منورہ کا ذکر نہیں کیا میں نے حضور کی زبان سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب چاہتے جہاں چاہتے
نبی کریم علیہ السلام کی محفل نعت و محفل میلاد سجا لیتے اور نعتیں سنتے سناتے فضائل محبوب
کے تذکرے کرتے کرتے تھے اور اسی طرح آج بھی ہم جہاں چاہیں جب چاہیں سرکار

المدينة الفضل من مكة. (شرف النبی ص ۳۹۲)

مدینہ منورہ مکہ مکرمہ سے افضل ہے۔

طیبہ نہ سہی زاہد مکہ ہی سہی افضل

ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

پھر حضرت جبریل کا یہ عرض کرنا کہ طور سینا پر دو نقل ادا فرمائیے اس پر بھی غور ہو کہ وہاں کلیم اللہ علیہ السلام کا
کلام ہوا تو وہ مقام معظم مکرم متبرک ہو گیا تو جہاں حبیب اللہ علیہ السلام تا قیام قیامت آرام فرما رہے ہیں اس
مقام کی عظمت کا اندازہ کون کرے؟

علماء امت کا اجماع

شیخ محقق علی الاطلاق حضرت شاذ بہد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

تمام علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے اجماع کے بعد یہ بات ثابت ہے کہ وہ نکل از مین جو حضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے جسم مبارک سے ملا ہوا ہے وہ تمام اجزائے زمین یہاں کہ کعبہ سے بھی افضل ہے بعض علماء کہتے ہیں کہ وہی
نکل از مین آسمانوں سے بلکہ عرش اعظم سے بھی افضل ہے۔ (جذب القلوب ص ۲۲ اردو از شیخ محقق)
فقیر اس موضوع پر ہی تحریر کرتا جائے تو کتاب کا موضوع ہی فضائل مدینہ منورہ ہو کر رہ جائے گا مگر خوف
طوالت اس موضوع کو یہیں چھوڑ کر آگے بڑھتا ہے۔

تو اس حدیث پاک میں بھی میلاد النبی کو اجاگر کیا گیا جو منکرین میلاد وال حدیث کہلا کر میلاد کو بدعت کہتے
ہیں ان کے لیے لہو فکر یہ ہے کہ اس پر غور کریں ورنہ ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ

اونٹ رے اونٹ تیری کون سی کل سیدھی

سوائے بدعت سازی کے اور کوئی کام ان منکرین عظمت مصطفیٰ کو نہیں ہے بس لتوئی سازی ہی ان کا کام

ہے کہ

جس نے میلاد پر جھنڈا لگایا وہ بھی بدعتی

جس نے گھر کو سجا یا وہ بھی بدعتی

جس نے ٹیڈی بین مرچیں لگائیں وہ بھی بدعتی

جس نے میلاد کا جلوس نکالا وہ بھی بدعتی

کی نعتوں کی محفل (محفل میلاد) سجالیتے، نعتیں پڑھ پڑھا لیتے ہیں کہ یہ سنت صحابہ کرام ہے۔

وہابی صاحب! اتنے قرآن و سنت کے دلائل ہم نے پیش کیے جن میں اثبات محفل میلاد موجود ہے، کہیں تم بھی کوئی ایک دلیل پیش کرو کہ حضور نے اس سے منع فرمایا ہو یا صحابہ کرام نے کہا ہو کہ ایسا نہ کیا کرو؟

هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝

کسی امر کو ناجائز بدعت منع کہنے کے لیے دلیل ضروری ہے

جس امر سے منع نہ کیا گیا ہو وہ مباح ہے اسے ناجائز قرار دینے کے لیے قرآن و حدیث سے دلیل کی ضرورت ہے کیونکہ ”الاصول فی الاشیاء اباحۃ“ ہر شئی میں اصل اباحت ہے اور حلال وہ جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول اعلیٰ قرآن و حدیث میں حلال فرمادیں اور حرام وہ ہے جسے حرام قرار دے دیں اور جس سے خاموشی فرمائیں وہ مباح ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ

الحلال ما احل الله في كتابه والحرام ما حرم الله في كتابه

وما سكت عنه فهو مما عفى عنه. (جامع الترمذی جلد اول ص ۲۰۶)

حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن کریم) میں حلال قرار دیا

اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن کریم) میں حرام قرار

دیا اور جس سے سکوت فرمایا وہ مباح ہے۔

اور جس کو مؤمنین مستحسن قرار دیں وہ اللہ کے نزدیک بھی مستحسن ہوتا ہے ملاحظہ ہو

حدیث پاک!

ما رآه المؤمنون حسناً فهو عند الله حسن. (جاء الحق ج ۱ ص ۳۳)

جس (امر) کو مؤمنین مستحسن جانیں وہ عند اللہ مستحسن ہوتا ہے۔

میلاد شریف کو صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر آج تک امت مرحومہ نے

مستحسن قرار دیا اور کسی نے اس سے منع نہیں کیا سوائے مٹھی بھروہائیوں اور قبیحین ابن عبد الوہاب نجدی کے اور یہ لوگ میلاد شریف کو بدعت قرار دیتے ہیں، نامعلوم یہ بدعت کسے سمجھتے ہیں؟

ضیاء الامت حضرت پیر کرم شاہ انا زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض متشددین محفل میلاد کے انعقاد کو بدعت کہتے ہیں اور بدعت بھی وہ جو مذمومہ (سنیہ) ہے اور ضلالت ہے، بے شک حدیث پاک میں بدعت سے اجتناب اور پرہیز کا حکم دیا گیا ہے، غور طلب امر یہ ہے کہ

بدعت کا مفہوم کیا ہے؟

اگر بدعت کا مفہوم یہ ہے کہ

وہ عمل جو عہد رسالت میں اور عہد خلافت راشدہ میں نہ تھا اور اس کے بعد ظہور پذیر ہوا، وہ بدعت ہے اور بدعت مذمومہ ہے اور اس پر عمل کرنے والا گمراہ ہے اور دوزخ کا ایندھن ہے۔

تو پھر اس کی زد صرف محفل میلاد پر ہی نہ پڑے گی بلکہ امت کا کوئی فرد بھی اس زد سے بچ نہیں سکے گا، یہ علوم جن کی تدریس کے لیے بڑے بڑے مدارس اور جامعات اور یونیورسٹیاں قائم کی گئی ہیں اور جن پر کروڑھاروپہ خرچ کیا جا رہا ہے، ان علوم میں سے بیشتر وہ علوم ہیں جن کا خیر القرون میں یا تو نام و نشان ہی نہ تھا اور اگر تھا تو اس کی موجودہ صورت کا کہیں وجود نہ تھا۔ صرف 'نحو' معانی، 'بلاغت' اصول الفقہ، اصول حدیث یہ تمام علوم بعد کی پیداوار ہیں، کیا جن علماء و فضلاء نے ان علوم کو مدون کیا اور اپنی گراں قدر زندگیاں، اپنی قیمتی صلاحیتیں اور اوقات ان کو معراج کمال تک پہنچانے کے لیے اور ان کی نوک پلک سنوارنے کے لیے صرف کیے

کیا وہ سب بدعتی تھے؟

اور اس بدعت کے ارتکاب کے باعث وہ سب ان حضرات کے فتویٰ کے مطابق

جہنم کا ایندھن بنے، پھر گزشتہ چودہ صدیوں میں اسلام کے دامن میں کون رہ جاتا ہے جسے جنت کا مستحق قرار دیا جائے؟ اسی طرح علوم قرآن و سنت اور فقہ کی تدوین تو خیر القرون میں نہیں کی گئی تھی یہ بھی بعد میں آنے والے علماء و فضلاء کی شبانہ روز جگرکاریوں اور کاوشوں کا ثمر ہیں، پھر یہ علوم جن کا وجود ہی مجسمہ بدعت ہے کی تدریس کے لیے جو جامعات اور یونیورسٹیاں آج تک تعمیر کی گئیں یا اب بھی تعمیر کی جا رہی ہیں ان پر کروڑھا روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے

کیا یہ سب تعلیماتِ دینیہ کی خلاف ورزی ہے؟

اور غضبِ الہی کو دعوت دینے کا باعث ہے

یہ عظیم الشان مسجدیں اور ان کے فلک بوس مینار اور ان کے مزین محراب عہد رسالت میں کہاں تھے؟

کیا ان سب کو آپ گرا دینے کا حکم دیں گے؟ کیا آپ قاطع بدعت کہلانے کے جنون میں اپنی فوج سے توپیں، ٹینک، بمبار طیارے سب چھین لیں گے؟ اور اس کے بجائے انہیں تیرکمان دے کر میدانِ جنگ میں جھونک دیں گے۔

جو بدعت کی تعریف آپ نے کی ہے وہ تو ان تمام چیزوں کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوئے ہے کیا اسلام جو دینِ فطرت ہے اس کی ہمہ گیر تعلیمات اور اس کی جہاں پرور روح کو آپ اپنے ذہن کے تنگ زنداں میں بند کرنے کی ناکام کوشش میں اپنا وقت ضائع کرتے رہیں گے؟

ہم ان حضرات کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ علماء اسلام نے بدعت کی جو وضاحت اور تشریح کی ہے اس کو پیش نظر رکھا جائے تو اس قسم کے توہمات سے انسان کو واسطہ ہی نہیں پڑتا وہ فرماتے ہیں کہ

بدعت کی پانچ قسمیں ہیں

واجب، مستحب، مکروہ، مباح، حرام

(۱) بدعت واجبہ

اس نئی چیز میں کوئی مصلحت ہو تو واجب ہے جیسے علوم صرف و نحو وغیرہ کی تعلیم و تدریس اور اہل زلیغ و باطل کا رد۔ اگرچہ یہ علوم عہد رسالت میں موجود نہ تھے لیکن قرآن و سنت اور دین کو سمجھنے کے لیے اب ان کی تعلیم و تدریس واجباتِ دیدیہ میں سے ہے اسی طرح جو باطل فرقے اس زمانہ میں ظاہر نہیں ہوئے تھے بلکہ بعد میں موجود ہوئے ان کی تردید آج کے علماء پر فرض ہے۔

(۲) بدعت مستحبہ

وہ (نئی) چیزیں جن میں لوگوں کی بھلائی، بہتری اور فائدہ ہے وہ مستحب ہیں جیسے سراؤں کی تعمیر تاکہ مسافروہاں آرام سے رات بسر کر سکیں یا میناروں پر چڑھ کر اذان دینا تاکہ مؤذن کی (اذان کی) آواز دور دور تک پہنچ سکے یا عام مدارس کا قیام تاکہ علم کی روشنی ہر سو پھیلے۔

یہ مستحبات اور مندوبات میں سے ہے۔

(۳) بدعت مباحہ

جیسے کھانے پینے میں وسعت اور فراخی اچھا لباس پہننا، آٹا چھان کر استعمال کرنا، یہ مباحات شرعیہ ہیں، اگرچہ عہد رسالت میں ان چھنے آئے کی روٹی استعمال ہوتی تھی،

۱۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اذا ظهرت الفتن او قال البدع فليظهر العالم علمه ومن لم يفعل ذلك فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل الله منه صرفا ولا عدلا .

(کنز العمال ج ۱ ص ۷۹، لسان المیزان ج ۵ ص ۹۱۱، تاریخ خطیب بغدادی)

جب فتنے ظاہر ہوں یا فساد یا بد مذہبیاں ظاہر ہوں تو اس وقت عالم اپنا علم ظاہر کرے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس پر اللہ اس کے فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض قبول کرے گا نہ نفل۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی ان چھنے آٹے کی روٹی تناول فرمایا کرتے لیکن اگر کوئی شخص آٹا چھان کر روٹی پکاتا ہے تو یہ اس کے لیے مباح ہے بدعت اور گمراہی نہیں تاکہ اس کو دوزخی ہونے کی یہ حضرات بشارت سنائیں۔

بدعت مکروہہ

وہ کام جس میں اسراف ہو وہ مکروہ ہیں اس طرح مساجد اور مصاحف کی غیر ضروری زیب و زینت۔

بدعت ضالہ

ایسا فعل جو کسی سنت کے خلاف ہو اور اس میں کوئی شرعی مصلحت نہ ہو یہ حرام ہے۔
(فیاء النبی جلد دوم ص ۵۲۳۵ از حضرت پیر کرم شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھیروی)

شارح مسلم امام ابو زکریا محی الدین بن شرف النووی نے فرمایا:

البدعة بكسر الباء في الشرع هي احداث ما لم يكن في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم وهي منقسمة الى حسنة وقيحة قال الشيخ الامام المجمع على امامته وجلالته وتمكنته في انواع العلوم وبراعته ابو محمد عبد العزيز بن عبد السلام رحمه الله تعالى ورضي عنه في آخر كتاب القواعد البدعة منقسمة الى واجبة ومحرومة ومندوبة ومكروهة ومباحة۔ (القسم الثاني من تهذيب الاسماء ص ۲۲)

شریعت میں بدعت (باء کے کسرہ کے ساتھ) اس کو کہتے ہیں کہ ایسی نئی چیز پیدا کرنا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نہیں تھی اور اس کی دو قسمیں ہیں: بدعت حسنہ بدعت قبیحہ۔ علامہ ابو محمد عبد العزیز بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ ورضی اللہ عنہ جن کی امامت و جلالت شان پر ساری امت متفق ہے اور تمام علوم میں جن کی مہارت و براعت کو سب تسلیم کرتے ہیں انہوں

نے اپنی کتاب ”القواعد“ کے آخر میں بیان کیا ہے کہ بدعت کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

واجب، حرام، مستحب، مکروہ اور مباح۔

امام ابو زکریا محی الدین بن شرف النووی صحیح مسلم کی اپنی شرح میں ”کُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“ الحدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ

هَذَا عام مخصوص والمراد غالب البدع قال اهل اللغة هي كل شيء عمل على غير مثال سابق قال العلماء البدعة على خمسة اقسام واجبة ومنذوبة ومكروهة ومحرمة ومباحة فمن الواجب نظم ادلة المتكلمين للرد على الملاحدة والمبتدعين وشبه ذلك ومن المندوبة تصنيف كتب العلم وبناء المدارس والربط وغير ذلك ومن المباح التبسط في الوان الاطعمة وغير ذلك والحرام والمكروه ظاهران .

(شرح صحیح مسلم للإمام النووی ص ۲۸۵)

”کُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“ اگرچہ عام ہے لیکن یہ مخصوص (البعض) ہے یعنی ہر بدعت ضلالت نہیں بلکہ غالب بدعت ضلالت ہوتی ہے لغت میں اس چیز کو بدعت کہتے ہیں جس کی مثال پہلے موجود نہ ہو اور علماء کرام کہتے ہیں کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں:

(۱) واجب (۲) مستحب (۳) حرام (۴) مکروہ (۵) مباح

واجب کی مثال یہ دی ہے جیسے متکلمین کا ملحدین اور اہل بدعت پر رد کرنے کے لیے اپنے دلائل کو منظم کرنا۔

۱۔ مثلاً فقیر اور اس کے ہم مشرب علماء کا میلاد النبی کے منکرین کے لیے رد کرتے ہوئے اور دیگر کتب کا تصنیف کرنا بھی بدعت واجبہ ہے کیونکہ اس طرح حضور علیہ السلام کے عہد مبارکہ ظاہرہ میں اہل الحاد کے رد میں کتابیں تصنیف نہ کی گئیں تو کیا یہ بھی بدعت ضلالت ہوگی؟ نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ یہ بدعت تو بدعت حسنہ واجبہ ہے۔

مستحب کی مثال یہ ہے کہ مختلف علوم و فنون پر کتابیں تصنیف کرنا مدارس تعمیر کرنا اور سرائیں وغیرہ بنانا۔

مباح کی مثال یہ ہے کہ جیسے طرح طرح کے لذیذ کھانے پکانا وغیرہ اور حرام و مکروہ ظاہر ہیں۔

امام موصوف نے تہذیب الاسماء واللغات میں بدعت محرمہ کی مثال یہ دی ہے: قدر یہ جبرئیل مرجہ اور مجسمہ کے مذاہب باطلہ بدعت مکروہہ کی مثال مساجد کی بلا ضرورت و مقصد تزئین وغیرہ۔ (تہذیب الاسماء واللغات ص ۲۲)

لیکن محفل میلاد کے انعقاد میں نہ کسی سنت ثابتہ کی خلاف ورزی ہے اور نہ ہی کسی فعل حرام کا ارتکاب ہے بلکہ یہ نعمت خداوندی پر اس کا شکر ہے اور شکر ادا کرنا کثیر آیات سے ثابت ہے اسی طرح آیت ”فَلْيَفْرَحُوا“ سے اس فضل و نعمت خداوندی پر اظہار مسرت کرنا حکیم الہی ہے۔ (ضیاء النبی جلد دوم ص ۵۴)

میلاد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کی محافل کو بدعت ادنا جائز کہنے سے پہلے منکرین

لے وہابیوں کی دورنگی چال اور منافقانہ پالیسی

لواب و حیدالزماں وہابی لکھتے ہیں کہ

”لعمت البدعة“ (یہ حضرت عمرؓ (رضی اللہ عنہ) نے تراویح کی ایک جماعت کر دینے کی نسبت کہا) یعنی یہ بدعت اچھی ہے بدعت دو قسم کی ہے: ایک بدعت ضلالت جس کو سید بھی کہتے ہیں دوسری بدعت ہدایت جس کو بدعت حسنہ بھی کہتے ہیں جو بدعت اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے موافق ہو گو اس کی مثال پہلے سے نہ ہو مثلاً سخاوت کی نئی شکلیں یا عمدہ اور بہتر کاموں کی نئی صورتیں (جیسے کوئی یتیم خانہ یا بیوہ گھریا بیت المساکین یا بیت المعذورین یا کتب خانہ یا قرض حسنہ کا بینک یا مدرسہ یا صنعت و حرفت و تجارت اور زراعت و علوم دینیہ یا مدرسہ تعلیم طب و علاج ادویہ قائم کرے) وہ بدعت حسنہ ہے اور اس پر ثواب کی امید ہے بدلیل دوسری حدیث کے ”من من منة حسنة كان له اجرها واجر من عمل بها ومن من سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها“ اور حضرت علیؓ (رضی اللہ عنہ) نے جو تراویح کو بدعت فرمایا وہ اسی معنی میں ہے یعنی بدعت حسنہ ہے کیونکہ انحال خیر میں داخل ہے اور اللہ اور اس کے رسول کے احکام کے موافق ہے اور بدعت اس کو اس لیے کہا کہ آنحضرتؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تراویح اس انتظام کے ساتھ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بتائیں کہ کیا اسے بدعت کہنا از خود ایک بدعت نہیں ہے؟ اور کیا سیرت کے جلے بہمیت کذا سیہ منعقد کرنا بدعت نہیں ہے؟ اور کیا وہ ایسا کر کے بدعتی نہیں ہوتے؟

(بقیہ حاشیہ) نہیں پڑھی تھی جو انتظام حضرت عمرؓ (رضی اللہ عنہ) نے کیا تھا بلکہ کئی راتیں پڑھ کر اس کو چھوڑ دیا تھا ابو بکر صدیقؓ (رضی اللہ عنہ) کے زمانہ میں بھی ایسا ہی رہا حضرت عمرؓ (رضی اللہ عنہ) نے اپنے زمانے میں سب لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کیا اور روزانہ تراویح پڑھنے کے لیے رغبت دلائی اسی لیے اس کو بدعت کہا فی الحقیقت وہ سنت ہے کیونکہ آنحضرتؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: ”علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين من بعدی“ اور فرمایا: ”اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر و کل بدعة ضلالة“ اس سے یہی مراد ہے کہ جو بدعت سیہ ہو اور مخالف اصول شرع ہو وہ گمراہی ہے تمام ہوا کلام ابن اثیر کا۔

مترجم (وحید الزماں اہل حدیث وہابی) کہتا ہے کہ بدعت کی تحقیق اور تنقیح میں علماء نے بہت گفتگو کی ہے اور اس باب میں جداگانہ مستقل رسالے تالیف ہوئے ہیں اور قول محقق یہ ہے کہ بدعت لغوی کی دو قسمیں ہیں: حسنہ اور سیئہ البکر، بدعت شرعی ہمیشہ سیئہ ہوتی ہے جیسے حدیث میں ہے: ”کل بدعة ضلالة“ اب بدعت شرعی کی تعریف علماء نے یہ کی ہے کہ دین میں جو کوئی نئی بات بغرض ثواب اور اجر نکالی جائے جس کی دلیل کتاب و سنت سے نہ ہو اور قرون ثلاثہ میں اس کی نظیر نہ ملے جیسے کوئی شخص ایک نئی طرح کی نماز یا اذان یا اور کوئی عبادت نکالے مثلاً صلوٰۃ معکوس، صلوٰۃ الرغائب، صلوٰۃ غوثیہ وغیرہ وغیرہ طرح طرح کے چلنے اور عملیات، تسخیرات جو آنحضرتؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین سے ماثور نہیں ہیں یا جو عبادت کا طرز اور محل اور موقع آنحضرتؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ثابت ہے اس کو بدل کرنی شکل کردے مثلاً نماز پڑھ کر اذان دیا کرے یا عید کی نماز سے پہلے خطبہ سنائے یا ایک رکوع کے بدلے ہر رکعت میں دو رکوع کرے یا ایک ہی سجدے پر اکتفاء کرے فجر کی چار رکعتیں پڑھے مغرب کی دو رکعتیں اذان کے بعد پھر تہویب یا ترجم کرے لوگوں کو پکارے: ”الصلوة ایہا المؤمنون“ کہہ کر یا نماز کے بعد مصافحہ یا معانقہ شروع کرے (حالانکہ مصافحہ ایک ہاتھ سے صرف ملاقات کے وقت مسنون ہے) یا مجلس میلاد یا سماع یا عرس یا چراغاں یا صندل یا گیارھویں یا سوم دہم چہلم مجلس مرثیہ خوانی اور ماتم قائم کرے اور ان کاموں کو بغرض ثواب اور اجر بجالائے تو یہ سب گمراہی ہوں گے اور ان کا کرنے والا بدعتی گمراہ گنا جائے گا اب رہیں رسوم شادی کی (مثلاً شادی میں ہلدی یا مہندی یا زعفران لگانا زرد کپڑے پہننا پھولوں کے ہار پہننا یا گلے میں ڈالنا) اور غمی کے اور کھانے پہننے کے اوضاع اور اشکال جب نیت تہتہ بالکفار کی نہ ہو بدعت شرعی نہیں ہو سکتے اس لیے کہ یہ رسوم اور اوضاع بغرض ثواب اور اجر نہیں کی جاتیں نہ ان کا کرنے والا ان کو عبادت سمجھتا ہے اور مدارس اور باطالت اور سرائیں اور پل وغیرہ یہ بھی بدعت شرعیہ نہ ہوں گے کیونکہ اس کی دلیل کتاب و سنت میں موجود ہے بعض نے مجلس میلاد کو بھی بدعت شرعیہ سے خارج کیا ہے اور اس کو بدعت حسنہ

ہم نے تو آیات قرآنیہ سے فضل و نعمت خدا پر شکر کرنے کا اثبات فراہم کیا، منکرین کہیں سے منع بھی دکھا دیں ایک آیت یا حدیث پاک کی ایک روایت دکھا دیں کہ اللہ تعالیٰ یا اس کے حبیب اعلیٰ نے فرمایا ہو کہ حصول فضل و نعمت پر شکر نہ ادا کرو اور

منہ مانگا انعام پائیں

ورنہ ہم کئی ایک آیات پیش کر سکتے ہیں منجملہ ان آیات سے ایک یہ بھی ہے ملاحظہ

کیجئے:

وَأَشْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ إِنَّ كُنتُمْ لَإِيَّاهُ تَعْبُدُونَ. (النحل: ۱۱۳)

”اور شکر کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا اگر تم اسی کی ہی عبادت کرتے ہو۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

نعمۃ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم .

(تفسیر ابن عباس زیر آیت: أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللَّهِ كُفْرًا)

اللہ کی نعمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

(باقی حاشیہ) قرار دیا ہے بشرطیکہ دوسرے منکرات شرعیہ سے خالی ہو۔ (لغات الحدیث جلد اول ص ۱۱۸-۱۱۷)

مطبوعہ نعمانی کتب خانہ لاہور)

قارئین! ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ وہابی جسے چاہیں باوجود رسوم ہونے کے بدعت قرار نہ دیں اور جسے

چاہیں باوجود بدعت حسنہ قرار دینے کے بھی بدعت سیئہ میں بھی شامل کرتے رہیں۔

ع جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

شادی کی رسوم کی اصل تو قرآن و سنت سے انہیں مل جائیں مگر میلاد مصطفیٰ کی دلیل نہ ملے اور اپنی عادت

کے مطابق آخر میں مجلس میلاد کو بدعت شرعیہ سے خارج کر کے بدعت حسنہ بھی قرار دے دیا جائے۔

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں

قرآن فرماتا ہے کہ ”مُذَبِّذِينَ بَيْنَ ذَلِكَ لَا إِلَى هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَى هَؤُلَاءِ“ مگر حضرت منکث ہیں نہ

ہوں میں نہ شیوں میں۔

اور آیت: (اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَلُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ كُفْرًا - پ ۱۳ ابراہیم: ۲۸) میں شکر نعمت یعنی تفسیر ابن عباس کے مطابق حضور جیسی نعمت کے حصول پر شکر ادا نہ کرنا، کفر ثابت ہوا کیونکہ اس آیت کا ترجمہ اس تفسیر کے مطابق یہ بنے گا کہ ”کیا آپ نے نہ دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے نعمت (جلوہ گری مصطفیٰ) کو کفر سے بدل دیا۔“

عجیب منطق ہے منکرین میلاد ایک طرف تو ”اِيَّاكَ نَعْبُدُ“ پڑھ کر اپنی توحید کا ڈھنڈورا پیٹتے ہیں دوسری طرف نعمت خدا کا کفر کر کے ”اِيَّاہُ تَعْبُدُوْنَ“ سے راہ فرار اختیار کرتے اور کفر کا اظہار کرتے ہیں جبکہ ارشاد خداوندی ہے کہ

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاۤزِيدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ (پ ۱۳ ابراہیم: ۷)

”اگر تم پہلے احسانات پر شکر ادا کرو گے تو میں مزید اضافہ کر دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو (جان لو) یقیناً میرا عذاب شدید ہے۔“

غور کیجئے! پانی، ہوا، روشنی، کان، آنکھیں اور دل، صحت، شباب اور خوشحالی یہ سب خداوند ذوالجلال کی نعمتیں ہیں اور ان پر شکر کرنا واجب ہے جب ان فنا ہونے والی نعمتوں پر شکر کرنا واجب ہے تو خود بتائیے اس رحمت مجسم ہادی اعظم محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور بعثت پر شکر ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

کیا اس احسان سے بڑا کوئی اور احسان ہے اور اس نعمت عظمیٰ سے بڑھ کر بھی کوئی اور نعمت ہے جس ذات والا صفات نے بندے کا ٹوٹا ہوا رشتہ اپنے خالق حقیقی کے ساتھ استوار کر دیا جس نے انسانیت کے بخت خوابیدہ کو بیدار کر دیا جس نے اولادِ آدم کے گہڑے ہوئے مقدر کو سنوار دیا: کسی جاندار، قبیلے، قوم، ملک اور زمانہ کے لیے رحمت مبعوث نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کے لیے ابر رحمت کی طرح برسا جس کی فیض رسانی زمان و مکان کی حدود و قیود سے آشنا نہیں جو ہر تشنہ لب کو معرفت الہی کے آبِ زلال سے یہ اب کرنے کے لیے تشریف لایا، ہر گم کردہ راہ کو صراطِ مستقیم پر گامزن

کرنے کے لیے آیا ہر کہ وہ کہ جس نے حریم قرب الہی کے دروازے کھول دیئے کیا اس نعمت عظمیٰ اور احسان ابدی پر شکر ادا کرنا ہم پر فرض نہیں؟ کیا اس ادائے شکر کو چھوڑ کر بدعت کے بم گرانہ اور اپنی ذمہ داری سے راہ فرار اختیار کرنا بھی کسی مؤمن کا شیوہ ہو سکتا ہے؟ کیا سنت الہی، سنت انبیاء، سنت صحابہ کو بدعت ضالہ قرار دینا بھی مسلمانوں کا طریقہ کہلا سکتا ہے؟ کچھ تو سوچو اور غور کرو!

اور تم پر مرے آقا کی عنایت نہ سہی
”منکرو“ کلمہ پڑھانے کا بھی احسان گیا
انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
لہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا
آج لے ان کی پناہ آج مذ مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا
نعمتیں بانٹنا جس سمت وہ ذیشان گیا
ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا
حق تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس سب سے بڑی نعمت کا شکر بھی سب سے بڑھ کر ہونا چاہیے تاکہ جیسی نعمت ہے ویسا چرچا بھی ہو سکے۔

نعمت بے بہا ملی ہے شکر بھی بے بہا کرو
جو کچھ بھی ہے تمہارے پاس آقا پہ تم فدا کرو
کیونکہ سب کچھ آقا پہ فدا کرنا پاس رکھنے سے (بقول خدا) بہتر ہے۔ (”هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ“ پ ۱۱ یونس: ۵۸) اہل سنت و جماعت کا ہی یہ طرہ امتیاز ہے کہ وہ آقا کی تشریف آوری پر دل و جان سے فدا ہو جایا کرتے ہیں اور منکرین عظمت میلاد اس پر

بدعت کے فتوے دیا کرتے ہیں جبکہ ان کا اپنا وجود فی نفسہ بقول ان کی تعریف (بدعت) کے بدعت ہے۔

ذکر ولادت مبارکہ مصطفویہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہر چیز سے قبل جب نور مصطفویہ تخلیق ہو چکا تو یہ نور پھر سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے جسد اطہر میں منتقل فرما دیا گیا اور پھر جب یہ نور جنین حضرت آدم علیہ السلام میں چمکنے لگا تو تمام ملائکہ سے ان کو سجدہ کروایا گیا، قرآن کریم میں کئی ایک مقامات پر ”اسْجُدُوا لِآدَمَ“ ارشادِ خداوندی موجود ہے کہ فرشتوں کو حضرت آدم علیہ السلام کے لیے سجدہ ریز ہونے کا حکم فرمایا، امام رازی فرماتے ہیں کہ ”کان فی جہتہ نور محمد“ (تفسیر کبیر للرازی زیر آیت: وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ) حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نور مصطفویہ موجود تھا اسی کو سجدہ کروایا گیا۔

(تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۱۵ تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۱۴ پارہ ۱۴)

سب تھیں اول حضور دا نور بنیاں لفظ کن سی جدوں فرمایا گیا

او ہوا ی نور آدم دے دے وچ رکھ متھے ہر اک ملک او ہدے اگے جھکایا گیا

والدی اعظمی حضرت امام خطابت ابوالمقبول علامہ پیر غلام رسول سمندری والے رحمۃ اللہ علیہ چک ملکھانوالہ فیصل آباد میں ایک تقریب چہلم میں خطاب فرما رہے تھے کہ ایک ادیب عمر مولوی صاحب نے کہا: ختم دلوانا بدعت ہے فرمایا: مولوی جی! آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ بدعت کسے کہتے ہیں؟ کہا: جی ہاں! بدعت وہ نئی چیز جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں نہ تھی بعد میں پیدا کی گئی وہ (چیز) ہوا کرتی ہے تو ارشاد فرمایا کہ مولوی صاحب! اس بدعت کا کیا حکم ہے؟ کہا کہ اسے جڑ سے ختم کر دینا چاہیے فرمایا: پھر سب سے پہلے تو آپ (جو چلتی پھرتی ستر سالہ بدعت ہیں) کو ختم کرنا چاہیے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری بتائیے مولانا! کیا آپ حضور کے دور میں تھے؟ جب نہیں تھے تو آپ کا وجود بھی تو بدعت ہے، نکوار پکڑو اور کاٹو اپنی گردن تاکہ بدعت ختم ہو۔ مولوی صاحب اٹھے اور سر پر ٹانگیں رکھ کر تیزی سے چلتے بنے تو بدعت کا صحیح مفہوم یہ ہو گا کہ ہر وہ نوا ایجاد چیز جو سنت سے نکلے وہ بدعت ہے ورنہ ان تمام مولویوں کو صغیر ہستی سے مٹانا پڑے گا کیونکہ یہ اب نئے پیدا ہوئے ہیں اس سے پہلے نہ تھے۔

رکھ کے عالم الغیب دے کول برساں اوہو نور لکھایا پڑھایا گیا۔
 اے آکھ دے نے اوہنوں غیب ناہیں جیہدے سامنے سب کچھ بنایا گیا
 گزشتہ اوراق میں ہم دیانہ وہابیہ کی کتب سے اور اکابرین امت محدثین کی
 تصانیف سے ثابت کر چکے ہیں کہ سب سے پہلے نورِ مصطفیٰ تخلیق ہوا، باقی سب کچھ نورِ
 مصطفیٰ سے جیسا کہ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ نے بذارج میں فرمایا: (انا من نور اللہ وکل
 الخلاق من نوری) تو بعد میں جو کچھ بھی بنا حضور علیہ السلام کے سامنے ہی بنا، حضور
 سب کچھ ملاحظہ فرما رہے تھے۔

ایک اور شاعر کہتا ہے کہ۔

نور نبی ول جھک گئے ملک سارے ایہہ پرابلیس نوں ویکھ کے اگ لگ گئی
 بے ادب نہ ادب بجا لیاندا خبرے او سنوں کبڑی مار وگ گئی

۱۔... وہابی مفسر مولوی عبدہ لکھتے ہیں کہ بڑے رحمت والے خدا نے قرآن اپنے پیغمبر حضرت محمد کو سکھایا۔ (اشرف
 الحواشی ص ۶۳۴ ترجمہ: نواب وحید الزماں تفسیر اشرف الحواشی)

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

عَلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ. (پ ۲۹، الن ۲۶)
 ”وہ ہے جاننے والا غیب کا پس نہیں خبردار کرتا او پر غیب اپنے کے کسی کو مگر جس کو پسند کرتا ہے
 پیغمبروں سے۔“

(ترجمہ وحید الزماں ص ۶۸۵، مطبوعہ لاہور مع اشرف الحواشی مولوی عبدہ وہابی)

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَنْجِي مَن يُشَاءُ .

(پ ۴ آل عمران ۱۷۹)

”اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ خبردار کرے تم کو او پر غیب کے لیکن اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے پیغمبروں اپنے
 میں سے جس کو چاہے۔“

(ترجمہ وحید الزماں تفسیر مولوی عبدہ وہابی ص ۸۹، مطبوعہ کشمیری بازار لاہور)

علیٰ ہذا القیاس! اثبات علم غیب مصطفویہ پر بے شمار دلائل موجود ہیں مگر وہابی باوجود اپنے مفسرین و مترجمین
 کے اسے تسلیم کرنے کے نہیں مانتے اور اسے شرکیہ عقیدہ قرار دیتے ہیں، کیا وحید الزماں اور عبدہ وہابی مشرک ہیں؟

اللہ فرماتا ہے:

فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ ۝ إِلَّا إِبْلِيسَ . (پ ۲۳ ص ۷۳: ۷۴)
 ”پس تمام ملائکہ نے سجدہ کیا مگر ابلیس (نے نہ کیا)۔“

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو نے میرے حکم کے باوجود سجدہ کیوں نہیں کیا تو بولا:

خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ۝ (پ ۲۳ ص ۷۶)
 ”پیدا کیا تو نے مجھے آگ سے اور اسے مٹی سے۔“

شیطان نے شروع سے مٹی کو دیکھا، نورِ مصطفویہ کو نہ دیکھا تو راندہ درگاہ ہو گیا اور تا
 قیام قیامت لعنت کا طوق اس کی گردن میں ڈال دیا گیا۔

خیال کیجئے! اس اہانت رسول اور انکارِ نورِ مصطفوی سے اس شیطان کی چھ لاکھ سال
 کی عبادت اس کے کام نہ آئی تو ان گستاخ اینڈ کمپنی کی چالیس یا ساٹھ برس کی کیا کریں
 گی۔

وہ اپنی توحید بچاتا بچاتا (کہ میں تو غیر اللہ کی تعظیم نہیں کروں گا) راندہ درگاہ ہو گیا
 اور توحید بھی محفوظ نہ رہی ان کی نمازیں، عبادات و ریاضات کس کھاتے میں جائیں گی۔

محمد کی غلامی دین حق کی شرطِ اوّل ہے

اسی میں ہو اگر خای تو سب کچھ نامکمل ہے

محمد کی غلامی ہے سندِ آزاد ہونے کی

خدا کے دامنِ توحید میں آباد ہونے کی

اور مولوی ظفر علی خان نے لکھا ۔

نماز اچھی روزہ اچھا حج اچھا زکوٰۃ اچھی

مگر میں باوجود اس کے مسلمان ہو نہیں سکتا

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطنی کی عظمت پر

خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

حضرت آدم علیہ السلام نے دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگائے

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: یا اللہ!

ملائکہ پہلے میرے پیچھے چلتے تھے پھر انہوں نے مجھے سجدہ کیا اس کی وجہ کیا ہے؟

فرمایا: پیارے آدم! پہلے میرے حبیب علیہ السلام کا نور تیری پشت مبارکہ میں تھا تو

فرشتے احتراماً تیرے پیچھے پیچھے چلتے تھے پھر وہ نور تیری پیشانی میں چکا تو فرشتوں نے

تعظیماً و تشریفاً میرے ہی حکم سے تجھے سجدہ کیا۔ عرض کیا: مولا!

اس نور کی میں بھی زیارت کرنی چاہتا ہوں؟

تو پھر وہی نور حضرت آدم کے انگوٹھوں میں جلوہ گر ہوا آپ نے فرطِ محبت سے

دونوں انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگالیا اور فرمایا: ”قرۃ عینی بک یا رسول اللہ

صلی اللہ علیک وسلم۔“

(معارج النبوت ج ۱ ص ۲۳۵ تفسیر روح البیان ج ۷ ص ۲۲۹ ذرقانی شریف جلد اول ص ۲۱۲-۲۱۱ بیان

میلاد النبوی لابن جوزی ص ۲۰ و دیگر کتب)

سیدنا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انگوٹھے چومے

حضرت سیدنا بلال مؤذن رسول رضی اللہ عنہ نے جب مسجد نبوی میں اذان دی تو یہ

کلمہ فرمایا: ”أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ تو حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ

عنہ نے یہ کلمہ سن کر اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوما اور اپنی آنکھوں سے لگا کر کہا:

قرۃ عینی بک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم۔

اس پر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے نبی کریم علیہ التحیۃ و التسلیم کو یہ فرماتے ہوئے

سنا کہ

من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت له شفاعتی۔

(مقاصد حسنہ ص ۳۸۴)

جس شخص نے میرے خلیل (ابوبکر) کی طرح کیا (انگوٹھے چوم کر آنکھوں سے لگائے) اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی۔

ایک اور روایت کے مطابق ارشاد فرمایا: جس نے میرے خلیل کی طرح یہ فعل مبارک کیا تو

انا قائده الى الجنة وطالبه في صفوف القيامة .

(شامی ج ۱ ص ۳۷۰ جلالین شریف ص ۳۵۷ قوت القلوب ص ۲۲۹ روح البیان ج ۷ ص ۲۲۹)

میں جنت میں اس کا قائد ہوں گا اور قیامت کی صفوں میں اس کا طلبگار بنوں گا تو

پھر

ڈھونڈا ہی کریں صدر قیامت کے سپاہی

وہ کس کو ملے جو ترے دامن میں چھپا ہو

اصلاب طاہرہ و ارحام طیبہ میں یہ نور منتقل ہوتا رہا

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے یہ نور پاک اصلاب طاہرہ اور ارحام طیبہ میں منتقل ہوتا چلا گیا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

وَتَقَلَّبَكَ فِي السَّجْدَيْنِ ۝ (پ ۱۹ الشعراء: ۲۱۹)

”اور اللہ نے آپ کا ساجدین میں منقلب ہونا ملاحظہ فرمایا۔“

معلوم ہوا کہ جتنی صلبوں میں اور جتنے رحموں میں یہ نور پاک جلوہ افروز ہوتا رہا سب پاکیزہ تھے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر سیدنا عبد اللہ تک اور حضرت سیدہ حوا علیہا السلام سے لے کر جنابہ سیدہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا تک سب پاکیزہ و موحّدین و مؤمنین تھے یہ قرآن کی اس آیت مندرجہ بالا سے ثابت ہے۔

نبی کریم علیہ السلام نے خود ارشاد فرمایا:

لَمْ يَزَلِ اللَّهُ يَنْقُلْنِي مِنَ الْأَصْلَابِ الطَّيِّبَةِ إِلَى الْأَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ

حتیٰ اخر جنی ۔ (زرقانی ج ۱ ص ۱۷۴ تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۹۸ انصاف الکبریٰ)

ج ۱ ص ۳۵ دلائل النبوت کتاب الشفا جواہر البحار ج ۴

اللہ تعالیٰ نے مجھے طیب پشتوں سے طاہر رحموں کی طرف منتقل فرمایا حتیٰ کہ مجھے پیدا کیا۔

تو حضرت نبی اکرم کے تمام آباء و اُمہات تا حضرت آدم علیہ السلام پاک طیب طاہر مؤمن و موحد ہیں۔

مگر وہابیہ اس آیت و حدیث کے خلاف انہیں مؤمن نہیں مانتے قرآن و سنت سے ثابت ہونے والے ہر امر کی مخالفت کا ان لوگوں نے ہیکہ لے رکھا ہے۔

جن اعلیٰ نفوس قدسیہ کی اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں قسمیں بیان فرماتا ہے ذرا آپ ہی فرمائیے! ان کی عظمت و مقام کیا ہوگا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَا أُقْسِمُ بِهَذَا الْبَلَدِ ۚ وَأَنْتَ حِلٌّ بِهَذَا الْبَلَدِ ۚ وَوَالِدٍ وَمَا وَلَدَ ۚ

(پ ۳۰ البلد: ۳ تا ۴)

”میں اس شہر کی قسم نہیں فرماتا ۚ (اور اس حال میں کہ) آپ وہاں موجود ہوں ۚ اور والد کی قسم اور ولد کی قسم ۚ“۔

آپ ہی اپنے تغافل پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ۚ (پ ۱۵ الاسراء: ۱۵)

”ہم کسی کو عذاب دینے والے نہیں حتیٰ کہ ہم اس کی طرف رسول کو مبعوث نہ فرمادیں“۔

یعنی بعثت سے پہلے اگر کوئی صرف ”لا الہ الا اللہ“ کا ہی اقرار و تصدیق کر دے تو وہ

امام سیوطی محدث ابن جوزی و دیگر اکابرین محدثین امت نے حضور علیہ السلام کے والدین کے ایمان پر زبردست رسالے لکھے ہیں اور دلائل قاطعہ سے ان کے ایمان کو ثابت کیا ہے۔

ناجی اور مؤمن ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا ظاہری زمانہ جن لوگوں نے نہیں پایا اور وہ توحید کا اقرار کرتے تھے تو وہ مؤمن تھے اب حنظلہ علیہ السلام کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما نے یہ زمانہ نہ پایا بلکہ اس سے قبل ہی اس دارِ قافی سے کوچ فرما گئے اور ملتِ عبدالمطلب یعنی اقرارِ توحید پر فوت ہو گئے تو یقیناً وہ مؤمن اور ناجی تھے۔ (الحمد للہ علیٰ ذلک)

وہابی جی! کیا آپ شفاعتِ مصطفویٰ پر بھی یقین نہیں رکھتے؟ اس پندرہویں صدی میں بھی جو لڑکا قرآن کریم کو اپنے سینے میں سمو لے وہ تو دس افراد خاندان (جن پر جہنم واجب ہو چکا ہے) کو اپنی شفاعت سے جنت میں لے جائے اور صاحبِ قرآن اپنے والدین کو جنت میں نہ لے جائے یہ کیسے عقیدے ہیں؟ ملاحظہ ہو! نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ

حافظ قرآن اپنے خاندان کے جہنمیوں کو شفاعت سے جنت میں لے جائے گا

من قرء القرآن وحفظه ادخله الله الجنة وشفعه في عشرة من

اہل بیتہ کلہم قد استوجب النار۔ (ابن ماجہ شریف ص ۱۹)

جس نے قرآن کریم پڑھا اور اس کو حفظ کیا تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا اور اس کی اس کے گھر والوں میں سے دس آدمیوں کے متعلق شفاعت قبول فرمائے گا ایسے دس آدمی جن پر جہنم واجب ہو چکا ہو گا۔

جلدی سے بتائیے وہابی صاحب! ایک عام حافظ قرآن دس جہنمیوں کو شفاعت کر کے جنت میں پہنچا دے گا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے والدین کو جنت میں نہ لے جاسکیں گے؟ جبکہ عظمتِ والدین بیان فرماتے ہوئے سرکار نے ارشاد فرمایا کہ

لو ادرکت والدی او احدهما وانا فی صلوة العشاء وقد قری

فیہا بفتحہ الكتاب فنادی یا محمد لاجتہا لیک ۔

(تفسیر درمنثور اردوج ص ۵۶ مسالک الخفاء ص ۵۶ از امام سیوطی)

اگر میں اپنے والدین کو پاتا یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا زمانہ مجھے میسر آتا اور میں نماز عشاء شروع کر کے اس میں سورۃ فاتحہ مکمل کر چکا ہوتا اور وہ مجھے آواز دیتے: یا محمد! تو میں ان کی آواز کا جواب دیتے ہوئے کہتا: لیک (میں حاضر ہوں۔)

بتائیے وہابی صاحب! جن کی آواز مبارک پر ساری کائنات کو حکم ہے کہ فوراً حاضر ہو جاؤ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

اَسْتَجِیْبُوا لِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ ۔ (پ ۹ الانفال: ۲۳)
”جب اللہ اور رسول بلائیں تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔“

اور بخاری کی روایت کے مطابق حضور کی آواز پر (سعید ابن معثی یا ابی ابن کعب رضی اللہ عنہما) کچھ دیر سے حاضر ہوئے کہ (نماز میں تھے) تو سرکار نے اسی آیت کی طرف ان کو توجہ دلائی کہ کیا تم نے قرآن میں پڑھا نہیں کہ اللہ کا رسول بلائے تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔

اور جن کی نیند پر تاجدارِ صلواتی شیر خدا حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم اپنی نماز قربان کر دیں۔

مولا علی نے واری تری نیند پر نماز
وہ بھی عصر سب سے جو اعلیٰ خطر کی ہے

وہ آقا اور مولا جن کی آواز پر اپنی نماز چھوڑ کر لیک کہنے کے متمنی ہوں، تمہیں ان میں ایمان نظر نہیں آتا؟ اگر تمہارا عقیدہ ایسا گندا اور غلاظت کا پھندہ ہے تو پھر اپنے ایمان کی خیر مناد۔

اور پھر وہابی صاحب! ایک گنہگار مومن کی دعائے مغفرت تو والدین کے درجات

بلند کرے اور حضور کی دعائے مغفرت والدین کو فائدہ نہ دے کس طرح ہو سکتا ہے؟
ملاحظہ ہو! حدیث پاک سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بروزِ محشر ایک گنہگار جو
قبر میں دفن کرتے وقت سراپا گناہ تھا، جنت میں اسی کا درجہ بلند کیا جائے گا تو وہ عرض
کرے گا: اے پروردگارِ عالم! میں تو گنہگار تھا یہ درجہ کیسے بلند ہو گیا تو جواب ملے گا:

يَا سَتِّغْفَارِ وَلَدِكَ. (مشکوٰۃ شریف ص ۲۰۶)

یہ درجہ تیرے بیٹے کی دعائے مغفرت سے بلند ہوا۔

تو کیا میرے آقا کی دعائے مغفرت سے آپ کے والدین کریمین کے درجات
بلند نہ ہوتے ہوں گے؟ اور لیجئے سنئے! حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ ابنِ آدم کا ہر عمل
مرنے کے بعد منقطع ہو جاتا ہے مگر تین عمل منقطع نہیں ہوتے۔

ولد صالح يدعو له و صدقة تجرى يبلغه اجرها و علم يعمل به

من بعده۔ (ابن ماجہ ص ۲۱، مشکوٰۃ شریف ص ۳۶)

(۱) نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے (۲) صدقہ جاریہ جس کا ثواب ملتا
رہے (۳) علم جس پر اس کے مرنے کے بعد عمل کیا جاتا رہے۔

تو ایک روسیہ گنہگار کے بچے کی دعا تو میت (والدین) کو نفع پہنچائے مگر سرورِ عالم
کی دعا ان کے والدین کو نفع نہ پہنچائے؟

عام مؤمن کا صدقہ جاریہ تو نفع دے اور سرکار کا صدقہ جو قیامت تک جاری رہے
گا، نفع نہ دے؟ میرا تیرا علم تو اموات کو نفع دے اور عالم ماکان و مایکون کا عمل نفع نہ
دے؟

ع ارے تجھ کو کھائے تپ ستر ترے دل میں کس سے نجا رہے
وہابی صاحب! ہو سکتا ہے کہ تم کہو دعا، صدقہ، علم نافع مؤمن کو فائدہ دے گا تو ہم
نے گزشتہ اوراق میں ایمان والدین مصطفیٰ ثابت کر دیا ہے۔

اور بتائیے کہ بے ایمان پر کیا درود پڑھنا جائز ہے؟ تم تو ایک طرف آباءِ مصطفیٰ (جو

کہ آلِ ابراہیم ہیں) کو مؤمن نہیں سمجھتے تو دوسری طرف ہر نماز میں ان پر درود پڑھتے ہو۔

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى

إِبْرَاهِيمَ وَعَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ الخ۔

تو بتاؤ یہ آلِ ابراہیم کون ہیں؟ عجیب تمہاری منطق ہے نماز میں تمام آبائے مصطفیٰ

پر درود پڑھتے ہو اور سلام پھیرتے ہی ان کے عدم ایمان کی بات کرتے ہو۔

وہابی جی! میرے آقا علیہ السلام کا معروف ارشاد کہ ”جنت ماں کے قدموں تلے

ہے“ حضور کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مقام کو کس قدر واضح کر رہا ہے ہر

ماں کے قدموں کے نیچے اپنی اولاد کی جنت ہے تو میرے آقا علیہ السلام کی والدہ ماجدہ کا

کیا مقام ہوگا۔

اور بخاری کی حدیث کے مطابق نابالغ بچے جو فوت ہو جاتے ہیں رب سے

مخاصمت کر کے اپنے جہنمی والدین کو جنت میں لے جائیں گے جن والدین کا لخت جگر

معصوموں کا امام ہو اور جنت کا مالک ہو وہ اپنے اس لخت جگر کے ہوتے ہوئے جنت میں

نہ جاسکیں گے؟

دس جنتی جانور

وہابی صاحب! ملاحظہ ہو علامہ اسماعیل حقی تفسیر روح البیان علامہ آلوسی روح

المعانی امام غزالی احسن القصص اور علامہ صفوری نزہۃ المجالس میں لکھتے ہیں:

روى انه يدخل الجنة مع المؤمنين على ما قال مقاتل عشرة

من الحيوانات تدخل الجنة ناقة صالح وعجل ابراهيم

وكبش اسماعيل وبقرة موسى وحتوت يونس وحمار عزيز

ونملة سليمان وهدد بلقيس وكلب اصحاب الكهف

وناقة محمد صلى الله عليه وسلم فكلهم يصيرون على

صورة كبش ويدخلون الجنة وذكره في مشكوة الانوار قال

الشیخ السعدی قدس سرہ .

سگ اصحاب کہف روز چند

پئے نیکاں گرفت مردم شد

یعنی بامراداں داخل جنت شد در صورت کیش۔ (تفسیر روح المعانی ج ۵ ص ۲۳۶ حسن

القصص ص ۵، نزہۃ المجالس ج ۱ ص ۵۸، یوسف زلیخا ص 'نسبت باعث جنت ص ۸-۹)

جناب مقاتل کے بقول مروی ہے کہ حیوانات میں سے دس جانور جنت میں داخل ہوں گے: (۱) صالح علیہ السلام کی اونٹنی (۲) ابراہیم علیہ السلام کا بچھڑا (۳) اسماعیل علیہ السلام کا دُنْبہ (۴) موسیٰ علیہ السلام کی گائے (۵) یونس علیہ السلام کی مچھلی (۶) عزیر علیہ السلام کا گدھا (۷) سلیمان علیہ السلام کی چیونٹی (۸) سیدہ بلقیس کا ہد ہد (۹) اصحاب کہف کا کتا (۱۰) اور نبی کریم علیہ السلام کی اونٹنی ان تمام جانوروں کو مینڈھے کی شکل میں متشکل کر کے جنت میں داخل کیا جائے گا۔ مشکوٰۃ الانوار میں ہے کہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اصحاب کہف کے کتے کو چند دن نیک مردوں کی صحبت میسر آئی تو وہ اور لوگوں کے ساتھ مینڈھے کی شکل میں جنت میں جائے گا۔

وہابی جی! یہ جانور کوئی مؤمن نہیں، یہ تو مکلف بالشرع بھی نہیں ہیں تو ان کے دخول جنت کی وجہ صرف اور صرف شرف نسبت و صحبت ہے، وہ بھی ایسا کہ کچھ عرصہ رہا مگر میرے آقا علیہ السلام کے والدین کی حضور سے نسبت تو ایسی ہے کہ جو کبھی ختم نہ ہوگی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کل نسب وحسب وصہر ینقطع یوم القیامۃ الا حسبی

ونسبی وصہری . .

(جامع الصغیر ج ۲ ص ۹۳، الشرف الموبد لآل محمد ص 'از امام نعمانی رحمۃ اللہ علیہ، الصواعق المحرقة)

بروزِ قیامت ہر حسب و نسب و صہر کا رشتہ منقطع ہو جائے گا مگر میرا رشتہ حسب و نسب و صہر باقی رہے گا۔

تو اگر اس نسبت سے جانور جنتی ہو سکتے ہیں تو میرے آقا کی دائمی نسبت کی وجہ سے والدینِ مصطفیٰ جنتی نہیں ہو سکتے؟

اس لیے اہل سنت و جماعت کے نزدیک والدینِ مصطفیٰ ناجی و مؤمن ہیں جیسا کہ امام اجل حافظ الحدیث حضرت علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ذہب جمع کثیر من الائمة الاعلام الى ان ابوی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ناجیان محکوم لهما بالنجاة فی الاخرة۔ (کتاب الدرر المفید فی الآباء الشریفہ ص ۲)

اکثر جماعت ائمہ اعلام اس (عقیدہ) کی طرف گئے ہیں (یعنی ان کا یہ عقیدہ ہے کہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ناجی (جنتی) ہیں اور آخرت میں ان کے لیے نجات کا حکم دیا گیا ہے۔

زیاتہ المفسرین علامہ مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ”اکثر مفسرین محدثین مؤرخین کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے والدین کریمین زندگی میں بھی مؤمن تھے موت کے وقت بھی مؤمن تھے اور اب بھی الحمد للہ اپنی قبر شریف کے اندر مؤمن ہیں۔“ (تفسیر نعیمی ج ۱ ص ۶۲۳)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے مؤمن و ناجی ہونے پر مستقل چھ عدد در سالہ جات تصنیف فرمائے ہیں۔ فجزاہ اللہ خیراً۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات تو سورج کی طرح روشن اور عقلی و نقلی طور پر انتہائی واضح ہے جو ان گستاخوں کی سمجھ میں محض ہٹ دھرمی اور ضد کی وجہ سے نہیں آ رہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ

من مس جلدی فلن تمسه النار۔ (روضۃ الشہداء ج ۷ ص ۷۷)
جس نے میری جلد مبارک کو چھو لیا، اسے آگ ہرگز نہ چھو سکے گی۔

۱۔۔۔ رومال مبارک

صاحب جامع المعجزات فرماتے ہیں کہ

روایت ہے کہ آپ جس چیز کو چھو لیتے وہ آگ میں نہیں جلتی تھی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے پاس حضور علیہ السلام کا ایک رومال مبارک تھا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ مبارک خشک فرمایا کرتے تھے جب (میں) اسے دھونا چاہتا تو آگ میں ڈال کر صاف ستھرا نکال لیا کرتا۔ (جامع المعجزات اردو ص ۲۷۰ مطبوعہ فرید بک شال لاہور)
حضور کے دست مبارک سے مس شدہ آٹا

مخدومہ کونین والدہ حسنین نبی کے دل کا چین حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے متعلق ایک روایت معروف ہے کہ آپ نے والی کائنات سے عرض کیا:
ابا جان! مردوں کے لیے تو آپ نے بہت سے امور کو سنت قرار دیا مگر ہمارے (عورتوں) کے لیے کچھ نہیں۔

فرمایا: بیٹی! پھر کیا چاہتی ہو؟

عرض کیا: میں تنور جلاتی ہوں آٹا گوندھ کر روٹی کا پڑا بناتی ہوں اسے آپ اپنے دست کرم سے تنور میں لگا دیں تاکہ روٹی لگانا بھی سنت قرار پا جائے۔
فرمایا: بہت اچھا!

جنابہ سیدہ نے پڑا بنا کر حضور علیہ السلام کو پیش کیا اور باقی روٹیاں خود لگائیں۔

حضور علیہ السلام نے وہ ایک روٹی تنور میں لگا دی تو کیا دیکھتی ہیں کہ کافی دیر گزرنے کے بعد بھی جو روٹیاں انہوں نے لگائی تھیں وہ تیار ہو گئیں اور پک گئیں لیکن جو روٹی حضور نے لگائی تھی وہ ویسے کی ویسے ہی کچی لگی ہوئی تھی اور اسے آگ نے نہ جلایا تھا۔

عرض کی حضور والا! اس روٹی کو آگ نہ لگنے کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا: بیٹی! کیا تو نے میرا ارشاد نہیں سنا کہ ”من مس جلدی فلن تمسه النار“

جس نے میری جلد کو چھو لیا اسے آگ نہ چھو سکے گی۔

یہی وجہ ہے کہ اس روٹی کو آگ نہ لگ سکی جسے میں نے لگایا تھا۔ تو جن والدین کے صلب و رحم میں سرکار

جلوہ افروز رہیں ان کو آگ کس طرح جلا سکتی ہے؟

تو جن اصلابِ طیبہ و ارحامِ طاہرہ میں آپ متمکن رہے ان کو آگ کیسے چھو سکتی

ہے۔

حضرت سیدنا انس بن مالک کی والدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضور علیہ السلام ہمارے غریب خانہ پر ہماری دعوت کے سلسلہ میں جلوہ فرما ہوئے کھانا تناول فرمایا تو دسترخوان کو اپنے مبارک دست کرم سے شرف بخشا میں نے اس دسترخوان کو کبھی دھویا نہیں جب بھی میلا ہو جائے تو میں اسے جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیتی ہوں تو وہ خوب اجلا ہو جاتا ہے (جلتا نہیں ہے)۔

(الخصائص الکبریٰ)

تو جس دسترخوان کو سرکارِ کا دست اقدس چھو دے اسے تنور کی آگ نہیں جلاتی تو جہاں سرکارِ نو ماہ تک بنفس نفیس جلوہ افروز رہے ہوں اس والدہ ماجدہ اور جس صلب میں رہے ہوں اس والد ماجد کو جہنم کی آگ کیسے جلانے گی؟

ساجدین سے مراد نمازی ہیں

امام ابن جریر قتادہ سے بیان کرتے ہیں کہ ”تَقَلُّبُكَ فِي السَّاجِدِينَ“ سے مراد نمازی ہیں حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! ارشاد فرمائیے کہ

جب آدم جنت میں تھے تو اس وقت آپ کہاں تھے؟

میری بات سن کر آپ خوب مسکرائے یہاں تک کہ آپ کی مبارک ڈاڑھیں نظر آنے لگیں پھر آپ نے فرمایا:

میں اس وقت ان کی پشت میں تھا پھر جب وہ زمین پر تشریف لائے تب بھی میں ان کی پشت میں تھا اور میں اپنے باپ نوح علیہ السلام کی پشت میں ہوتے ہوئے کشتی میں سوار ہوا اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں ہوتے ہوئے آگ میں پھینکا

گیا۔

لم يلتق ابواى قط على سناح لم يزل الله ينقلنى من اصلاب
الطيبة الى الارحام الطاهرة مصطفى مهذباً لا تشعب شعبتان
الا كنت من خيرهما . (تفسیر درمنثور ج ۵ ص ۹۸)

میرے آباء و اجداد کبھی حرام کاری میں نہیں پڑے اللہ تعالیٰ نے مجھے طیب
پشتوں سے ظاہر رجوں کی طرف منتقل فرمایا اور وہ تمام مردوزن صاحبانِ صفا
اور تہذیب تھے جب کسی سے دو شاخیں بنتیں تو مجھے ان میں سے بہترین
شاخ اور قبیلہ ملتا۔

آیت کریمہ کی مزید تفسیر ملاحظہ ہو

وَتَقَلَّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ . (پ ۱۹ اشعراء: ۲۱۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک پشت سے دوسری پشت کی طرف تشریف لاتے رہے
اور وہ تمام پشتیں ظاہر تھیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی (نبوت کو) ظاہر کر دیا تو
آپ کا نور نبوت آپ کے تمام آباء و اجداد میں ظاہر ہوتا رہا۔

(مسائل الحفاء ص ۳۶-۳۵ از امام سیوطی)

عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ
فرماتے ہیں:

المراد منه قلبك من اصلاب الطاهرين الساجدين لله الى
ارحام الطاهرات الساجدات ومن ارحام الساجدات الى
اصلاب الطاهرين اى المؤحدين والموحدات حتى يدل على
ان آباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کلهم كانوا مؤمنين ..

(تفسیر مظہری ج ۷ ص ۸۹)

اس سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ اور اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والے مردوں کی پشتوں سے ان عورتوں کے رحموں کی طرف منتقل ہوئے جو طاہرات اور سجدہ کرنے والی تھیں اور پھر ان طاہرات و ساجدات کے رحموں سے ایسے پاکیزہ افراد کی طرف منتقل ہوئے جو تمام اللہ تعالیٰ کی توحید پر قائم تھے یہ آیت کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء و اجداد صاحبانِ ایمان و توحید تھے۔

علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں کہ

ابو نعیم عن ابن عباس ایضاً الا انه رضى الله عنه فسر التقلب فيهم بالتنقل في اصلاهم حتى ولدته امه عليه الصلوة والسلام وجوز على حمل القلب على التنقل في الاصلاب ان يراد بالساجدين المؤمنين واستدل بآية على ايمان ابويه صلى الله عليه وسلم كما ذهب اليه كثير من اجلة اهل السنة وانا اخشى الكفر على من يقول فيهما رضى الله عنهما على رغم نف على القارى واحزابه بضد ذلك .

(تفسیر روح المعانی ج ۱۹ ص ۱۳۸-۱۳۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابو نعیم نے ”تَقَلُّبُكَ“ کی تفسیر یہ کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آباء و اجداد کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو جنا اور ”تَقَلُّبُكَ“ کے اس معنی ”السَّاجِدِينَ“ سے مراد مؤمنین لینا پڑے گی اس آیت کریمہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایماندار ہونے پر استدلال کیا گیا ہے جیسا کہ یہ اہل سنت کے جلیل القدر علماء کثیر کا مذہب ہے اور میں اس شخص کے کفر کا خوف رکھتا ہوں جو آپ کے والدین کریمین

کے بارے میں ملا علی القاری اور اس کے ساتھیوں کی طرح اس عقیدہ کے خلاف کا قائل ہے۔

تو گزارش یہ کر رہا تھا کہ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ پاک ساجدین و موحّدین و مؤمنین میں منتقل ہوتا رہا گویا کہ یہ نورِ پاک جہاں بھی جلوہ گر ہوا، اس ہستی کو عظیم بناتا اور اس کی مدد فرماتا گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام کی جبین مبارک میں آیا تو انہیں مسجود ملائکہ بنایا اور ان کی توبہ قبول ہونے کا سبب بنا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی پیشانی پاک میں آیا تو ان کی کشتی طوفان سے پار لگ گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام میں جلوہ گر ہوا تو ان پر نارِ نمرود گزار ہو گئی۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی مبارک جبین میں چمکا تو چھری نے ان کو نہ کاٹا۔

حضرت عبدالمطلب کی پیشانی پر ضوِ فشاں ہوا تو ابرہہ کے ہاتھی سجدہ ریز ہو گئے۔

حضرت شیخ مصلح الدین سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ۔

اگر نام محمد را نیا وردے شفیع آدم

نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نچینا

۱۔ ملا علی القاری علیہ الرحمۃ الباری حنفی کا پہلے یہی عقیدہ تھا کہ ”ما ساء علی الکفر“ مگر بعد میں انہوں نے اس

عقیدہ فاسدہ سے توبہ کر لی تھی ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر اس علی شرح العقائد: صاحب نمبر اس کہتے ہیں کہ

علی بن السلطان القاری فقد اخطا وزل لا یلیق ذلك له ونقل توبته عن ذلك فی

قول المستحسن۔ (حاشیہ نمبر اس ص ۵۲۶)۔

علی بن سلطان المعروف ملا علی القاری نے اس مسئلہ میں خطا کی اور راہِ راست سے پھل گئے

انہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا اور قول مستحسن میں اس نظریہ سے ان کا توبہ کرنا منقول ہے۔

لہذا ان کو اس معاملہ میں مطعون کرنے سے باز رہنا چاہیے کیونکہ فرمانِ برسات ہے کہ ”التائب من

الذنب کمن لا ذنب له“ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسا کہ اس نے وہ گناہ کیا ہی نہیں۔

وصلی اللہ علی نورِ کد و شد نورھا پیدا
زمیں در حب او ساکن فلک در عشق او شیدا

نورِ مصطفیٰ جبینِ ہاشم میں

یہ نورِ مصطفویہ اللہ تعالیٰ کی منشاء قدرت کے مطابق پاکیزہ صلبوں اور رحموں سے ہوتا ہوا حضرت ہاشم (جدِ علی) کی پیشانی میں جلوہ گر ہو گیا۔ حضرت ہاشم حضرت عبدالمطلب کے والد گرامی ہیں اور حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سرکارِ دوز و عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دادا جان ہیں۔

ہاشم کا معنی ہے: روٹیوں کا چورہ کرنے والے آپ کے اسم مبارک کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب آپ اپنی زیست کے کمال کو پہنچ گئے تو اس وقت مکہ میں زبردست قحط سالی ہوئی، حتیٰ کہ لوگ محتاج اور فقیر ہو گئے تو آپ ملک شام تشریف لے گئے وہاں سے تجارت کے نتیجہ میں جو مال حاصل ہوا اس کا آٹا خرید لائے اور مکہ میں آ کر روزانہ ایک اونٹ ذبح کرتے اسے پکا کر اس کے شوربے میں روٹیوں کے ٹکڑے بھگوتے اور صبح سے شام تک مکہ والوں کی عام دعوت کرتے آپ کی اسی سخاوت کی وجہ سے آپ کا نام ہاشم (روٹیوں کا چورہ کرنے والے) پڑ گیا آپ کا دراصل اسم گرامی عمرو یا عبدالاعلیٰ تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ شان و عظمت بخشی کہ جب ان کی پیشانی میں حضور علیہ السلام کا نور چمکنے لگا تو

وکان نور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی وجہہ یتوقد
شعاعہ ویتللا ضیاؤہ ولا یراہ حبرۃ الا قبل یدہ ولا یمر
بشیء الا سجد الیہ۔ (زرقانی شرح مواہب ج ۱ ص ۷۳)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک جو حضرت ہاشم کے چہرہ میں تھا اس کی شعاعیں نکلا کرتی اور اس کی روشنیاں بکھرا کرتی تھیں جو عالم بھی آپ کی زیارت کرتا وہ آپ کے ہاتھ مبارک کو بوسہ دیا کرتا اور جس چیز

کے پاس سے بھی آپ گزرتے، وہ آپ کو سجدہ کیا کرتی تھی۔

روم کے بادشاہ ہرقل نے آپ کو پیغام بھیجا کہ

آپ مکہ میں بڑے معظم ہیں، ہم نے انجیل میں آپ کے متعلق پڑھا ہے اور اب وہ معلوم ہو رہا ہے کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نور آپ کی پیشانی میں موجود ہے، آپ ہماری دعوت پر ہمارے ہاں تشریف لائیں تو میری دلی تمنا ہے کہ میں اپنی شہزادی جو نہایت حسینہ جمیلہ خوبصورت و نیک سیرت شہزادی ہے آپ کی زوجیت میں دے دوں، اُمید ہے آپ میری درخواست کو ضرور شرف قبولیت سے نوازیں گے۔

(زرقانی ج ۱ ص ۷۳)

آپ نے ہرقل بادشاہ کی اس پیشکش کو قبول نہ فرمایا بلکہ بنی نجار کی ایک نیک سیرت خاتون جس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی حسین و جمیل نہ تھا، جس کا نام سلمہ تھا، مدینہ منورہ (یثرب) کی رہنے والی تھی، اس سے نکاح فرمایا اور نور محمدی ان کے ہاں منتقل ہو گیا اور حضرت عبدالمطلب کی ولادت ہوئی تو یہ نور ان کی پیشانی میں موجود تھا۔

نورِ مصطفیٰ حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں

جب یہ نور حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں موجود تھا تو ابرہہ نے نوصد (۹۰۰) ہاتھیوں کا لشکر لے کر کعبۃ اللہ پر چڑھائی کی۔

حضرت عبدالمطلب جب اس سلسلہ میں ابرہہ سے بات چیت کرنے گئے تو یہ تمام ہاتھی اور ان کا سردار (محمود) نورِ مصطفیٰ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔

فلما نظر الفیل الی وجه عبد المطلب یرک کما یرک البعیر
وخر ساجدا وانطق اللہ تعالیٰ الفیل فقال السلام علی النور
الذی فی ظہرک یا عبد المطلب .

(زرقانی شریف ج ۱ ص ۸۶، سیرت حلبیہ عربی ج ۱ ص ۹۶-۹۷، مواہب اللدنیہ اردو ج ۱ ص ۷۰)

جب ہاتھی نے حضرت عبدالمطلب کے چہرہ مبارک کو دیکھا تو وہ اونٹ کی

طرح بیٹھ گیا اور سجدہ میں گر پڑا اللہ تعالیٰ نے اسے قوتِ گویائی عطاء فرمائی تو اس نے بول کر کہا: اے عبدالمطلب! میرا سلام ہو اس نور کو جو آپ کی پشت میں ہے اور چہرے پہ چمک رہا ہے۔

نورِ مصطفیٰ حضرت عبد اللہ کی پیشانی میں

حضرت سیدنا عبدالمطلب سے یہ نور سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی جبین مبارک میں منتقل ہو گیا اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے حسن و جمال کا اس نور کے سبب یہ عالم ہوا کہ آپ جدھر تشریف لے جاتے درخت آپ کو سلام عرض کرتے اور عورتیں آپ کو تکتی ہی رہ جاتیں۔

ایک عورت نے آپ سے عرض کر ہی دیا کہ میں آپ سے جامِ وصل چاہتی ہوں؟ آپ نے جواب دیا کہ میں نکاح کے بغیر اس طرح نہیں کر سکتا اس نے کہا: سواونٹ کے بدلے مجھ سے نکاح کر لو آپ نے یہ قصہ اپنے والد گرامی سے عرض کر دیا ادھر آپ کی شادی سیدہ آمنہ خاتون سے ہو گئی تو اب اس عورت کے پاس سے گزرے تو اس نے کوئی توجہ نہ دی فرمایا: اے عورت! کل تک تو مجھ پر فریفتہ تھی اور جامِ وصل مانگتی تھی آج توجہ نہیں دیتی کیا وجہ ہے؟ تو اس نے کہا:

وہ تھا نور محمدؐ تھی جس سے روشن تری پیشانی

اسی کی تھی میں طالب اور اسی کی تھی میں دیوانی

مگر میں رہ گئی محروم قسمت میری پھوٹی ہے

سنا ہے کہ وہ دولت آمنہ نے تجھ سے لوٹی ہے

حضرت حسن بن احمد البکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

جب اللہ تعالیٰ نے نور محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو رحم مادر میں منتقل کرنے کا

ارادہ فرمایا تو حضرت عبد اللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے قلب اطہر میں نکاح کی

..... تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۰، مدارج النبوت جلد اول ص ۳۹-۴۰

تحریک پیدا کر دی اور حضرت عبداللہ نے اپنی والدہ ماجدہ سے کہا:
 ”میں چاہتا ہوں کہ آپ میری طرف سے کسی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجیں
 جو صاحب حسن و جمال ہو، قد آور اور معتدل اعضاء کی ہو، خوش رو اور باکمال
 ہو، عالی نسب و حسب ہو۔“

والدہ محترمہ نے فرمایا: جانِ مادر! تیری خواہش کا احترام کیا جائے گا، چنانچہ انہوں
 نے قریش کے قبیلوں اور عرب کی دوشیزاؤں کو گھوم پھر کر دیکھا اور ان میں صرف حضرت
 آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا ہی ان کے دل کو لگیں۔

حضرت عبداللہ نے فرمایا: امی جان! ایک مرتبہ پھر انہیں اچھی طرح دیکھ لیجئے! لہذا
 ایک مرتبہ پھر حضرت عبداللہ کی والدہ ان کے ہاں گئیں اور دیکھا کہ
 حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کے چہرہ اقدس سے نور ہو رہا ہے اور وہ روشن ستارے
 کی طرح چمک رہی ہیں۔

حضرت عبداللہ کی شادی کے سلسلہ میں حضرت آمنہ کو ایک اوقیہ چاندی، ایک اوقیہ
 سونا، ایک سواونٹ اور اتنی ہی تعداد میں گائے اور بکریاں پیش کیں، اسی طرح بہت سے
 جانور ذبح کیے گئے اور بہت زیادہ کھانا تیار کیا گیا اور یوں حضرت آمنہ ان کے ساتھ
 رخصت کی گئیں۔ (الصحیح الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم لابن حجر مکی عربی ص ۲۲، اردو ص ۴۱)

بہت سے سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ والد رسول کی جبین
 اقدس میں نور مصطفویہ جلوہ کناں دیکھ کر یہودیوں و نصرانیوں نے حسد کی آگ میں جلتے
 ہوئے آپ کو شہید کرنے کا پروگرام بنایا اور اس پر عملدرآمد کرتے ہوئے بڑے بڑے
 منظم طریقوں سے حملے بھی کیے مگر

ع وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

کے مصداق حضرت عبداللہ کو اللہ تعالیٰ نے ہر حملے سے بال بال محفوظ فرمایا حتیٰ کہ
 آسمانی فرشتوں سے آپ کی نصرت و اعانت بھی فرمائی جیسا کہ کتابوں میں موجود ہے کہ

جب یہودیوں نے آپ کو تنہا شہید کرنے کے لیے چمکتی ہوئی تلواریں اٹھائیں تو
 واذا بعسكر من السماء..... فقتلوا اليهود۔ (معارج النبوت جلد اول
 ص ۷۳۵-۷۳۶ ترجمۃ المجالس از علامہ صفوری جلد دوم ص ۱۸۹ بیان میلاد النبوی ص ۲۸۲)
 اچانک آسمانوں سے (ملائکہ کا) ایک لشکر اتر اس نے تمام یہودیوں کو قتل
 کر دیا۔

گویا کہ آسمانی فرشتوں سے اللہ تعالیٰ نے نورِ مصطفویٰ کی حفاظت کروا کر ایک
 آنے والا وعدہ پورا فرمادیا کہ اے محبوب!

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔ (پ ۶ المائدہ: ۶۷)

”اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔“

فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے
 وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے

اور

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اور نورِ مصطفویٰ کو مکمل کرنے کا پروگرام خالق نور نے پایہ تکمیل تک پہنچا دیا کہ

وَاللّٰهُ مِتِّمَ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ (پ ۲۸ القف: ۸)

”اور اللہ اپنے نور کی تکمیل فرمانے والا ہے اگرچہ کافرا سے ناپسند کریں“

تفاسیر کے مطابق اس سے مراد یہی نورِ مصطفویٰ ہے مثلاً ملاحظہ ہو کہ

نور اللہ سے اور نورہ سے مراد نورِ مصطفیٰ ہے۔

(تفسیر درمنثور ج ۳ ص ۲۳۱ موضوعات کبیر ص ۸۶ تفسیر جمل حاشیہ جلالین ص ۴۵۹)

نورِ حق شمع الہی کو بجھا سکتا ہے کون

جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون

یہودیوں نے ایمانوں کی ابتداء سے یہی کوشش رہی کہ نورِ مصطفویٰ کو بجھا دیا جائے
اللہ فرماتا ہے:

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ - (پ ۲۸ القف: ۸)

”کافر ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھا دیں“

مگر

پھونکاں مار بجھایو لوڑن نور محمد والا

نور محمد کدی نہ بجھ سی وعدہ ہے رب تعالیٰ

تو جب قتل کی سازشوں کا علم میرے آقا کے جد امجد کو ہوا تو انہوں نے حضرت
عبداللہ کا نکاح کرنا چاہا تا کہ یہ نور اپنی والدہ کے شکم اطہر میں منتقل ہو کر محفوظ ہو جائے یہی
وہ نور تھا جو بوقت ولادت حضرت سیدہ آمنہ کے بطن اقدس سے خارج ہوا جیسے کہ آپ
نے خود بیان فرمایا کہ

مجھ سے نور خارج ہوا حضرت آمنہ خاتون کا ارشادِ پاک

خرج مني نور اضاء له قصور الشام اضاءت له الارض اضاء
له ما بين المشرق والمغرب .

مجھ سے نور خارج ہوا جس کی روشنی سے شام کے محلات روشن ہو گئے اس نور
کی وجہ سے زمین روشن ہو گئی اس نور کی روشنی سے مشرق و مغرب چمک
اٹھے۔

(۱) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص (۲) مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۳ (۳) ج۲ اللہ علی العالمین ص ۲۲۷ (۴) طبقات ابن

سعد جلد اول ص ۱۴۶ (۵) الوقاص ص ۵۲ (۶) المواہب اللدنیہ جلد اول ص ۱۴۳ (۷) الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۱۴

(۸) سیرت حلبیہ جلد اول ص ۹۱ (۹) ما ثبت بالنسب ص ۲۸۴ (۱۰) زرقانی شریف (۱۱) البدایہ والنہایہ ج

ص (۱۲) دارمی شریف (۱۳) دلائل النبوت للبیہقی ج ۱ ص ۸۰-۸۳ (۱۴) معارج النبوت جلد دوم ص

(۱۵) مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۴ (۱۶) نسیم الریاض شرح شفاء لقاضی عیاض ج ۳ ص ۲۷۵ (۱۷) مولد العروس

لابن الجوزی ص ۲۵ (۱۸) الدرر المنظم ص ۹۰ (۱۹) الریح المختوم ص ۱۰۱ (۲۰) نشر الطیب از تھانوی ص ۲۲-۲۳
(۲۱) سیرت مصطفیٰ ص ۱۲ از مولوی ابراہیم میرسیا لکھنؤی دہلی (۲۲) الشمامہ العنبریہ ص ۱۰ از نواب صدیق الحسن
بھوپالوی دہلی (۲۳) مختصر سیرت الرسول از عبداللہ بن محمد ابن عبدالوہاب نجدی ص ۱۲ (۲۴) عطر الوردہ مولوی
ذوالفقار علی دیوبندی ص ۳۰ (۲۵) خطبات چیمہ مولوی محمد نواز چیمہ دہلی ص ۲۱ (۲۶) اکرام محمدی مولوی عبدالستار
دہلی ص

(۲۷) شفاء اُردو ج ۱ ص ۴۰۵ (۲۸) مسند امام احمد بن حنبل ج ۴ ص ۱۲۷-۱۲۸ (۲۹) دلائل النبوة لابی نعیم ج ۱
ص ۱۳۵-۱۳۶ (۳۰) تفسیر مظہری اُردو ج ۶ ص ۶۲۰

حضرت سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ کی شادی کا پروگرام بنایا
ادھر یہ پروگرام بنا اُدھر جد الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام حضرت عبداللہ کو
خواب میں ملے اور حضرت آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے آسمانوں پر آپ کے نکاح
کے انعقاد کی بشارت دی اور مبارکباد بھی فرمائی اور پھر سیدہ آمنہ کے والد وہب کو بھی
بشارت دے دی گئی۔ (ابوین مصطفیٰ ص ۱۵۲ تا ۱۵۳)

چنانچہ آپ کا نکاح سیدہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا سے کر دیا گیا اور یہ نور پاک
صدف حضرت آمنہ میں منتقل ہو گیا۔ علامہ ابن حجر تحریر فرماتے ہیں کہ وہ رجب المرجب
جمعہ کی رات تھی۔

وكانت ليلة الجمعة روى انه لما اراد الله ان يخلق محمداً
صلى الله عليه وسلم في بطن امه آمنة ليلة الجمعة من شهر
رجب الاصح. (المعجم الكبير على العالم ص ۲۲ عربی)

اور یہ جمعہ کی رات تھی روایت کیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رجب
المرجب کے مہینے میں شب جمعہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آمنہ
کے بطن اطہر میں منتقل کرنے کا ارادہ کیا،

تو اس روایت سے میلاد النبی کا مہینہ ماہِ ربیع الاول شریف معلوم و متعین ہو گیا۔

عورتوں کا رشک و حسد میں مرجانا

راوی کہتے ہیں کہ مکہ کی تمام عورتیں اس معاملہ میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا پر حسد کرتی تھیں، سو عورتیں اسی حسرت و افسوس میں مر گئیں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال سے محروم رہیں اور حضرت عبداللہ نے یہ امانتِ خداوندی حضرت آمنہ کو ودیعت فرمادی۔ (اللمعت الکبریٰ اردو ص ۲۳، عربی ص ۲۲)

انتقال نورِ مصطفیٰ پر شیطان کا واویلا اور چیخ و پکار

صاحب جامع المعجزات فرماتے ہیں کہ

وہ جمعہ کی رات تھی جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں آج کی رات نور محمد منتقل ہونے والا ہے، پھر وہ نور منتقل ہو گیا، اس دن صنم خانے ویران ہو گئے، بت اوندھے منہ گر پڑے، ابلیس اپنے چہرہ پر خاک ڈالتا ہوا جبل ابی قیس کی جانب بھاگا، وہ اس زور سے چیخا کہ تمام شیاطین اس کے گرد جمع ہو گئے، شیاطین نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ ابلیس نے کہا:

وہ نور آمنہ کے شکم تک آ پہنچا ہے جو ہمارے طلسم کو توڑ دے گا۔

مکہ کی کئی دوشیزائیں آمنہ کے مقدر پر رشک کرنے لگیں کہ اس نے عبداللہ کی پیشانی سے چمک لوٹ لی ہے۔ (جامع المعجزات اردو ص ۲۹، مطبوعہ فرید بک شال لاہور)

جشن نورِ مصطفویہ

امر اللہ فی تلك الليلة رضوان خازن الجنان ان يفتح
الفردوس: ونادی مناد فی السموات والارض الا ان النور
المکنون والسر المخزون الذی یكون النبی الہادی منه
یستقر هذه الليلة فی بطن امہ آمنہ الذی فیہ یتم کمال خلقه

ويخرج الى الناس بشيرا ونذيرا صلى الله عليه وسلم وعلى
آله وصحبه بكرة واصيلا .

(الحمت الكبرى علی العالم عربی ص ۲۲-۲۳)

اللہ تعالیٰ نے اس رات جنت کے خازن رضوان کو حکم فرمایا کہ جنت
الفردوس کو کھول دے اور ایک منادی کرنے والے نے آسمانوں اور زمینوں
میں نداء کی آگاہ رہو کہ وہ نور مکنون اور سر مخزون جس سے نبی ہادی ظہور
قدسی فرمائیں گے آج رات اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا
کے بطن اقدس میں قرار پا گیا ہے جہاں نور محمدی کی خلقت بشری کی تکمیل
ہوگی اور وہ تمام بنی نوع انسان کے لیے بشیر و نذیر بن کر ظہور فرمائیں
گے (صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبه بکرة واصيلا)

اللہ نے جب خیر مخلوقات کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا تو جنت کے باسیوں سدرہ
کے مکینوں اور عرش کے حاملوں سے جبریل نے فرمایا:

”کلمۃ اللہ تمام ہونے والا ہے حکم الہی نافذ ہونے والا ہے ان کا
ظہور ہونے والا ہے جو بشیر و نذیر ہیں سراج منیر ہیں شافع و مشفع ہیں اور
صاحب لوا الحمد ہیں ان کی امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو
گی۔“

عرش والو! وہ آنے والے ہیں جو صاحب امانت و دیانت اور مجاہد فی سبیل
اللہ ہیں وہ خیر مخلوقات ہیں خاتم الانبیاء ہیں وہ سب جہانوں کی طرف
رحمت بھیجے گئے ہیں جن کا نام محمد و احمد ہے جو طہ و یسین ہیں جن کا دین ناسخ
الادیان ہے دنیا میں ظہور فرمانے والے ہیں۔“

جبریل کا اعلان سنتے ہی ملائکہ تسبیح و تکبیر میں مصروف ہو گئے ابواب جہنم بند ہو گئے
جنت کے دروازے کھل گئے اشجار جنت بار آور ہو گئے جنت کی نہریں رواں ہو گئیں طیور

جنت نغمہ سرا ہو گئے، حور و غلمان وجد میں آ گئے، حجابات اٹھ گئے اور احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے عالم بالا میں تجلیاں پھیل گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حکم فرمایا کہ ایک لاکھ فرشتوں کو لے کر زمین پر جاؤ، بحر و بر اور ارض و جبال میں پھیل جاؤ اور اہل زمین کو بشارت سنا دو کہ تمہیں پاک و صاف کرنے والا آرہا ہے۔ (جامع المعجزات ص ۲۹۸-۲۹۷ اردو)

شب انتقالِ نورِ مصطفویہ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صدف حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا میں جلوہ گر ہوئے اس رات یہ معجزہ رونما ہوا کہ

ان كل دابة كانت لقريش نطقت تلك الليلة وقالت حمل
برسول الله صلى الله عليه وسلم ورب الكعبة وهو امام اهل
الدنيا وسراج اهلها .

قریش کے تمام جانور کلام کرنے لگے اور وہ بول اٹھے کہ اللہ کے رسول صلی

لے... شبِ ولادت عرش پر ملائکہ کا خوشیاں منانا

حضرت امام جلال الدین السيوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ ”جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تمام دنیا نور سے بھر گئی اور فرشتوں نے خوشیاں منائیں اور ہر آسمان میں زبرد اور یاقوت کے ستون بنائے گئے جن سے آسمان روشن ہو گئے ان ستونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج ملاحظہ فرمایا تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ ستون آپ کی ولادت کی خوشخبری کے لیے بنائے گئے۔“

(انخصائص الکبریٰ اردو ج ۱ ص ۹۵)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب نقشہ کھینچا کہ ۔

عرش پہ تازہ چھیڑ چھاڑ فرش پہ طرف دھوم دھام
کان جدھر لگائی تیری ہی داستان ہے

اللہ علیہ وسلم حمل مادر میں تشریف لے آئے ہیں رب کعبہ کی قسم! وہ اہل دنیا کے امام اور ان کے لیے ہدایت اور روشن چراغ ہیں۔
عرب و عجم کے تمام بادشاہوں کے تحت اوندھے ہو گئے ابلیس (اللہ اس پر لعنت کرے) بھاگتا ہوا سیدھا جبل ابوقبیس پر پہنچا اور وہاں زار و قطار رونے اور چیخنے چلانے لگا جسے سن کر ہر طرف سے شیاطین دوڑتے ہوئے آئے اور اس کے ارد گرد جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے:

تجھے کیا ہو گیا ہے کہ تو نے چیخنا چلانا شروع کر دیا ہے؟

ابلیس نے بصد حسرت ویاس کہا:

”ستیاناںس ہو تمہارا! نبی آخر الزماں (صلی اللہ علیہ وسلم) کا زمانہ ظہور قریب آ گیا ہے جو کفار کا بہت زیادہ خون بہائیں گے اور انہیں انتہائی ذلیل و خوار کریں گے جن کے ساتھ ہو کر فرشتے بھی لڑیں گے جب سے حضرت آمنہ حاملہ ہوئی ہیں ہم تباہ و برباد ہو کر رہ گئے ہیں۔“

(العمۃ الکبریٰ علی العالم اردو ص ۲۳-۲۴ عربی ص ۲۳-۲۴)

مزید امام ابن حجر نقل فرماتے ہیں کہ

وفرت وحوش المشرق الی وحوش المغرب بالبشارات
وکذلک اهل البحار یبشر بعضهم بعضا وله فی کل شہر من
حملہ نداء فی الارض ونداء فی السماء ان ابشروا فقد آن ان
یظہر ابو القاسم محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
میمونا مبارکاً۔ (العمۃ الکبریٰ علی العالم عربی ص ۲۴)

(جب یہ نور محمدی حضرت آمنہ کے بطن اقدس میں آیا تو) مشرق کے جانور مغرب کے جانوروں کے پاس دوڑتے ہوئے گئے اور اسی طرح سمندر کے جانوروں نے بھی ایک دوسرے کو خوشخبریاں دیں اور انہیں حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے ظہورِ قدسی کی بشارت دینے لگے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حمل مبارک کے ہر مہینے ایک ندا آسمان میں اور ایک
زمین میں دی جاتی کہ

خوشخبری ہو! ابوالقاسم محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ظہور کا وقت قریب ہے
جن کے دم قدم سے چمن عالم میں بہار آئے گی اور ہر طرف یمن و برکت کا دور دورہ ہو
گا۔ (نعت کبریٰ اردو ص ۴۳)

سیدہ آمنہ کو انبیاء کی مبارکبادیاں

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں حضور علیہ السلام کے نور
پاک سے عاملہ تھی تو ہر ماہ مجھے ایک نبی آ کر مبارکباد سے نوازتے رہے۔

پہلا مہینہ اور آمد حضرت آدم علیہ السلام

حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ جب نور محمدی میرے بطن میں جلوہ گر ہوا تو حمل
کے پہلے مہینے جو رجب المرجب کا مہینہ تھا ایک رات جب میں اپنے گھر میں آرام فرما
رہی تھی خواب میں کیا دیکھتی ہوں کہ ایک مردِ کامل جس کے چہرہ مبارک سے ملاحیت ٹپک
رہی تھی جسم پاک سے عمدہ خوشبو آ رہی تھی اور جس کے انوار ہر سو ضیا بارتھے میرے پاس
آئے اور فرمانے لگے:

مرحبًا بك يا محمد .

مرحبًا يا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

میں نے ان سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں ابوالبشر آدم (علیہ السلام)

۱۔ خطیب پاکستان مولانا محمد بشیر رضوی آف ساہیوال رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر خطاب کے دوران فرمایا:
”بیشرب بعضهم بعضًا“ بعض جانور بعض کو مبارک باد دینے لگے یہ چاہیں کس ملک کے جانور ہیں جو
ہمارے علاقے میں پائے جاتے ہیں اور میلاد کی خوشی نہیں کرنے دیتے۔

(تقریری نکات ص ۲۷۹) (مولانا بشیر احمد رضوی ساہیوال)

ہوں میں نے پوچھا: آپ کس طرح تشریف لائے ہیں؟ تو فرمایا: اے آمنہ! ابشری فقد حملت بسید البشر وفخر ربیعة ومضر۔

(العمدة الکبریٰ عربی ص ۴۵)

تجھے مبارک باد ہو کہ تم سید البشر اور فخر ربیعة ومضر سے بارور ہو۔ صلی اللہ علیہ وسلم

دوسرا مہینہ اور آمد حضرت شیث علیہ السلام
حضرت سیدہ فرماتی ہیں:

ولما كان الشهر الثاني دخل علي رجل وهو يقول السلام عليك يا رسول الله قلت له من انت قال انا شيث قلت له ما تريد قال ابشرى يا امنة فقد حملت بصاحب التاويل والحديث۔ (العمدة الکبریٰ عربی ص ۴۵)

جب دوسرا مہینہ ہوا تو ایک شخص خواب میں تشریف لائے وہ کہہ رہے تھے: السلام علیک یا رسول اللہ! اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو! میں نے کہا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں شیث (علیہ السلام) ہوں میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اے آمنہ! تمہیں خوشخبری ہو کہ تم صاحب تاویل و حدیث نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارور ہو۔

تیسرا مہینہ اور ادريس علیہ السلام کی آمد

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

ولما كان الشهر الثالث دخل علي رجل وهو يقول السلام عليك يا نبي الله فقلت له من انت؟ قال انا ادريس قلت ما تريد قال ابشرى يا آمنة فقد حملت بالنبي الرئيس۔

(العمدة الکبریٰ عربی ص ۴۵)

جب تیسرا مہینہ ہوا تو ایک اور شخص خواب میں میرے پاس آئے اور کہنے لگے: السلام علیک یا نبی اللہ! اے اللہ کے نبی! آپ پر سلام ہو میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں اور لیس (علیہ السلام) ہوں میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اے آمنہ! بشارت ہو کہ تم نبی رئیس سے بارور ہو (یعنی ایسے نبی کے حمل سے جو سب کے سردار ہیں)۔

چوتھا مہینہ اور نوح علیہ السلام کی آمد

سیدہ کا ہی بیان ہے کہ

ولما كان الشهر الرابع دخل علي رجل وهو يقول السلام عليك يا حبيب الله قلت له من انت؟ قال انا نوح قلت له ما تريد قال ابشرى يا آمنة فقد حملت بصاحب النصر والفتوح۔

جب چوتھا مہینہ ہوا تو حسب سابق ایک بزرگ میرے پاس جلوۂ افروز ہوئے اور کہنے لگے: السلام علیک یا حبيب اللہ! اے اللہ کے محبوب! آپ پر سلام ہو میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں نوح (علیہ السلام) ہوں میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اے آمنہ! خوشخبری ہو کہ آپ اس نبی محترم سے بارور ہیں جو صاحب نصرت و فتوح ہیں۔

پانچواں مہینہ اور ہود علیہ السلام کی آمد

حضرت سیدہ ارشاد فرماتی ہیں کہ

ولما كان الشهر الخامس دخل علي رجل وهو يقول السلام عليك يا صفوة الله فقلت له من انت؟ قال انا هود قلت ما تريد؟ قال ابشرى ما آمنة فقد حملت بصاحب الشفاعة المظيمة في اليوم الموعود۔ (الحمت الکبریٰ ص ۳۵-۳۶)

جب پانچواں مہینہ ہوا تو اسی طرح ایک حضرت میرے پاس آئے اور کہنے لگے: السلام علیک یا صفوة اللہ! اے اللہ کے برگزیدہ رسول! آپ پر سلام ہو! میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں ہود (علیہ السلام) ہوں، میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں! تو فرمایا: اے آمنہ! تمہیں مبارک ہو کہ تم اسی نبی مکرم سے بارور ہو جو قیامت کے دن شفاعت عظمیٰ کے مالک ہوں گے۔

چھٹا مہینہ اور آمد حضرت خلیل اللہ علیہ السلام

آپ ہی کا بیان مبارک ہے کہ

ولما كان الشهر السادس دخل على رجل وهو يقول السلام عليك يا رحمة الله قلت له من انت؟ قال انا ابراهيم الخليل قلت له ما تريد؟ قال ابشرى يا آمنة فقد حملت بالنبي الجليل۔ (التمت الکبریٰ ص ۴۶)

جب چھٹا مہینہ ہوا تو پہلے کی طرح ایک اور بزرگ میرے پاس آئے اور فرمانے لگے: السلام علیک یا رحمة اللہ! اے اللہ کی رحمت! آپ پر سلام ہو! میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں ابراہیم خلیل اللہ (علیہ السلام) ہوں، میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اے آمنہ! تمہیں خوشخبری ہو کہ تم نبی جلیل صلی اللہ علیہ وسلم سے بارور ہو۔

ساتواں مہینہ اور آمد ذبیح اللہ علیہ السلام

آپ ہی ارشاد فرماتی ہیں:

ولما كان الشهر السابع دخل على رجل وهو يقول السلام عليك يا من اختاره الله قلت له من انت؟ قال انا اسماعيل الذبيح قلت له ما تريد؟ قال ابشرى يا آمنة فقد حملت بالنبي الرجيع المליح۔ (التمت الکبریٰ ص ۴۶)

جب ساتواں ماہ ہوا تو ایک اور صاحب تشریف لائے اور کہنے لگے: السلام
 علیک یا من اختارہ اللہ! اے اللہ کے مختار رسول! آپ پر سلام ہو! میں نے
 پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں اسماعیل ذبیح اللہ (علیہ السلام) ہوں! میں
 نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اے آمنہ! خوشخبری ہو کہ تم نبی ریح و ملیح
 یعنی افضل اور حسن نمک پاش والے نبی سے بارور ہو۔

آٹھواں مہینہ اور آمد موسیٰ علیہ السلام

حضرت سیدہ کا ہی ارشاد ہے کہ

ولما كان الشهر الثامن دخل علي رجل وهو يقول السلام
 عليك يا خيرة الله فقلت له من انت؟ قال انا موسى ابن
 عمران فقلت له ما تريد؟ قال ابشري يا آمنة فقد حملت بمن
 ينزل عليه القرآن۔ (الشمع الکبریٰ ص ۴۶)

جب آٹھواں مہینہ ہوا تو حسب دستور ایک اور بزرگ میرے پاس جلوہ فرما
 ہوئے اور کہنے لگے: السلام علیک یا خیرۃ اللہ! اے اللہ کے پسندیدہ رسول!
 آپ پر سلام ہو! میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں موسیٰ ابن عمران
 ہوں! میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ تو فرمایا: اے آمنہ! خوشخبری ہو کہ تم
 اس نبی معظم سے بارور ہو جس پر قرآن کریم نازل ہوگا۔

نواں مہینہ اور آمد عیسیٰ علیہ السلام

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ

ولما كان الشهر التاسع دخل علي رجل وهو يقول السلام
 عليك يا خاتم رسل الله دني القرب منك يا رسول الله قلت
 له من انت؟ قال انا عيسى ابن مريم فقلت له ما تريد؟ قال
 ابشري يا آمنة فقد حملت بالنبی المکرم والرسول المعظم

(صلی اللہ علیہ وسلم) و زال عنك البؤس والعنا والسقم
والالام۔ (التمت الکبریٰ علی العالم ص ۳۷)

جب نواں مہینہ ہوا تو اسی طرح ایک اور حضرت میرے پاس آئے اور کہنے لگے: السلام علیک یا خاتم رسل اللہ! اے رسولانِ الہی کو ختم کرنے والے! آپ پر سلام ہو! آپ کا وقت ظہور قریب ہے میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) ہوں میں نے کہا: آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا: اے آمنہ! خوشخبری ہو کہ تم نبی مکرم اور رسولِ معظم سے بارور ہو (صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے ہر قسم کی تکلیف درودِ ذکر اور بیماری زائل ہو گئی ہے۔

ایسے ہی جامع المعجزات ص ۲۹۹ تا ۳۰۲ پر علامہ الشیخ محمد الواعظ الرہاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا عوارضاتِ نساء سے محفوظ رہیں!
حضرت علامہ معین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

۱۔..... جتنا بہ سیدہ آمنہ (رضی اللہ عنہا) فرماتی ہیں کہ

دورانِ حمل مجھے ایسی کوئی دقتِ ثقل یا بوجھ محسوس نہ ہوا جس طرح عورتوں کو دورانِ حمل ہوا کرتا ہے حتیٰ کہ ابتدائی چھ ماہ میں مجھے یہ احساس بھی نہ ہوا کہ میں حاملہ بھی ہوں یا نہیں؟ صرف اتنا احساس تھا کہ اس دورانِ عوارضِ نسوانی (ماہواری) منقطع ہو گئے تھے چھ مہینہ گزرنے کے بعد خواب و بیداری کے عالم میں کسی نے مجھ سے کہا کہ اے آمنہ! کیا تجھے اپنے حمل کی خبر ہے؟ میں نے کہا: نہیں! تب انہوں نے بتایا کہ تم اس امت کے پیغمبر کے حمل سے ہو تب مجھے اپنے حاملہ ہونے کا یقین ہوا۔ (معارج النبوت جلد اول ص ۴۵۷ اردو)

فقیر محتاج الی المولیٰ القدر عبد اللہ بنی الاکبر محمد مقبول احمد سرور عرض کرتا ہے کہ جس پاکیزہ خاتون کی پوتی شہزادی رسول سیدہ بتول سلام اللہ علیہا کو اللہ تعالیٰ نے یہ شرفِ طہارت عطا فرمایا ہو کہ ان کے ہاں شہزادہ کی ولادت ہو اور ولادت ہونے کے ٹھیک ایک گھنٹہ بعد انہوں نے نماز ادا فرمائی ہو اس طاہرہ آمنہ خاتون کی پاکیزگی کا کیا عالم ہوگا؟

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ اقدس (اپنی والدہ ماجدہ کے) شکمِ اطہر میں جلوہ افروز ہوا تو والدہ ماجدہ کو دوسری عورتوں کی طرح طبیعت میں کسی قسم کی گرانی ہرگز محسوس نہ ہوئی اور نہ ہی کوئی بوجھ کا احساس ہوا حتیٰ کہ جسمانی عوارض کی وجہ سے شکمِ اطہر بھی نہیں بڑھا تھا، حضرت عبدالمطلب اس بات کو تسلیم نہ کرتے تھے کہ سیدہ آمنہ حاملہ ہیں کیونکہ حمل کا کوئی اثر سیدہ رضی اللہ عنہا میں وہ محسوس نہ کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم والدہ کے شکمِ اطہر میں تکبیر و تسبیح پڑھتے تھے جس کی آواز سنائی دیتی تھی وقت ولادت والدہ کو تکلیف نہ ہوئی۔

(معارج النبوت جلد دوم ص ۷۷، الشمامہ العنبر یہ ص ۸، مولد العروس، تذکرہ میلادِ رسول)

حضرت عبد اللہ والد رسول رضی اللہ عنہ کا انتقال

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حمل کو چھ ماہ گزرے تھے کہ میں نے ہاتھ (غیبی) سے ندا سنی:

آمنہ! تجھے امن والا مبارک ہو۔

(بقیہ حاشیہ) سیدہ فاطمہ الزہراء کے ہاں ان کے فرزند ارجمند حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کے ساتھ کسی قسم کا کوئی خون وغیرہ نہ دیکھا تو میں نے اس کا ذکر حضور علیہ السلام سے کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے اسماء!

اما علمت ان ابنتی طاهرة ومطهرة. (اسعاف الراغبین ص ۱۷۲)

کیا تو نہیں جانتی میری بیٹی طاہرہ مطہرہ ہے۔

امام بہانی فرماتے ہیں کہ ”انما كانت لا حیض“ (الشرف الموبد لآل محمد ص ۷۴) سیدہ حیض سے پاک تھیں۔ مزید فرمایا کہ ”وكانت اذا ولدت طهرت من نفاسها بعد ساعة حتى لا تفوتها صلوٰۃ“۔ (الشرف الموبد لآل محمد ص ۷۴-۷۵)

اور آپ بچے کی ولادت کے ایک ساعت بعد پاک ہو جاتیں حتیٰ کہ آپ کی کوئی نماز فوت نہ ہوئی، مزید معلومات کے لیے فقیر کی تصنیف اسرارِ خطابت ج ۶ کا مطالعہ فرمائیں۔

تو جب حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کی والدہ کی طہارت کا یہ عالم ہے تو جو نبی لوگوں کو پاک کرنے آیا ہے اس محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی طہارت کا کیا عالم ہوگا؟

سات ماہ گزرے تو حضرت عبدالمطلب نے سیدنا عبد اللہ سے فرمایا:
خوشی کے لمحات آنے والے ہیں ظاہر ہے کہ اس وقت ہمیں دعوتِ عام کرنا ہوگی
بیٹا! تم طیبہ جاؤ اور وہاں سے عمدہ پھل اور مویشی لے آؤ۔

سیدنا عبد اللہ فوراً روانہ ہو گئے لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا سیدنا عبد اللہ رضی
اللہ عنہ طیبہ میں وصال فرما گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

آپ کے وصال پر آسمان کے فرشتوں نے کہا:
الہ العالمین! تیرے محبوب دنیا میں یتیم پیدا ہوں گے؟
اللہ نے فرمایا: فرشتو! اس کا ناصر و نگہبان اس کے والدین سے بہتر ہے اس کا
محافظ و مربی میں ہوں۔

سیدہ آمنہ نے اپنے سرتاج کے وصال کی خبر سنی تو ان پر سکتہ طاری ہو گیا یہ مرحلہ
ان کے لیے بڑا صبر آزمائے تھا۔ (جامع المعجزات ص ۲۹۸-۲۹۹ اردو)

پیدا ہوئے تو باپ کا سایہ اٹھا لیا
بڑھنے لگے تو مادر و عم ہو گئے جدا
گھٹنوں چلے تو دادا عدم کو رواں ہوا
ایک ایک سایہ یونہی اٹھتا چلا گیا
سائے پسند آئے نہ پروردگار کو
بے سایہ لے کر دیا گیا اس سایہ دار کو

۱۔۔۔ اللہ تعالیٰ نے اس پیکر نورانیت کا جسم بھی سایہ نہ بنایا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ”لَمْ
يَكُن لِلنَّبِيِّ ظِلٌّ لَّأَنَّهُ نَوْرٌ وَالنَّوْرُ لَا ظِلَّ لَهُ“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا اس لیے کہ نبی نور ہیں اور نور
کا سایہ نہیں ہوا کرتا دوسری روایات میں ہے کہ ”لَمْ يَكُن لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ وَلَمْ يَقُمْ
مَعَ شَمْسٍ إِلَّا غَلَبَ ضَوْؤُهُ وَلَا مَعَ السَّوَاجِ إِلَّا غَلَبَ ضَوْؤُهُ ضَوْؤُهُ“ رسول کریم علیہ التحیۃ
والتسلیم کے جسم نورانی کا سایہ نہ تھا کیونکہ جب بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سورج کے سامنے کھڑے ہوتے تو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک سورج کے نور پر غالب آ جاتا اور اگر چراغ کے پاس (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ایک عاشق رسول نے کیا خوب کہا کہ ۔

محبوب الہی سا کوئی نہ حسین دیکھا
حد یہ ہے کہ حضرت کا سایہ بھی نہیں دیکھا
اللہ نے چاہا نہ سائے کو جدا کرنا
جب وقت نزع آئے دیدار عطاء کرنا

قبل ولادت ہی والد گرامی کا سایہ اس لیے بھی اٹھالیا گیا کہ پتا چل جائے کہ اس
محبوب علیہ السلام کا سایہ رحمت ساری کائنات پر اور میرا (اللہ تعالیٰ کا) سایہ رحمت اس
محبوب کائنات پر یہ در یتیم یتیموں کا والی اور میں اس در یتیم کا والی میرے علاوہ اس پر کسی
کا احسان نہیں بلکہ ساری کائنات پر اس کا احسان ہوگا۔ والد گرامی حضرت امام خطابت
علیہ الرحمۃ نے کتنا خوبصورت شعر فرمایا کہ ۔

یتیم ہو کے یتیموں کو پالنے والے
سنجھال ہم کو بھی اے سب کے سنجھالنے والے

اور مولانا حالی نے کہا:

یتیموں کا والی غلاموں کا مولا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

(بقیہ حاشیہ) جلوہ گر ہوتے تو چراغ پر حضور کا نور مبارک غالب آ جاتا۔ ایک اور روایت میں یوں ہے کہ ”من
خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ظلہ کان لا یقع علی الارض وانه کان نوراً“ یعنی نبی اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا کیونکہ آپ نور تھے۔
حوالجات کے لیے ملاحظہ ہو:

(۱) زرقانی علی المواہب ج ۳ ص ۲۲۰ (۲) نفی الفی ص ۳ (۳) انصاف الکبریٰ ج ۱ ص ۶۸ (۴) مواہب اللدنیہ
ج ۲ ص ۳۰۷ (۵) مدارج النبوت ج ۱ ص ۲۱ (۶) مکتوبات امام ربانی حصہ خیم دفتر سوم ص ۷۵ (۷) تفسیر عزیزی
پارہ ۳۰ ص ۳۶۱ اردو (۸) امداد السلوک از مولوی رشید گنگوہی ص ۱۵۶

دورانِ ایامِ حملِ نورِ خوشبوؤں کے حلقے

حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ ان ایام میں رات کو میں سونے کے لیے لیٹتی تو چاند اور ستارے میرے نزدیک آتے اور مجھے سلام عرض کرتے دن کو میں قیلولہ فرماتی تو سورج کے سلام کرنے کی آوازیں آیا کرتیں۔ مجھ سے ایسی خوشبوؤں کے حلقے پھوٹتے کہ کمرہ ہی نہیں گھر بھی..... گھر ہی نہیں پوری گلی..... پوری گلی ہی نہیں سارا محلہ..... سارا محلہ ہی نہیں، بلکہ پورا مکہ معطر ہو جاتا۔

حضرت عبدالمطلب نے ایک دن اپنی زوجہ محترمہ سے فرمایا: ”آج شام جب سب لوگ دسترخوان پر کھانے آئیں تو اپنی بہو کو میری طرف سے کہنا کہ باہر لوگ مجھے کہتے ہیں: آپ کی بیوہ بہو یہ خوشبو کہاں سے منگواتی ہے کہ جس سے سارا مکہ معطر ہو جاتا ہے ہمیں بھی وہ دوکان بتائی جائے تاکہ ہم بھی وہاں سے خوشبو خریدیں تو مجھے شرمندگی ہوتی ہے دراصل لوگ مجھے طعنہ دیتے ہیں کہ بیوہ ہو کر ایسی خوشبو بہو کو استعمال نہ کرنی چاہیے۔“

جب شام کو دسترخوان پر بات ہوئی تو سیدہ آمنہ کی چشمانِ معنورہ سے آنسوؤں کے موتی جاری ہو گئے اور رو کر عرض کیا:

”ابا جان! آپ کو معلوم ہے کہ میں کتنی عفت و حیاء کی مجسم پیکر ہوں! میں تو کبھی گھر کے دروازے تک نہیں آتی، دراصل یہ خوشبو کسی دکان کی نہیں بلکہ اس عرش کے مہمان کی ہے جو عنقریب میری گود میں آنے والا ہے۔“

(سیرت حلبیہ و دیگر کتب سیرت)

چاند جس کی بلائیں لیتا ہے اور ستارے سلام کرتے ہیں یہ تو اس پیکرِ حسن و جمال کی خوشبو ہے کہ جس کا پسینہ خوشبوؤں کا گنجینہ ہے

ایسی خوشبو نہیں ہے کسی پھول میں

جیسی میرے نبی کے پسینے میں ہے!

۱۔ مسلم شریف میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ پیر کے وقت حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر قیلولہ فرما رہے تھے آپ کے جسد منورہ سے پسینہ موتیوں کی طرح بہہ رہا تھا اور ام سلیم اسے ایک شیشی میں جمع کر رہی تھیں کہ نبی کریم نے فرمایا: ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہو؟ عرض کیا: حضور! اس پسینہ مبارک کو اپنے عطریات میں ملاؤں گی تاکہ وہ اور لطیف و خوشبودار ہو جائیں فرمایا: "أَصْبَحْتَ" تو نے ٹھیک کیا ہے۔ (۱) مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۷ (۲) مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۷ (۳) مواہب اللدنیہ ج ۲ ص ۳۱۲ (۴) مصابیح السنہ ج ۲ ص ۲۸

ایسی خوشبو نہیں ہے کسی پھول میں

جیسی میرے نبی کے پسینے میں ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "لَا شَمَمْتَ مَسْكًا وَلَا عَنَبًا أَطِيبَ مِنْ رَائِحَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" میں نے کبھی کوئی کستوری یا عنبر ایسا نہیں سونگھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ خوشبو سے زیادہ خوشبودار ہو۔ (۱) بخاری شریف ج ۱ ص ۲۶۴ (۲) مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۷ (۳) مصابیح السنہ ج ۲ ص ۲۸ (۴) البرہان ص ۱۵ (۵) مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۷

سیدنا جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نے فجر کی نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی نماز سے فارغ ہو کر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے در و دولت کی طرف نکلے اور میں بھی ساتھ ہولیا تو اچانک سامنے بچے آ گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر بچے کے رخسار پر ہاتھ مبارک پھیرتے تھے میرے بھی دونوں رخساروں پر دستِ رحمت پھیرا تو "فوجدت ليدہ بردًا او ریحًا كأنما اخرجها من جونة عطار" میں نے ایسی ٹھنڈک اور ایسی خوشبو محسوس کی جیسے کہ سرکار نے دست مبارک عطار کی صندوقچی سے نکالا ہے۔

(مشکوٰۃ ص ۵۱۷ مصابیح السنہ ج ۲ ص ۲۹ مسلم شریف ج ۲ ص ۲۵۶ البرہان ص ۱۷)

حضرت سیدنا جابر فرماتے ہیں: "ان النبي صلى الله عليه وسلم لم يسلط طريقًا فليبعه احد الا عرف انه قد سلطه من طيب عرقه او قال من ربح عرقه"۔

(۱) سنن داری ج ۱ ص ۲۶ مطبوعہ قاہرہ۔ ج ۱ ص ۳۴ مطبوعہ لبنان (۲) مشکوٰۃ ص ۵۱۷ (۳) مصابیح السنہ ج ۲ ص ۱۸

یعنی کہ اگر کسی نے سرکارِ مدینہ سرور قلب و سینہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنا ہوتا تو (اسے پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آتی بلکہ) جس گلی سے تازہ تازہ خوشبو آتی "اُدھر کو جاتا تو سرکار کو پالیتا" آپ کی خوشبو کی وجہ سے۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحات پر)

بقیہ حاشیہ
گزرے وہ جس راہ سے سید والا ہو کر
وہ گئی ساری زمیں عبر سارا ہو کر

حضرت سیدنا عتبہ بن فرقہ سلمی صحابی رضی اللہ عنہ کے جسم سے ہر وقت بہترین خوشبو مہکتی رہتی تھی حالانکہ آپ خوشبو لگایا نہیں کرتے تھے اور آپ کی چار بیویاں تھیں وہ آپس میں کوشش کرتیں کہ میری خوشبو سب سے اچھی ہو لیکن جب ان کے شوہر سیدنا عتبہ گھر تشریف لاتے تو سب خوشبوئیں مات ہو جاتیں اور حضرت عتبہ کی خوشبو غالب رہتی ایک دن چاروں بیویاں اکٹھی ہو کر عرض کرتی ہیں: اے ہمارے آقا! ہمارے شوہر نامدار کیا بات ہے؟ ہم ایک دوسری سے سبقت لے جانے کے لیے اچھی سے اچھی خوشبو لگاتی ہیں مگر آپ آتے ہیں تو اور کسی کی خوشبو کا پتا ہی نہیں چلتا صرف آپ ہی کی خوشبو مہکتی رہتی ہے ایسا کیوں؟ یہ سن کر حضرت عتبہ نے فرمایا: میں نے تو کبھی کوئی خوشبو نہیں لگائی، بس وجہ یہ ہے کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہو گیا تھا میرے جسم پر پھنسیاں (پت) نکل آئی تھی تو میں اپنے آقا رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور بیماری کی شکایت کی تو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عتبہ! کرتہ اتار دے اور بیٹھ جا، میں کرتہ اتار کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔
”لَفِثَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي يَدِهِ الشَّرِيفَةِ وَدَلَكَ بِهَا الْآخِرَى ثُمَّ مَسَحَ ظَهْرِي وَبَطْنِي بِيَدِهِ
فَلَبِقَ هَذَا الطِّيبُ مِنْ يَدَيْهِ يَوْمَئِذٍ“۔

(۱) زرقانی علی السواہب ج ۴ ص ۲۲۴ (۲) مدارج النبوت ج ۱ ص ۲۴ (۳) سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۴۰۳
(۴) مواہب اللدنیہ جلد دوم ص ۳۱۱-۳۱۰ (۵) الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۸۲ (۶) البرہان ص ۱۹-۲۰
یعنی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دس مبارک پر پھونک لگائی پھر اس ہاتھ مبارک کو دوسرے ہاتھ مبارک سے مل کر میری پشت اور میرے پیٹ پر دونوں ہاتھ مبارک پھیر دیئے اس وقت سے یہ خوشبو مہک رہی ہے
اس حدیث مبارک کے متعلق امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اخرج الطبرانی فی الکبیر والوسط بسند جید. (خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۸۲)

ایسی خوشبو نہیں ہے کسی پھول میں

جیسی میرے نبی کے پسینے میں ہے

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جس روز جان جہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کو اپنے ہاتھ سے پکڑ کر آپ کے سینہ مبارک پر رکھ دیئے تو کئی ہفتوں تک میرے ہاتھوں سے وضو کرتے اور کھانا کھاتے وقت مشک و عنبر کی سی خوشبو مہکتی تھی۔
(۱) شواہد النبوت ص ۱۸۷ (۲) الخصائص الکبریٰ ج ۲ ص ۲۷۴ (۳) البرہان ص ۲۱-۲۲ از استاذی المکرم فقیہ

عمر مفتی محمد امین صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(بقیہ حاشیہ) شیخ الحدیث حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا کہ ایک شخص نے اپنی بیٹی کو اس کے خاوند کے ہاں بھیجنے کے لیے خوشبو تلاش کی مگر خوشبو نہ مل سکی تو اس نے دربار رسالت میں حاضر ہو کر ماجرا عرض کیا اور درخواست کی کہ آقا! آپ ہی کوئی خوشبو عطا فرمائیں! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیشی طلب فرمائی تاکہ اس میں خوشبو ڈالی جائے شیشی حاضر کرنے پر حبیب خدا جان دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جسم انور سے پسینہ لے کر اس شیشی میں بھر دیا اور فرمایا: جا کر اسے اپنی لڑکی کے جسم پر مل دو اور جب اسے پسینہ مبارک مل گیا تو سارا مدینہ اس خوشبو سے مہک گیا اور پھر اس گھر کا نام ہی ”بیت المطمین“ رکھ دیا گیا۔

(مدارج النبوت فارسی ج ۱ ص ۲۳، اردو ج ۲ ص ۴۷)

استاذی المکرمی حضرت فقیہ عمر قبلہ مفتی محمد امین صاحب فرماتے ہیں کہ

عاشق رسول قائد اہل سنت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ رضویہ کے جلسہ عام میں اس واقعہ کو بیان فرمایا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: اس لڑکی کو تاحیات پھر کبھی خوشبو لگانے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی بلکہ اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد میں جو بچہ پیدا ہوتا اس کے جسم سے بھی خوشبو مہکتی تھی۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب!)

(البرہان ص ۲۳)

والد گرامی امام خطابت علامہ پیر غلام رسول المعروف سمندری والے رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد مرتبہ بیان فرمایا کہ حضرت امیر ملت علی پوری الحافظ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب گنبد خضریٰ پر مواجہہ شریف کے پاس حاضر تھے کہ ایک حبشی بھی وہاں حاضر تھا اس میں سے ایسی خوشبو آ رہی تھی کہ کبھی نہ دیکھی نہ سونگھی آپ نے اس سے کہا: حبشی! میرے مریدین میں نواب آف دکن وحید آباد تک شامل ہیں جو مجھے خوشبو و عطریات کے تحفہ جات بھیجتے رہتے ہیں مگر ایسی خوشبو جو تجھ سے آ رہی ہے آج تک میں نے نہیں دیکھی نہ سونگھی ذرا مجھے بھی بتا یہ خوشبو کہاں سے ملتی ہے؟ حبشی نے زار و قطار روتے ہوئے روضہ رسول کی طرف اشارہ کیا اور کہا: یہ خوشبو میں نے اس روضے والے آقا سے لی ہے آپ نے فرمایا: وہ کیسے؟ آپ تو چودہ صدیوں سے اس مرقہ منورہ و تربت مقدسہ میں آرام فرما ہیں تو نے خوشبو آپ سے کیسے حاصل کر لی؟ تو اس نے کہا: شاہ صاحب! وہ جس لڑکی کو سرکار نے اپنے پسینہ مبارک سے مشرف فرمایا تھا جس کا ذکر احادیث میں آپ لوگ بیان کرتے رہتے ہیں اس لڑکی کی نسل سے ہوں اللہ اکبر! چودہ صدیوں کے بعد بھی اس کی نسل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک کی خوشبو موجود ہے۔

ایسی خوشبو نہیں ہے کسی پھول میں

جیسی میرے نبی کے پسینے میں ہے

تا جہد ابر بریلی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا کہ

واللہ جو مل جائے مرے گل کا پسینہ

.. مانگے نہ کبھی عطر نہ پھر چاہے دہن پھول

ربیع الاول شریف کی بابرکت راتیں

امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ربیع الاول کی پہلی شب ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کو آپ کی ذاتِ اقدس سے عجیب کیف و سرور حاصل ہوا۔ دوسری شب حصولِ مقصد کی بشارت دی گئی۔

تیسری شب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے مخاطب ہو کر کہا گیا: اے آمنہ! اب اس جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کا وقت قریب آ گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور شکر و احسان بجالائے گا۔

چوتھی شب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ملائکہ کی بلند آواز سے تسبیح سنی۔ پانچویں شب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے خواب میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی زیارت کی وہ فرما رہے تھے:

”اس نبی جلیل صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری ہو جو صاحبِ نور و جمال اور افضل و کمال کے مالک ہیں اور تعریف و ثناء جن کو سزاوار ہے۔“ چھٹی شب صاحبِ مدح و ثناء حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار سارے عالم میں جلوہ گر ہوئے۔

ساتویں شب ملائکہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر آئے جس سے خوشیاں دوبالا ہو گئیں۔

آٹھویں شب فرح و سرور اور مبارکبادی کے فرشتے نے نداء کی اور کہا: ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا وقت قریب آ گیا ہے۔“ نویں شب لطف و مہربانی کے فرشتے نے محنِ عطف سے نگاہ کی کہ حضور کی والدہ سے غم و الم زائل ہو گئے۔ دسویں شب خیف و مٹی نے بشارت دی۔

گیارہویں شب زمین و آسمان والوں نے ایک دوسرے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری دی اور پھر وہ شب بھی جلوہ نما ہوئی کہ

جو قسمت کے لیے مقوم تھی وہ آج کی شب تھی
 مشیت ہی کو جو معلوم تھی وہ آج کی شب تھی
 خدا نے ناخدائی کی خود انسانی سفینے کی
 کہ رحمت بن کے چھائی بارہویں شب اس مہینے کی
 وہ دن آیا کہ پورے ہو گئے تو رات کے وعدے
 خدا نے آج ایفا کر دیئے ہر بات کے وعدے
 مبارک ہو کہ دور راحت و آرام آ پہنچا
 نجات دائمی کی شکل میں اسلام آ پہنچا
 بصد انداز یکتائی بغایت شان زیبائی
 امیں بن کر امانت آمنہ کی گود میں آئی
 فرشتوں کی سلامی دینے والی فوج گاتی تھی
 جناب آمنہ سنتی تھیں یہ آواز آتی تھی
 سلام اے آمنہ کے لال اے محبوب سبحانی
 سلام اے فخر موجودات فخر نوع انسانی
 سلام اے آتشیں زنجیر باطل توڑنے والے
 سلام اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے
 ترے آنے سے رونق آ گئی گلزار ہستی میں
 شریکِ حال قسمت ہو گیا پھر فضل ربانی
 مبارک ہو کہ ختم المرسلین تشریف لے آئے
 جناب رحمۃ للعالمین تشریف لے آئے

پر نور ہے زمانہ صبح شب ولادت

شب میلاد

خدا کی قسم! اس کائنات رنگ و بو میں اس ذاتِ وحدہ لا شریک نے جتنی راتیں تخلیق فرمائی ہیں ان سب سے افضل یہی رات ہے کیونکہ اگر یہ رات نہ ہوتی تو پھر کوئی رات نہ ہوتی۔

حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لیلۃ المیلاد لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے اس کی تین وجوہات ہیں:

(۱) لیلۃ المیلاد میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا جبکہ لیلۃ القدر آپ کو عطاء کی گئی مشرف کی ذات کے سبب جو شئی شرف پائے وہ اس شئی سے اشرف ہوگی جو مشرف کی ذات کو عطاء کی جائے اس اعتبار سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی رات لیلۃ القدر سے افضل ہے۔

(۲) لیلۃ القدر میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور لیلۃ المیلاد میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے حضور ملائکہ سے یقیناً افضل ہیں لہذا حضور سے منسوب رات بھی ملائکہ سے منسوب رات سے افضل ہے۔

(۳) لیلۃ القدر میں صرف امتِ مصطفویہ پر رحم و فضل ہوتا ہے مگر لیلۃ المیلاد میں تمام موجودات و کائنات پر رحم و فضل ہوا۔

(سیرت محمدیہ اردو ترجمہ مواہب اللدنیہ جلد اول ص ۱۵۶)

حقیقت ہے کہ یہ رات

بہت ہی مسرتوں بھری رات

اپنے دامن میں اس خوشی کا احاطہ کرنے والی رات کہ جس کے عدم وجود سے کائنات میں مسرت کی کوئی چیز تخلیق نہ کی جاتی بلکہ خود کائنات ہی معرضِ وجود میں نہ آتی

ان فرحتوں کو اپنے دامن میں سمیٹنے والی شب مبارکہ کہ جو زندگی کی تمام تر عنائیوں کے وجود کا سبب بنی

شادمانی و سرور سے لبریز رات

جملہ عظمتوں، بلند یوں اور مرتبوں کی جامع رات

قدر و منزلت کے اعتبار سے ضرب المثل رات

وجدان و عرفان سے بھرپور رات

حسن و جمال، نور و سرور سے مزین رات

وہ رات کہ جس پر شب قدر بھی رشک کرتی ہے

وہ رات کہ جس کی عظمت و شوکت کے سامنے شبِ برأت کی اہمیت بھی ہچ ہے

جس کی فضیلت چاند راتوں سے بھی بڑھ کر اور جس کی قدر و منزلت قیامت تک کی

تمام راتوں سے زیادہ اور جس کی علو مرتبت ایام حج و عیدین سے بھی فزوں تر ہے

اگر یہ شبِ سعادت نہ ہوتی تو شبِ برأت نہ ہوتی نہ شب قدر بلکہ ایام حج ہوتے نہ

عیدین! ہاں ہاں! قصہ مختصر کہ

اگر یہ رات اور اس میں تشریف لانے والی محبوب کی ذات نہ ہوتی تو پھر کبھی اظہارِ

ربوبیت رب کائنات نہ ہوتا۔

لولاك لما اظهرت الربوبية. (حوالے گزر چکے ہیں)

اے حبیب! اگر آپ کا میلاد نہ ہوتا تو میں اپنا رب ہونا بھی ظاہر نہ فرماتا۔

ایہہ دھرتی نہ ہندی نہ آسمان ہندا جسے پیدا نہ عرشاں دا مہمان ہندا

ایہہ شمس و قمر کہکشاں نہ ستارے نہ جنت نہ جنت دا سامان ہندا

ایہہ جلوے ایہہ منظر ایہہ نگیں نظارے محمد دے ہونے تھیں ہوئے نے سارے

جے پیدا نہ ہندے محمد پیارے نہ ظاہر کدی آپ رحمان ہندا

اگر میلاد مصطفیٰ نہ ہوتا تو کلیم نہ ہوتے

اللہ تعالیٰ کے لاڈلے پیغمبر سیدنا حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے بارگاہ

خداوندی میں عرض کیا: اے میرے مولا!

میں تیرا کلیم ہوں! کیا مجھ سے زیادہ شان والا بھی کوئی تو نے پیدا فرمایا ہے؟ آواز

قدرت آئی: ہاں! عرض کیا: یا اللہ! وہ کون ہے؟ فرمایا: اے کلیم! وہ میرا محبوب سیدہ آمنہ کا

وریتیم عبد اللہ کا فرزند محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے اور سن لو!

لو لا محمد وامته لما خلقت الجنة والنار ولا الشمس ولا

القمر ولا ملکا مقربا ولا نبیا مرسلًا ولا ایاک مت علی توحید

وعلی حب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ (موضوعات کبیر ص ۱۵۹)

اگر محمد اور ان کی امت (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) نہ ہوتے تو میں جنت

جہنم سورج چاند فرشتے نبی رسول اور (کوئی شی) حتیٰ کہ اے کلیم! تجھے بھی

پیدا نہ کرتا قائم رہ توحید اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت پر۔

اگر میلاد مصطفیٰ نہ ہوتا تو آدم علیہ السلام نہ ہوتے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدنا عیسیٰ

علیہ السلام کو فرمایا:

لو لا محمد ما خلقت آدم۔ (الوقایا حوالہ المصطفیٰ لابن جوزی ج ۱ ص ۳۴)

اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد نہ ہوتا تو میں آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا۔

اور ایک روایت میں حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا: اے آدم!

لولاہ لما خلقتک۔ (الوقایا حوالہ المصطفیٰ لابن جوزی ج ۱ ص ۳۴)

اگر ان کا میلاد نہ ہوتا تو میں تمہیں (بھی) پیدا نہ کرتا۔

اگر میلاد النبی اور شب میلاد نہ ہوتی تو آدم نہ ہوتے آدم نہ ہوتے تو آدمی نہ ہوتا

آدمی نہ ہوتا تو کائنات نہ ہوتی۔

دنیا کا طول و عرض نہ ہوتا، کسی کا کوئی فرض و قرض نہ ہوتا، یہ رنگ و بو نہ ہوتا، یہ نور و سرور نہ ہوتا، یہ لیل و نہار نہ ہوتے، یہ بارش و بہار نہ ہوتے۔

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں
یہ سب کچھ اسی شب میلاد اور اسی صاحبِ میلاد کی بدولت ہے

عرش بنایا ہے اس کو بلانے کے لیے
کرسی بنائی ہے اسے بٹھانے کے لیے
لوح بنائی ہے اسے پڑھانے کے لیے
قلم بنایا ہے اسے تھمانے کے لیے
لامکان بنایا ہے اسے سیر کرانے کے لیے

بس میں ہوں اور وہ ہے (أنا وانت) اور باقی جو کچھ ہے اسی کے لیے ہے
(وما سواك خلقت لأجلك)

یہ شب ولادت ہی تو وہ لیلۂ مبارکہ ہے کہ جس میں جلوہ گریِ محبوب کے لیے
آسمان کو چھت بنایا گیا

زمین کو چھوٹا بنایا گیا

چاند جیسا بلب روشن کیا گیا

سورج جیسا فانوس لگایا گیا

ستاروں جیسے قمقمے لگائے گئے

عرش پر آرائشوں کے سامان دیے گئے

آسمانوں پر زیبائش کی گئی

فلکیات کو سجایا گیا

ہواؤں کو معطر کیا گیا

جنت کو مزین کیا گیا

جہنم کو بجھایا گیا

حوروں کا بناؤ سنگھار کیا گیا

مشرق و مغرب و کعبۃ اللہ کو جھنڈوں سے مزین کیا گیا

کعبہ کے بتوں کو لرزہ بر اندام کیا گیا

مقامِ ابراہیم کی طرف بیت اللہ کو جھکایا گیا

فارس کا آتش کدہ جو ہزاروں سال سے جل رہا تھا سرد کر دیا گیا۔

ان فی صبیحة تلك الليلة اصبحت اصنام الدنيا منكوسا .

(سیرتِ حلبیہ)

صبحِ شبِ ولادتِ ساری دنیا کے بت سرنگوں کر دیئے گئے۔

ولم یبق سریر ملک من ملوک الدنيا الا اصبح منكوسا :

(خصائصِ کبریٰ)

تمام دنیاوی بادشاہوں کے تخت اونڈھے کر دیئے گئے۔

کیوں؟ کس لیے؟

صرف اور صرف اس لیے کہ

ع انہیں دولہا بنا کر بھیجنا تھا بزمِ امکاں میں

روزِ ازل سے اس مبارک رات کا یہ مقدر لکھ دیا گیا تھا اسی شب کو یہ مرتبے مرحمت

فرمانے تھے ان بلند یوں سے نوازا تھا اور میلادِ محبوب سے سرفراز فرمانا تھا۔

اسی شب مبارکہ میں حکمِ خداوندی ہوا:

یا جبرئیل خذ علم الهدایة ویا میکائیل خذ علم القبولیة ویا

عزرائیل لا تقبض الارواح هذه الليلة .

اے جبریل! ہدایت کا جھنڈا پکڑ لو اے میکائیل! قبولیت کا جھنڈا تھام لو

اے عزرائیل! آج کی رات ارواح کو قبض نہ کرنا۔

اگر کسی کی روح قبض کی گئی تو اس کے گھر صف ماتم بچھ جائے گی اور آج ماتم کا نہیں جشن محبوب کا موقع ہے، لوگ ایک جھنڈے کو روئیں گے، ہم آج ہر فرشتے سے جھنڈے اٹھوائیں گے تاکہ جشن محبوب دوبالا ہو۔

حضرت سیدہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں ہر رات قدرت کے عجائبات دیکھتی رہی، حتیٰ کہ شب ولادت (بارہویں کی رات) جلوہ گر ہوئی، یہ ایک منور رات تھی، چاند جو بن پر تھا، مکہ چاندنی میں نہایا ہوا تھا۔ حضرت عبدالمطلب اپنے بچوں کے ہمراہ دیوارِ کعبہ کی مرمت کر رہے تھے، اس وقت میرے پاس کوئی فرد موجود نہیں تھا، میں گھر میں اکیلی رہ گئی تو خوفِ محسوس ہونے لگا کہ اگر اسی رات بچے کی پیدائش ہو گئی تو کیا ہوگا؟

جنابہ آمنہ کے ہاں جنابہ حوا، سارا، آسیہ، مریم کی آمد

جنابہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں انہی خیالات میں تھی کہ کمرے کی ایک دیوار شق ہو گئی اور چار دروازہ خواتین کمرہ میں داخل ہو گئیں، وہ بادقار تھیں اور حسن و جمال میں ایک دوسرے سے بڑھ کر یوں محسوس ہوا کہ جیسے نور و نکہت کی بارشیں ہونے لگی ہیں، ایک نے بڑھ کر مجھ سے کہا:

آمنہ! تمہاری مثل کون ہو سکتی ہے! تم سید البشر کی ماں بننے والی ہو۔

یہ کہہ کر وہ میری دائیں جانب بیٹھ گئیں، میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ بولیں: أم البشر حوا، پھر دوسری نے مبارکباد دی، وہ میری بائیں جانب بیٹھ گئیں، میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ بولیں: سارا، زوجہ خلیل اللہ۔

پھر تیسری خاتون مبارکباد دے کر میرے پیچھے بیٹھ گئیں، میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ بولیں: آسیہ بنت مزاحم، فرعون کی بیوی۔

آخر میں چوتھی نے بھی مبارکباد دی اور سامنے بیٹھ گئیں، میں نے پوچھا: آپ کون

ہیں؟ بولیں: مریم بنت عمران عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ۔

پھر چاروں نے یک زبان کہا:

ہم دایہ بن کر تمہاری خدمت کے لیے حاضر ہوئی ہیں۔

حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ میں جلد ہی ان سے مانوس ہو گئی۔

(جامع المعجزات ص ۳۰۳-۳۰۴، المعجم الکبریٰ اردو ص ۷۹) مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۶، مواہب اللدنیہ

ج ۱ ص ۱۱۲، نسیم الریاض ج ۳ ص ۲۷۳، اکرام محمدی ص ۲۷۳، مولوی عبدالستار دہلوی

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ پاکیزہ بیبیاں جو ہزاروں سال اس میلاد النبی سے پہلے

انتقال فرما چکی اور اپنی اپنی مقدس قبروں میں جا چکی تھیں، یہ آ کیسے گئیں؟

جواب یہ ہے کہ ایسے ہی جیسے شب معراج تمام انبیاء کرام علیہم السلام مسجد اقصیٰ میں

آ گئے تھے تو یہ عقیدہ درست ثابت ہوا کہ انبیاء کرام اولیائے عظام اپنی اپنی قبروں میں

زندہ ہیں اور مشیت الہی سے وہ آ جا بھی سکتے ہیں۔

تو اگر وہ سب زندہ ہیں آ جا سکتے ہیں تو امام الانبیاء علیہ السلام جو کہ باعث تکوین

عالمیاں ہیں، وہ کیوں زندہ نہیں اور کیوں آ جا نہیں سکتے؟ تاجدار بریلی امام احمد رضا

فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

انبیاء مزارات میں زندہ ہیں

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ

حدیث پاک روایت فرمائی ہے کہ سرکار ابد قرار نے ارشاد فرمایا:

الانبياء احياء في قبورهم يصلون ۔

(جذب القلوب اردو از شیخ محقق دہلوی ص ۲۰۶، انصاف الکبریٰ ج ۲ ص ۲۰۱، از امام سیوطی)

انبیاء اپنی قبور میں زندہ ہیں نمازیں ادا فرماتے ہیں۔

حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو شبِ معراج نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا تو نماز کی حالت میں حضور ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو دیکھا کہ

هو قائم یصلی فی قبرہ۔ (القول البدیع ص ۱۶۸)

وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

میرے آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

فنبی اللہ حی یرزق.. (مشکوٰۃ ص ۱۲۱ ابن ماجہ ص ۷۶)

پس اللہ کے نبی زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ یہ حدیث امام الوہابیہ ابن قیم نے بھی اپنی کتاب جلاء الافہام ص ۴۰ عربی پر نقل کی ہے اور پھر جس نبی کی ولادت پر قبروں والی زندہ ہو کر تشریف لے آئیں وہ نبی خود قبر میں زندہ کیسے نہیں اور تشریف کیوں نہیں لاسکتے اور ان مستوراتِ محترمات کا شبِ ولادت حضرت آمنہ کے ہاں آنا خود وہابیوں نے بھی تحریر کیا ہے۔

(دیکھیں: اشہادۃ العمریہ اکرام محمدی از مولوی عبدالستار وغیرہ)

شبِ ولادت کعبۃ اللہ مقام ابراہیم کی طرف جھک گیا

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

میں شبِ ولادت کعبہ کا طواف کر رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کعبہ مقام ابراہیم کی طرف سجدہ ریز ہو گیا اور جھک گیا۔ (السیرۃ الحلبیہ ج ۱ ص ۱۱۵ شواہد النبوت ص ۷۷ معارج النبوت

ج ۲ ص ۷۷ امداد حج النبوت ج ۲ ص ۷۷ عطر الوردہ مولوی ذوالفقار دیوبندی ص ۱۳۵)

۱۔ حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ آپ کو حجرِ اسود کے پاس لے گئیں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بوسہ دیں تو حجرِ اسود اپنی جگہ سے نکلا اور آپ کے چہرہ اقدس کے قریب ہو گیا (تاکہ آپ باسانی بوسہ دے لیں)۔ (تفسیر مظہری اردو ج ۶ ص ۶۲۰)

عربی عبارت ملاحظہ ہو: "جاءت به الی الحجر الاسود لیقبلہ اذ خرج من مکانہ حتی

التصق لوجہہ"۔ (تفسیر مظہری ج ۶ ص ۵۲۸)

بارک اللہ مرخِ عالم بھی سرکار ہے

مقام ابراہیم سرکار کی ولادت گاہ کی سائیڈ پر ہے، گویا کعبہ مقام ولادت محبوب کی طرف جھک گیا۔

جھکتے ہیں ہم نماز میں کعبہ کے روبرو
کعبہ جھکا ہوا ہے ترے در کے سامنے
تین دن تک کعبۃ اللہ زلزلہ میں رہا۔ (الخصائص الکبریٰ، سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۱۶)
گویا جشن آمد رسول کے سلسلہ میں تین دن تک وجد کرتا رہا۔
تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کر گر گیا

دیگر واقعات شب ولادت

نہر کوثر کے کنارے پر مشک و عنبر کے ستر ہزار درخت لگائے گئے۔

(الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۱۱۷ الدر المنظم ص ۹۲)

فارس کی وہ آگ بجھ گئی جو ایک ہزار سال سے نہ بجھی تھی، چشمہ بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا، جہاں بت پرستی ہوتی تھی۔ (الخصائص، شواہد النبوت ص ۵۸، الوقایح ص ۹۷، نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۷۷، نشر الطیب تھانوی ص ۲۵ مختصر سیرت الرسول ص ۱۲، تذکرہ میلاد رسول الشمامہ ابن کثیر)
شب ولادت کسریٰ کے محلات میں زلزلہ آیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے، دیواریں چر گئیں۔ (الخصائص کبریٰ، شواہد النبوت ص ۵۸، مولد العروس، ما ثبت بالزہدہ الجالس جلد دوم، الوقایح ص ۹۷، اراج النبوت ج ۲ ص ۱۸، مختصر سیرت الرسول ص ۱۲، نسیم الریاض ج ۳ ص ۱۷۷، المورد الروی ص ۸۷، تذکرہ میلاد رسول الشمامہ، المعمر یہ ص ۷۷، ابن کثیر، نشر الطیب)

اس سے قبل قریش معاشی بد حالی و قحط سالی کا شکار تھے، بے آب و گیاہ زمین کو سرسبز و شاداب کر دیا، ہر طرف ہریالی ہو گئی، سوکھے درخت ہرے بھرے ہو گئے، پھل دینے لگے اور اہل قریش اس طرح ہر طرف سے نفع آنے اور کثرتِ خیر آنے سے خوشحال ہو گئے۔ (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۷۸)

چن چڑھیا آمنہ دے لال دا
مک گھیاں دنیا جگ توں راتاں کالیاں
اس سال سب کوڑ کے عطاء کیے گئے

قد اذن الله تلك السنة لنساء الدنيا يحملن زكورا كرامة
لمحمد صلى الله عليه وسلم . (سیرت علیہ ج ۱ ص ۷۸ انوار محمدیہ ص ۲۲)
الدرر المظلم ص ۹۱ خصائص کبریٰ ج ۱ ص ۷۸ مواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۱۱۱
اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر کی تمام عورتوں کے لیے اس سال مقدر کر دیا کہ وہ محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے لڑکے جنیں۔

نداء آئی: درتے کھول دو ایوانِ قدرت کے
فرشتوں کو حکم دیا گیا کہ

اے فرشتو! آسمانوں اور جنتوں کے تمام دروازے کھول دو سورج کو بھی مزید نور کا
لباس پہنا دو۔ (ایضاً)

ندا آئی درتے کھول دو ایوانِ قدرت کے
نظارے خود کرے گی آج قدرت شانِ قدرت کے
تارے حضرت آمنہ کے مکان کے صحن کی طرف اترے
فرشتے فوج در فوج استقبال کے لیے آئے
مشرق و مغرب اور کعبہ و بیت المقدس پر جھنڈے لگ گئے
نور کے درخت نہر کوڑ کے کنارے لگ گئے
جنت کے دروازے کھل گئے
کعبہ مقام ابراہیم کی طرف جھک گیا
خوشحالیاں آئیں

جہنم بجھ گیا

حوروں نے چہروں پہ غازہ لگایا، آسیہ، مریم، حوا و سارہ دایاں بن کے آگئیں
آسمانوں پر ستون بن گئے، محراب حج گئے، بینرز لگ گئے
جبریل اہل آسمان کو خوشخبریاں اور اہل زمین کو مبارکبادیاں دینے لگے
ملائکہ میلاد کا جلوس نکالنے لگے
جانور ایک دوسرے کو مبارک دینے لگے
تو پھر ۔

جاء محمد سراجنا منیرا

فصلوا علیہ کثیرا کثیرا

زندگی آگئی رونقیں آگئیں بزمِ عالم میں کیف و سرور آگیا
آمنہ کے مقدر پہ قربان میں گود میں جس کی خالق کا نور آگیا
بیٹیاں زندہ درگور کرنے والے معاشرہ میں بیٹی کی حرمت محفوظ کرنے والا آگیا
بیوی کو پیر کی جوتی سمجھنے والوں میں بیوی کو مقام دلانے والا آگیا
ماں کے رتبے کو ملیا میٹ کرنے والے گنواروں میں ماں کی عظمت کا رکھوالا آگیا
بہن کے حقوق غصب کرنے والوں میں وہ حقوق دلانے والا آگیا
اندھیروں میں نور بانٹنے والا آگیا
قییموں کو قرار بخشے، بیواؤں کا پانی بھرنے والا، بے بسوں کا بس، بے کسوں کا کس
تشریف لے آیا ۔

وہ دیکھو نور برساتا عرب کا تاجدار آیا

ملی راحت غلاموں کو قییموں کو قرار آیا

ہوئی انوار کی بارش قدم رکھا محمد نے

زمین کو چومنے عرش معلیٰ بار بار آیا

آئینہ جمال کبریا آگئے..... امام الانبیاء آگئے..... بے سہاروں کے سہارے آگئے..... بے چاروں کے چارے آگئے..... نبی پیارے ہمارے آگئے۔

خطا کاراں، نوں چین آیا، اوں مسکراپیاں

محمد مصطفیٰ آئے، وہاں مسکراپیاں

بے کعبہ وی جھکدا محمد صلی اللہ علیہ وسلم دے درتے

”خب جامع المعجزات فرماتے ہیں کہ جب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو سیدنا عبدالمطلب گھر میں موجود نہیں تھے

کعبہ کی دیوار مرمت کرنے تشریف لے گئے تھے، عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ

میں مرمت کے بعد کعبہ کا طواف کر رہا تھا، میں نے دیکھا کہ کعبہ چاروں جانب

جھکا اور مقام ابراہیم کی طرف سجدہ میں پڑ گیا اور تکبیر و تسبیح کی آوازیں آنے لگیں، تھوڑی

دیر بعد کعبہ دیواروں پر کھڑا ہو گیا اور جوف کعبہ سے نداء آئی:

”سب خوبیاں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سے مخصوص کر دیا۔“

ارکان کعبہ پھر ایک دوسرے کو مبارکباد دینے لگے، حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں

کہ میں باب الصفا سے نکل کر آمنہ کے گھر کی جانب روانہ ہوا تو میں نے کچھ فرشتے

دیکھے جو کہہ رہے تھے:

”قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ“ صلی اللہ علیہ وسلم۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

میں نے آنکھیں ملتے ہوئے کہا کہ یہ خواب ہے یا بیداری؟ آمنہ کے مکان پر کچھ

پرندے چکر کاٹ رہے تھے اور کمرہ سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی، میں نے پوچھا: کیا ہوا

ہے؟ تو مجھے بتایا گیا: خیر البشر کی ولادت ہوئی ہے۔

میں نے دروازہ پر دستک دی تو آمنہ نے خود دروازہ کھولا، ان پر نفاس کا کچھ اثر نہ

تھا، میں نے آمنہ سے پوچھا: تمہاری پیشانی کی چمک کہاں گئی؟ آمنہ نے کہا: وہ چمک دنیا میں اتر آئی ہے۔

ان کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھنا

مجھے ہاتھ سے یہ نداء آئی:

عبدال مطلب! اپنے پوتے کا نام محمد رکھنا، ان کا نام آسمانوں میں محمود توریت میں مویذ زبور میں ہادی انجیل میں احمد اور قرآن میں طہ، یسین اور محمد ہے۔

میں نے آمنہ سے کہا: مجھے پوتا دکھاؤ! آمنہ نے کہا: آئیے! وہ کوٹھڑی میں ہے۔

کوٹھڑی میں داخل ہوا تو ملائکہ زیارت کے لیے فوج در فوج اتر رہے تھے۔

(جامع المعجزات اردو ص ۳۰۶-۳۰۷)

نوری پیکر سیدہ آمنہ کے حجرہ طاہرہ میں

حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ میرے کمرے میں حضرت حوا، سارہ، مریم، آسیہ جلوہ افروز ہوئیں، اسی دوران مجھے لمبے لمبے نوری پیکر نظر آنے لگے جو جوق در جوق میرے حجرہ طاہرہ میں داخل ہو رہے تھے، ان کی آوازیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھیں لیکن زبان مختلف تھی، جن میں سریانی غالب تھی، یوں نظر آتا تھا کہ مکان کی دیواریں میری طرف جھکی ہوئی ہیں اور میرے دائیں بائیں نور کے بجائے اڑ رہے ہیں۔ (العمد الکبریٰ علی العالم اردو ص ۸۰)

محفل نوں سجائی رکھیواو بدے اون داویلا اے

میلاد حبیب کی خوشی میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو حکم فرمایا کہ اے جبریل!

جنت میں پینے کے جام بہترین خوشبوؤں سے بھر دو اور اے رضوان خازن جنت! جنتی دوشیزاؤں کی زیبائش و آرائش کرو، مشک پاکیزہ کے نافعے کھول دو کہ تمام مخلوقات کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظہور فرمانے والے ہیں۔

اے جبریل!

محبوب اعظم کے لیے جو نور مجسم اور سب سے مقرب اور افضل و اعلیٰ ہیں، قرب و

وصال کے سجادے پھیلا دو مالک کو حکم دو کہ جہنم کے دروازے بند کر دے رضوان سے کہو کہ جنت کے دروازے کھول دے۔

اے جبریل! خود حلقہ بہشتی زیب تن کرو اور زمین و آسمان کے طول و عرض میں منادی کر دو کہ محبت و محبوب اور طالب و مطلوب کے ملنے کا وقت آ گیا ہے۔

جبریل امین علیہ السلام نے رب جلیل جل جلالہ کے حکم کی تعمیل کی اور فرشتوں کو مکہ کے پہاڑوں پر لا کھڑا کیا۔ ان فرشتوں نے کعبہ کو گھیرے میں لے لیا ان کے پاؤں سفید کا فوری بادلوں کی طرح تھے اطراف و اکناف میں پرندے گیت الہ اپنے لگے اور جنگلوں اور صحراؤں کے جانور خوشی سے شور مچانے لگے اور یہ سب کچھ کائنات کے شہنشاہ حقیقی رب العزت کے حکم سے ہوا۔ (الاعتاب الکبریٰ علی العالم اردو ص ۸۰-۸۱)

مکاشفات سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

وقت ولادت اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے تمام حجابات اٹھا دیئے اور مجھے سرزمین شام میں بصری کے محلات نظر آنے لگے میں نے تین عظیم الشان جھنڈے دیکھے جو مشرق و مغرب اور کعبہ کی چھت پر نصب تھے اس عالم میں مجھے پرندوں کا ایک غول نظر آیا جن کی سونے کی طرح سرخ چونچیں تھیں اور پر آبدار موتیوں کی طرح تھے انہوں نے میرے حجرہ انور میں آکر زرد جواہرات اور لؤلؤ و مرجان پٹھان پٹھان کے وہ میرے ارد گرد آکر اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے لگے میں انہیں لمحہ بہ لمحہ اپنے سے ہٹاتی اسی دوران میں فرشتے فوج در فوج میرے ہاں اترتے رہے ان کے ہاتھوں میں سرخ سونے اور سفید چاندی کی لوہانندیاں تھیں اور وہ عودِ عنبر اور مختلف خوشبوئیں بکھیرتے رہے اور بلند آواز سے رسول مکرم حبیب معظم پر صلوٰۃ و سلام بھیجنے لگے۔

صلی اللہ علیہ وسلم و شرف و عظم۔

سیدہ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ چاند خیمہ کی طرح میرے سر پر صوفیوں ہو گیا اور

ستارے خوبصورت اور روشن قندیلوں کی طرح لٹک گئے۔ (العمت الکبریٰ ص ۸۱)
مجھے سخت پیاس محسوس ہوئی تو ایک مشروب پیش کیا گیا جو دودھ سے سفید، مشک
سے زیادہ خوشبودار اور برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا، میں نے وہ مشروب پی لیا، اس سے زیادہ
لذیذ مشروب میں نے کبھی نہیں دیکھا، یہ شربت پینے کے بعد مجھ پر ایک نورِ عظیم ظاہر ہوا،
میں نے دیکھا کہ ایک سفید رنگ کا پرندہ میرے کمرے میں آیا اور میرے دل پر سے
پردہ کی اچانک کیا دیکھتی ہوں کہ

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا

میرے پہلو میں سید الاولین والآخرین جلوہ گر ہو چکے تھے، میں نے دیکھا کہ وہ

سجدے میں تھے۔ (جامع الحجرات ص ۳۰۴)

فقیر کہتا ہے: مقام غور ہے کہ

کوئی مولوی ملاں پیدا ہو تو

کوئی عالم و فاضل پیدا ہو تو

کوئی شاہ و گدا پیدا ہو تو

کوئی زاہد و عابد پیدا ہو تو

کوئی صغیر و کبیر پیدا ہو تو

کوئی پیر فقیر پیدا ہو تو

مگر میرے آقا پیدا ہوئے تو پاک و پاکیزہ..... سجدہ فرماتے ہوئے..... خود ہی

پاک نہ تھے بلکہ ان کا پاکیزہ قدم مبارک فرش زمین پر سایہ فگن ہوا تو پوری روئے زمین

پاک کر دی گئی۔

جعلت لی الارض مسجدًا و طہورًا۔ (بخاری ابوداؤد جلد اول ص ۲۲۳)

میرے لیے پوری زمین کو پاک کر دیا گیا اور مسجد بنا دیا گیا۔

مسجد اوشد ہمہ روئے زمین

آں امام اولین و آخرین

کوئی بھی انسان پیدا ہو تو..... روتے ہوئے اور میرے آقا تشریف لائیں تو
مسکراتے ہوئے

ولادت ہندیاں سوہنے نے جد بجد نے چہ سر رکھیا
خطا کاراں نوں چین آیا خطاواں مسکرا پیاں

بے مثل نبی کی بے مثل ولادت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو

ولد مسروراً مختوناً مکحولاً مغسولاً مدھوناً .

(مولد العروس ص ۶۷، الوقف النصاب ص ۱۳۶، الشفاء ج ۱ ص ۱۲۸، شواہد النبوت)

ناف کٹی ہوئی تھی، ختنہ شدہ تھے، سرمہ لگا ہوا تھا، غسل ہوا ہوا تھا، تیل لگا ہوا تھا۔
سینکڑوں کتب سیرت میں یہ حوالجات موجود ہیں، حتیٰ کہ تھانوی نے نشر الطیب اور
صدیق الحسن بھوپالوی دہابی نے الشمامہ العنبریہ میں یونہی لکھا ہے۔

مثلکم مثلکم کی صبح و شام تبلیغ کرنے والو! بتاؤ!

کیا تم بھی ناف بریدہ، مختون، مکحول، مغسول، مدھون پیدا ہوتے ہو؟

مولانا دنیا پر آئیں تو ہارن بجاتے ہوئے اور اگر ہارن نہ بجائیں تو سب لوگ
پریشان ہو جاتے ہیں کہ کہیں مردہ تو پیدا نہیں ہوئے۔

اور میرے آقا علیہ السلام جلوہ گر ہوں تو انگشت شہادت اٹھائے ہوئے سجدہ ریزی

۱۔۔۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے لخت جگر نور نظر کو پیدا ہوتے ہی سجدہ فرماتے ہوئے
دیکھا اور دونوں انگشت مبارک اور نگاہ مبارک آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے تھے، گویا کہ دعا فرما رہے ہیں۔ حوالہ
کے لیے ملاحظہ ہو!

مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۶، النصاب ص ۱۶۱، سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۸۸، معارج النبوت ج ۱ ص ۱۲۸، شواہد
النبوت، مولد العروس ص ۲۷، اکرام محمدی مولوی عبدالستار دہابی ص ۲۷۵، الوقف لابن جوزی ص ۹۵، تفسیر عزیزی
پ ۳۰ اردو ص ۸۳، المولد الروی ص ۸۳، تذکرہ میلاد رسول ص ۱۰۰

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مولوی عبدالستار دہابی لکھتے ہیں کہ

فرماتے ہوئے اور یہ کلمات ارشاد فرماتے ہوئے کہ

اشهد ان لا اله الا الله واشهد اني رسول الله .

مولوی کا کلمہ اور میرے آقا کا اور..... اور اگر مولوی بھی مثلکم کا دعویٰ دار ہے تو پڑھے وہی کلمہ تاکہ پتا چلے کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ انشاء اللہ محافضین ختم نبوت اس ناپاک وجود کو زندہ ہی نہ چھوڑیں گے اور آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جائے گا ساتھ ساتھ زمین پر یہ بوجھ بھی ختم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

ولادتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے یہ بھی واضح ہوا کہ نبی بوقت ولادت بھی نبی ہوتا ہے اگرچہ بالقوة ہی ہو جس کی شہادت خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”اشهد انی رسول اللہ“ فرما کر دی۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے پنگھوڑے میں ارشاد فرمایا تھا:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اَتَانِیَ الْکِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝ (پ ۱۶ مریم: ۳۰)

”بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔“

مولوی کہتا ہے: چالیس سال تک نبی کو اپنی نبوت کا علم نہیں ہوتا اور نبی پنگھوڑے میں اپنی نبوت کا اعلان کر رہے ہیں اور امام الانبیاء علیہ السلام بوقت ولادت ہی اپنی رسالت کی شہادت دے رہے ہیں۔

پہلے سجدے پہ روز ازل سے درود

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا (سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھوپھی

یا رب امتی یا رب امتی کرے سوال دعائیں

بخش کریم بخش کریم میری امت تائیں

حضرت صفیہ فرماتی ہیں: میں نے آپ کے دہن مبارک سے کان لگا کر سنا تو آپ فرما رہے تھے: ”امتی

امتی“۔ (معارج النبوت ج ۲ ص ۹۸ اردو)

محترمہ) بوقت ولادت سرکار حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس بغرض خدمت حاضر تھیں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جب ولادت مبارکہ ہوئی تو سب سے پہلے آپ نے سجدہ فرمایا، پھر فصیح و بلیغ لہجہ میں پڑھا: ”لا الہ الا اللہ انی رسول اللہ“ آپ کے چہرہ انور کے نور سے تمام گھر روشن ہو گیا میں نے آپ کو نہلانے کا ارادہ کیا تو آواز آئی: اے صفیہ! ہم نے اپنے محبوب (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پاک و صاف پیدا فرمایا ہے آپ مختون (ختہ شدہ) پیدا ہوئے آپ کی پشت مبارکہ پر میں نے مہر نبوت دیکھی کہ اس پر کلمہ طیبہ شریف لکھا ہوا تھا۔

(معارج النبوت جلد دوم ص ۹۲ شواہد النبوت مولد العروس ص ۲۸ اکرام محمدی ص ۲۷۵)

علامہ حلبی و امام جلال الدین السیوطی نے فرمایا کہ پیدا ہوتے ہی سرکار ابد قرار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کلام فرمایا:

اللہ اکبر کبیراً والحمد للہ کثیراً وسبحان اللہ بکرۃ

واصیلاً۔ (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۹۲ الخصائص الکبریٰ جلد اول ص ۵۳)

حضرت شفاء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بوقت ولادت آپ کچھ پڑھ رہے تھے جس کی آواز میں نے خود سنی۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ہاتھ سے یہ ندائی سنی:

”میں تجھے عطاء کرتا ہوں، خلق آدم معرفت شیث، شجاعت نوح، خلعت ابراہیم، لسان اسماعیل، حلم لوط، جہد یوشع، شدت موسیٰ، حکمت لقمان، حب دانیال، ملک سلیمان، صبر ایوب، ردائے ہارون، وقار الیاس، قبول زکریا، عصمت یحییٰ اور زہد عیسیٰ علیہم السلام۔

یا محمد! آپ کو کعبۃ اللہ مبارک ہو..... کعبۃ اللہ قیامت تک آپ کا اور آپ کی امت کا قبلہ ہوگا۔ (جامع الحجرات ص ۳۰۵ اردو)

ایک اور روایت کے مطابق سیدہ فرماتی ہیں کہ بوقت ولادت جب مجھے سخت پیاس

محسوس ہوئی تو اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس ایک شربت کا پیالہ لے کر حاضر ہوئے جو دودھ سے سفید، شہد سے زیادہ میٹھا، کستوری سے زیادہ خوشبودار، برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا اور مجھے کہا کہ اب سے پی لیں، میں نے اس سے پیا دوبارہ کہا: اور نوش فرمائیں! میں نے اور پی لیا تیسری مرتبہ پھر خوب سیر ہو کر پیا اور پینے کی گنجائش نہ رہی اور نہ ہی اس پیالہ شربت میں کچھ کمی واقع ہوئی، پھر جبریل میرے سامنے کھڑے ہو گئے اور یوں کہا:

اظهر يا سيد المرسلين..... اظهر يا خاتم النبیین..... اظهر يا
رحمة للعالمین..... اظهر يا رسول اللہ... اظهر يا نورًا من نور
اللہ..... بسم اللہ اظهر يا محمد بن عبد اللہ .

(بیان المیلاد النبوی لابن الجوزی ص ۴۳)

ظاہر ہو جائیں اے سید المرسلین..... اے خاتم النبیین! تشریف لے
آئیں..... اے رحمۃ للعالمین! جلوہ فرما ہو جائیں..... یا رسول اللہ!..... یا
نور من نور اللہ ظاہر ہو جائیں..... اے محمد ابن عبد اللہ برکت اسم اللہ تشریف
لے آئیں۔

ادھر صبح صادق کا ٹائم ہوا اور ادھر

فولدت محمدًا

نبی اکرم پیدا ہوئے۔

وہ تشریف لائے سویرے سویرے

گلے مل رہے تھے اُجالے اندھیرے

دن آ رہا تھا..... رات جا رہی تھی کہ صبح صادق کے وقت نبی صادق جلوہ گر ہو گئے۔

مہربوت اور حکومت مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

حضرت صفیہ فرماتی ہیں کہ

میں نے نبی کریم علیہ السلام کو کرتہ پہنانے کا ارادہ کیا تو میں نے دیکھا کہ آپ کی پشت منورہ پر دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت لگی ہوئی ہے اور اس پر لکھا ہوا ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

(انوار المحمدیہ، انصاف الکبریٰ، شواہد النبوت ص ۵۵، معارج النبوت ج ۲ ص ۹۸)

مشرق مغرب ان کی حکومت

سیدہ آمنہ فرماتی ہیں:

ولادت کے بعد حضور میری نظروں سے غائب ہو گئے اور ایک آواز آئی:

طوفوا به مشارق الارض ومغاربها۔

میرے حبیب کو مشارق و مغارب ارض کی سیر کراؤ۔

تاکہ تمام اہل زمین کو معلوم ہو جائے کہ اس کائنات کا فرماں روا آج جلوہ افروز ہو گیا ہے پھر ندائیں آنے لگیں کہ

قبض محمد علی مفاتیح النصرۃ ومفاتیح الربح ومفاتیح

النبوة۔

نصرت کی، نفع کی اور نبوت کی تمام چابیوں پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قبضہ ہو گیا۔

اور

بخ بخ قبض محمد صلی اللہ علیہ وسلم علی الدنیا

کلها..... لم یبق خلق من اهلها الا وخذ فی قبضته۔

مبارکبار مبارکباد! اے محمد کریم! آپ نے ساری دنیا کی چابیاں اپنے قبضے

میں لے لی ہیں، ایسی کوئی مخلوق باقی نہ رہی جو آپ کے قبضہ و اختیار سے باہر

رہ گئی ہو۔ (انصاف الکبریٰ، جلد اول ص ۱۲۲-۱۲۵)

اللہ اللہ شہ کونین جلالت تیری

فرش کیا عرش پہ جاری ہے حکومت تیری

اور

فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا! عرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا
سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ

اوتیت مفاتیح کل منیء۔ (الخصائص الکبریٰ جلد اول ص ۱۹۵)
اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر چیز کی چابیاں عطاء فرمادی ہیں۔

اعطیت مفاتیح خزائن الارض۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۰۸)
مجھے زمین کے تمام خزانوں کی تمام چابیاں دے دی گئی ہیں۔
کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا

سیدہ فرماتی ہیں کہ پھر ایک فرشتے نے میرے نورِ نظر کے بوسے لیتے ہوئے نداء
کی:

ابشر یا محمد..... فانت اکثرہم علما۔

یا محمد! آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ تمام انبیاء سے علم میں زیادہ ہیں۔

(انوار المحمدیہ ص ۳۹، مولد العروس ص ۷۶-۷۹، مدارج النبوت)

نبوت بنی اسرائیل سے رخصت ہو گئی

ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ الصدیقہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
مکہ مکرمہ میں ایک یہودی رہتا تھا جس رات نبی مکرم حبیب معظم صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس خاکدانِ ارضی کو اپنے جمالِ جہاں آراء سے منور فرمایا اس یہودی نے پوچھا:
اے گروہِ قریش! کیا آج تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ سامعین نے لاعلمی کا اظہار
کیا تو اس نے کہا: جاؤ دیکھو کہ اسی رات نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گر ہوئے
ہیں جن کے کندھوں کے درمیان ایک نشانی یعنی مہرِ نبوت ہے۔

چنانچہ وہ اپنے اپنے گھروں کو لوٹے اور اس بارے میں دریافت کیا تو انہیں بتایا گیا کہ حضرت عبدالمطلب کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے یہ سن کر یہودی ان کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کی خدمت قدسیہ میں حاضر ہوا، حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضور کو نکال کر ان کے سامنے پیش کیا، جب یہودی نے وہ نشانی یعنی مہر نبوت دیکھی تو غش کھا کر گر پڑا، جب اسے افاقہ ہوا تو کہنے لگا:

ذهب النبوة من بنی اسرائیل یا معشر قریش اما واللہ
یسطون بکم سطوة ینخرج خیرها من المشرق الی المغرب .

(الشماتۃ الکبریٰ عربی ص ۲۵)

اے گروہ قریش! نبوت بنی اسرائیل سے رخصت ہو گئی، اللہ کی قسم! یہ بچہ تم پر
غالب آئے گا، اس کا چرچا مشرق سے مغرب تک ہوگا۔

(فتح الباری شرح بخاری ج ۲ ص ۲۲۵ خطبات چیمہ وہابی ص ۲۲ نشر الطیب قحطانی ص ۱۲۷)

(الشماتۃ العنبریہ ص ۷ مواہب اللدنیہ ص)

پھوکاں مار بجھائیو لوڑن.....!

مروئی ہے کہ

جب حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے آقائے نامدار حضرت محمد
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو اس وقت کوئی یہودی عالم ایسا نہیں رہا تھا جسے حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا علم نہ ہو گیا ہو، ان (یہودیوں) کے پاس ایک
اونی جہ تھا جو حضرت یحییٰ علیہ السلام کے خون سے رنگین تھا اور وہ اپنی کتابوں میں یہ لکھا
پاتے تھے کہ

”جب اس جہ سے خون کے قطرات ٹپکنے لگیں گے تو اس وقت حضرت
عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے ہاں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ

وسلم پیدا ہوں گے جو ان کے ادیان کو معطل کریں گے۔“

لہذا جب جبہ سے خون کے قطرات ٹپکے تو تمام یہودیوں کو معلوم ہو گیا کہ حضور سید عالم فخر آدم و بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہو گئے ہیں۔

سب نے اجتماع کیا اور حضور کو اذیت پہنچانے کے لیے کید اور مکر و فریب کی سوچنے لگے، مختلف شہروں میں ایلیچیوں کو بھیجا کہ ایک دوسرے سے مل کر کوئی حیلہ و تدبیر دریافت کریں اور ان بد نصیبوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ان کے مکر و فریب کو مٹانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے تدبیر کر رکھی ہے اور حضور کے وجود مسعود سے دین اسلام کو قائم اور روشن کر دیا ہے اور اہل کفر کے دین کو سرنگوں اور ناکارہ کر دیا ﴿نعت کبریٰ اردو ص ۶۸﴾ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿۲۸﴾ (آل عمران: ۹)

”وہی (اللہ تعالیٰ) ہے جس نے بھیجا رسول (اللہ کو) ہدایت اور سچے دین کے ساتھ تاکہ غالب فرمائے وہ اس دین کو تمام ادیان پر اور اگرچہ مشرک اسے اچھا نہ جانیں۔“

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ﴿۸﴾ (آل عمران: ۸)

”کافر ارادہ کرتے ہیں کہ اپنی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل فرمانے والا ہے اگرچہ کافر اسے بُرا جانیں۔“

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

اکھاں وچہ قدرتی سرے دی دھاری

حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں کہ

وضعتہ مطہوراً مطیباً مکحولاً مسروراً محتوناً عذوناً

(مولد العروس ص ۱۷۱ انحصار الکبریٰ جلد اول ص ۱۳۶ شفا قاضی عیاض مالکی جلد اول ص ۱۲۸ شواہد

النبوت علامہ جامی ص)

میں نے اسے جنا پاکیزہ و طاہر معطر و خوشبودار آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہنستا

مسکراتا ہوا چہرہ تختہ شدہ اور تیل لگا ہوا۔

مولانا غلام رسول عالم پوری کہتے ہیں کہ

اکھاں دچہ قدرتی سرے دی دھاری

دلاں نوں قتل کردی جیوں کٹاری

زلیخا اوس نوں جے ویکھ لیندی

نہ پچھے یوسف شامی دے پیندی

آئے محمد (ﷺ) رحمتاں والے

حضرت سیدہ آمنہ فرماتی ہیں: جب میرے ہاں میرے نورِ نظر کی آمد ہوئی تو میں

نے دیکھا کہ

اعلنت الملیکۃ سرّاً وجہراً جاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(مولد العروس لابن جوزی ص ۲۹)

ملائکہ نے بلند و آہستہ اعلانات کیے..... نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے

آئے۔۔

دونوں جگہ وچ ہوئے اُجالے

آئے محمد رحمتاں والے

رحمتاں والے برکتاں والے

آئے محمد رحمتاں والے

اور

نور ازلی چمکیا غائب اندھیرا ہو گیا

کملی والا آ گیا ہر تھاں سویرا ہو گیا

اللہ نوں وی ہو گئی دھرتی بڑی محبوب اوہ

جہونی تھاں تے احمد مرسل واڈیرا ہو گیا

ہمارے ہاں بچہ پیدا ہو..... ہم خاکی..... بچہ خاکی..... اعلان کرنے والے خاکی

عرش کا دولہا پیدا ہوا..... بچہ افلاکی..... اس کا اعلان کرنے والے بھی افلاکی

بلکہ ہم خاکی..... ہمارے کھلونے بھی خاکی..... کملی والا افلاکی..... اس کا کھلونا

بھی افلاکی۔

ملاحظہ ہو حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

میں نے عرض کی کہ میں دیکھا کرتا تھا جبکہ آپ جھولے میں چاند سے باتیں کیا

کرتے تھے اور آپ جدھر انگشت مبارک سے اشارہ فرماتے چاند اُدھر جھک جایا کرتا تھا۔

یہیں کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انی کنت احدثہ و یحدثنی ۔

بے شک میں چاند سے اور چاند مجھ سے باتیں کیا کرتے تھے۔

(الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۵۲، ما ثبت بالنسب از شیخ محقق دہلوی ص ۲۹۲، مواہب اللدنیہ ص ۱۰۱، اکرام محمدی

ص ۲۸۶، مولوی عبدالستار دہلوی)

۔ چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں

کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

حضور کا نوری جھولا

ہم خاکی..... ہمارا جھولا جھلانے والے بھی خاکی..... مصطفیٰ نوری..... ان کا جھولا

جھلانے والے بھی نوری..... حافظ ابن حجر نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ سیر الواقدی

میں ہے:

ان مہدہ کان يتحرك بتحرك الملائكة -

(نثر الطیہ - تھانوی ص ۲۹، اکرام محمدی - ہابی ص ۳۵، تفسیر مظہری ج ۶ ص ۵۶۷ مدارج النبوت

ج ۲ ص ۲۱، انصاف، الکبریٰ ج ۱ ص)

فرشتے آپ کا جھولا جھلاتے تھے۔

میرا نبی . . . خود نور

اس کو بھیجنے والا نور

اس پر نازل ہونے والا قرآن نور

قرآن لانے والا جبریل نور

میرے نبی کا کھلونا چاند بھی نور

میرے نبی کا جھولا بھی نور

میرے نبی کا جھولا جھلانے والے بھی نور

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

مبارک تجھے یہ بڑائی حلیمہ! (رضی اللہ عنہا)

انشاء اللہ العزیز جب تک

سورج چمکتا رہے گا

چاند دمکتا رہے گا

ستارے جگمگاتے رہیں گے

اے اماں حلیمہ سعدیہ..... آپ کا ذکر مبارک بھی ہوتا رہے گا اور اہل ایمان آپ

لے... مکہ مکرمہ سے تین دن کی راہ پر طائف کے قریب ایک مقام ہے: حنین جہاں کی حضرت حلیمہ رہنے والی تھیں۔

(تفسیر نعیمی پارہ ۱۰ ص ۲۱۹، مطبوعہ مکتبہ)

کی بارگاہِ مبارکہ میں سلام بھی عرض کرتے رہیں گے..... جہاں میلادِ مصطفیٰ کے تذکرے ہوں گے وہاں آپ کی اس کتیا کے تذکرے بھی ہوں گے جہاں چودہ طبق کے والی نے ایامِ رضاعت بسر فرمائے اور اس کتیا کو عرشِ اعلیٰ سے بھی فزوں تر مقام دے دیا۔

بڑی تو نے توقیر پائی حلیمہ
کہ تو ہے محمد کی دائی حلیمہ
مبارک تجھے یہ بڑائی حلیمہ
بڑے حلم والے کو لائی حلیمہ

بعض لوگ بڑی ڈھٹائی سے کہا کرتے ہیں کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا شیر مبارک سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پیا! کیوں؟ اس لیے کہ وہ مؤمنہ نہ تھیں۔
(معاذ اللہ)

فقیر انہی لوگوں کے مجتہد سے سرکار کو حضرت حلیمہ کا دودھ پلانا ثابت کرتا ہے
ملاحظہ ہو شیعہ مجتہد ملاں باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ

وابن شہر آشوب روایت کردہ است کہ اول مرتبہ ثویبہ آزاد
کردہ ابولہب آنحضرت را شیر داد و بعد از و حلیمہ سعدیہ
شیر داد و پنج سال نزد حلیمہ ماند۔

(حیات القلوب ج ۲ ص ۶۶-۶۷ مطبوعہ تہران)

اور ابن شہر آشوب نے روایت کیا ہے کہ پہلی مرتبہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی ثویبہ نے دودھ پلایا اس کے بعد حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ عنہا) نے دودھ پلایا اور پانچ سال حلیمہ کے پاس رہے۔
اب یہ شیعہ مجتہد ہی بتا سکتے ہیں کہ ثویبہ دودھ پلاتے وقت کس کیفیت میں تھیں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بات بعد میں آتی ہے اور ملا باقر مجلسی کی تحریر کے مطابق حضور نے ان دونوں کا دودھ نوش جان فرمایا ہے۔

مکتب فکر اہل حدیث (وہابی) کے بہت بڑے عالم و سیرت نگار مولوی عبدالستار صاحب لکھتے ہیں کہ

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ
”جب میں آپ کو گود میں اٹھانے لگی تو آپ نے فرمایا کہ پہلے کلمہ طیبہ پڑھ لو پھر پاک ہو کر مجھے ہاتھ لگاتا۔“

بول شہادت کلمہ اول کہیا حلیمہ تائیں
ہو کر پاک اساڈے تائیں چکھوں ہتھ لگائیں

(اکرام محمدی ص ۲۸۲)

قدرت کا انتخاب..... حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا

میرے آقا نبی مصطفیٰ ہیں یعنی چنے ہوئے تو آپ سے منسوب ہر چیز بھی چنی ہوئی ہے مثلاً:

شب ہجرت آپ کے بستر پر آرام فرمانے اور لوگوں کو امانتیں واپس کرنے کے لیے مولا علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کو قدرت نے خود چنا۔
حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معیت کو بھی شب ہجرت قدرت نے خود ہی چنا۔

شب معراج نوشہ بزم جنت کے لیے سواری یعنی براق کو بھی قدرت نے خود ہی چنا۔

ایسے ہی محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دودھ پلانے کے لیے سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب بھی اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمایا۔

صاحب جامع المعجزات اور صاحب مولد العروس فرماتے ہیں کہ
”حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت ہوئی تو سوال یہ پیدا ہوا کہ اس انمول موتی کو دودھ کون پلائے گا؟“

بہت سی بدوی آیاؤں نے خواہش ظاہر کی لیکن حضرت آمنہ ان سے کہا
فرماتی رہیں کہ اس امر کا فیصلہ عبدالمطلب کریں گے ایک رات حضرت
آمنہ نے ہاتھ (غیبی) سے ندائی:

اے طاہرہ و کریمہ! غور سے سن لو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دودھ پلانے
والی دایہ قبیلہ بنی سعد سے ہے جس کا نام حلیمہ ہے۔

اس کے بعد جو دایہ آتی سیدہ آمنہ اس کا نام اور قبیلہ ضرور دریافت فرماتیں۔
(جامع الحجرات ص ۳۳۲ اردو مولد العروس ص)

حضرت حلیمہ کے حالات

حضرت حلیمہ کے مقدر میں سید الکونین کی رضاعت لکھ دی گئی تھی حالات نے
انہیں مکہ آنے پر مجبور کر دیا حلیمہ کا قبیلہ ان دنوں شدید قحط سے دوچار تھا اس بحران میں
حلیمہ سب سے زیادہ متاثر ہوئی تھیں وہ خود فرماتی ہیں کہ

میں تہی دامن ہو چکی تھی حتیٰ کہ صحرا کے خود رو پودے توڑ کر ان کے پتے کھایا کرتی
ہمارے گھر میں اکثر فاقے ہوا کرتے تھے ایک دن میں بنی سعد کی سہیلیوں کے ساتھ
باہر گئی میں نے پتے توڑ کر کھائے اور پانی پی لیا اچانک ہمیں وادی میں کسی کی آواز آئی
لیکن بولنے والا نظر نہ آیا پکارنے والے نے ہمیں مکہ جانے کی ترغیب دیتے ہوئے کہا:

مکہ میں ایک محمد نامی بچہ ہے اسے دودھ پلاؤ۔

ہم پتے توڑنا بھول گئیں اور گھبرا کر اپنے گھر کی طرف دوڑ پڑیں گھر پہنچی تو میرے
خاوند حارث نے کہا: حلیمہ! خالی ہاتھ واپس آ گئی ہو؟

میں نے حارث کو آواز کا قصہ سنایا تو وہ کہنے لگے: حلیمہ! چلو ہم مکہ چلتے ہیں شاید وہ

بچہ ہماری تقدیر میں لکھا ہو؟

میں ان دنوں حاملہ تھی جلد ہی میں نے ایک بچے کو جنم دیا جس کا نام ہم نے ضمیرہ
رکھا ان دنوں میں بھوک اور پیاس سے بے حال رہا کرتی تھی ایک دن مجھ پر غنودگی طاری

ہو گئی تو ایک نادیدہ قوت نے مجھے اٹھا کر ایک نہر کے کنارے بٹھا دیا اور کہا:
حلیمہ! اس پانی سے غسل کرو۔

میں نے غسل کیا تو پھر آواز آئی: اب نہر سے پانی پی لو۔

میں نے جی بھر کر پانی پیا، پانی دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے بڑھ کر شیریں تھا،
نہر سے مشک و عنبر کی خوشبوئیں اڑ رہی تھیں، پانی پی چکی تو پھر ندا آئی:
حلیمہ! مبارک ہو کہ رسولِ عربی کی رضاعت تیرا مقدر بن چکی ہے فوراً مکہ جاؤ، تم
اپنے قبیلہ میں سب سے زیادہ خوشحال اور خوش نصیب ہونے والی ہو۔

پھر نادیدہ قوت:، میرے سینہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا:
خدا تجھے شیر اور خیر کثیر عطاء فرمائے۔

اچانک میری غنودگی دور ہو گئی، کیا دیکھتی ہوں کہ نہ وہ نہر ہے اور نہ ہی وہ کیفیت،
میں اپنے کمرہ میں پڑی تھی، لیکن مجھے اپنے رب کے جلال کی قسم! یوں محسوس ہونے لگا
جیسے میرے سینے میں دودھ کے سوتے پھوٹنے والے ہیں، میرا لاغر پن دور ہو گیا، چہرہ پر
تازگی آ گئی اور اپنی سہیلیوں میں سب سے زیادہ صحت مند دکھائی دینے لگی، سہیلیوں نے
مجھ سے کہا:

حلیمہ! ہم نے تمہیں اس حال میں دیکھا تھا کہ قاتلوں کی وجہ سے تم دبلی پتلی اور زرد
رُو تھیں، اچانک تم اتنی تنومند کیسے ہو گئی ہو؟ میں نے ہنس کر بات ٹال دی اور حقیقت حال
کچھ نہ بتائی۔

اپنے اپنے مقدر دی ہندے اے گل

ایک دن میں نے اپنے شوہر حارث سے کہا: مجھے مکہ لے چلو! ہمارے پاس ایک
لاغر اونٹنی تھی، حارث نے کہا: تم اونٹنی کو ایسی زحمت دینا چاہتی ہو جو وہ برداشت نہ کر سکے
گی۔ میں نے کہا: خدا نے چاہا تو گرتے پڑتے مکہ پہنچ ہی جائیں گے۔

حارث اونٹنی لے آیا، وہ اتنی کمزور تھی کہ ہم اس کی پسلیاں شمار کر سکتے تھے، حارث

نے مجھے اونٹنی پر بٹھایا، میں نے ضمیرہ کو گود میں لیا، حارث نے نکیل تھامی اور اونٹنی کچھوے کی چال چلنے لگی، مکہ کی سڑک پر پہنچے تو اونٹنی رک گئی، حارث نے کہا: چلو واپس چلیں! مکہ تک جانا اس کے بس کا روگ نہیں۔

میں نے کہا:

اللہ کا نام لے کر چلتے رہیے، دیر سے سہی لیکن بالآخر مکہ پہنچ ہی جائیں گے۔
ہم گوگمو کی حالت میں تھے کیا دیکھتے ہیں کہ گھائی کی اوٹ سے ایک شخص نمودار ہوا، اس کے ہاتھ میں چمکدار چھڑی تھی، اونٹنی کے قریب آیا اور چھڑی سے اشارہ کرتے ہوئے بولا:

”چلو جلدی چلو! نبی صادق و امین کی خدمت میں۔“

پھر وہ شخص مجھ سے مخاطب ہوا

”حلیمہ! مبارک ہو کہ خدا نے تجھے سید المرسلین کی رضاعت کے لیے جن لیا ہے۔“
اجنبی کا یہ کہنا تھا کہ اونٹنی اسیل گھوڑے کی طرح دوڑنے لگی، سب سے پہلے میں حرم میں پہنچی، مکہ کے ماحول پر طائرانہ نگاہ ڈالی، یوں محسوس ہوا جیسے حرم دلہن کی طرح سجا ہوا ہے اور مکہ کے گرد و نواح میں رنگارنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں، میرے علاوہ دوسری آیاؤں نے بھی حرم کے دامن میں پڑاؤ ڈال رکھا تھا، ہر دایہ کی یہی خواہش تھی کہ وہ مبارک بچہ اسے مل جائے۔

سیدہ آمنہ نے سنا کہ بنی سعد کی دایاں مکہ میں آچکی ہیں تو انہوں نے سیدنا عبدالمطلب سے عرض کی:

سیدی! آپ دایوں کے پاس جائیے اور اپنے پوتے کے لیے بھی دائی لائیے۔
عبدالمطلب سیدہ آمنہ کی بات سنتے ہی گھر سے باہر تشریف لے گئے، ابھی وہ گھر سے نکلے ہی تھے کہ ہاتف سے نداء آئی:

”بنت وہب کا یتیم بہترین مخلوقات ہے، جس کی رضاعت کے لیے قدرت

نے حلیمہ کا انتخاب کر رکھا ہے آمنہ! بیٹے کو حلیمہ کے سوا کسی دوسری دایہ کے سپرد نہ کرنا۔

تھوڑی دیر بعد دایوں نے آنا شروع کر دیا سیدہ آمنہ ہر دایہ سے نام اور قبیلہ دریافت کرتیں جب وہ حلیمہ کا نام نہ سنتیں تو بڑی ملائمت سے فرماتیں:

بہن میرا بیٹا یتیم ہے۔

یہ سنتے ہی دایاں چلی جاتیں انہیں اس بچہ سے کیا دلچسپی ہو سکتی تھی جس کا باپ زندہ نہ تھا۔ دایاں عبدالمطلب سے پوچھتیں: یہ آپ کا بیٹا ہے؟ تو آپ فرماتے:

نہیں! لیکن مجھے یہ بیٹوں سے بھی زیادہ عزیز ہے ابھی یہ ماں کے شکم میں تھا کہ اس کا باپ وصال کر گیا تھا۔

یہ سن کر کوئی دایہ آپ کے گھر نہ ٹھہری سب چلی گئیں۔ (جامع البحر ات ص ۳۳۳ تا ۳۳۶)

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں کہ

میں شہر مکہ میں داخل ہوئی تو پوچھا: خادم حرم کون ہے؟ جواب ملا: عبدالمطلب تو میں عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہوئی انہیں سلام کیا اور عرض کیا:

سید اشرف مکہ پیکر جو دو کرم! میں قبیلہ بنی سعد کی ایک ستم رسیدہ قحط زدہ اور مفلوک

۱۔ ... کیونکہ تمام دایاں انعامات و اکرامات کا تصور لے کر آتی تھیں لہذا حضرت آمنہ ان سے ایسا فرماتیں تاکہ یہ خود بخود حضور کو چھوڑ دیں اور حضور کی رحمت پر کوئی حرف نہ آئے کہ رحمۃ اللعالمین نے ہمیں چھوڑ دیا۔

محدث ابن جوزی فرماتے ہیں کہ نو دایاں ایک ایک کر کے حضور کو لینے کے لیے آگے بڑھیں مگر سرکار نے ان سے اعراض فرمایا اور جب حضرت حلیمہ سعدیہ آگے بڑھیں تو سرکار مسکرا دیئے اور جب سیدہ نے دودھ پلانے کے لیے اپنا پستان مبارک حضور کے قریب کیا تو فوراً حضور نے دودھ نوش جان فرمایا۔ (مولد العروس ص)

معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام کی ذاتی منشاء و مرضی یہ تھی کہ مجھے حضرت حلیمہ ہی لے جائیں اور میں انہیں کا

دودھ پیوں۔

واہ واہ! نہیں حلیمہ تیرے تے آج کرم بکایا جانا ایں
اک یکتا تیری جھولی دج آج گوہر پایا جانا ایں

الحال عورت ہوں ہمارے مویشی قحط کی نذر ہو چکے ہیں، موجودہ سال نے تو رہی سہی کسر بھی پوری کر دی ہے۔

معدن کرم! میں نے سنا ہے کہ آپ کو دایہ کی ضرورت ہے، میں اپنی خدمات پیش کرنے کے لیے حاضر ہوئی ہوں، شاید اسی بہانے ہمارے دن پھر جائیں۔

آپ نے پوچھا: خاتون! آپ کا نام کیا ہے؟

میں نے کہا: حلیمہ نام ہے قبیلہ بنی سعد سے ہوں۔

آپ نے فرمایا: حلیمہ! ہمارے ہاں بچہ ضرور ہے اور وہ بچہ ایسا عدیم المثال ہے کہ آج تک کسی ماں نے ایسے صبح و بلیح بچے کو جنم نہ دیا ہوگا لیکن..... لیکن حلیمہ! وہ باپ کے سایہ سے محروم ایک یتیم بچہ ہے، اگر تم اس کی رضاعت پر راضی ہو تو بسم اللہ کرو اور لے جاؤ۔

میں نے کہا:

سیدی! میرا شوہر بھی میرے ساتھ مکہ آیا ہوا ہے، اس کی اجازت کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتی، اجازت ہو تو میں شوہر سے مشورہ کر لوں؟ اگر وہ یتیم بچے کو لے جانے پر راضی ہو گیا تو بسر و چشم حاضر ہو جاؤں گی۔

آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے! تم مشورہ کر کے جلد بتا دینا، میں وہاں سے مایوس اور دل گرفتہ لوٹ آئی، میں عبدالمطلب سے سیدھی حارث کے پاس آئی، خاوند نے کہا: کیا خبر لائی ہو؟ میں نے کہا: عبدالمطلب کے گھر میں ایک حسین و جمیل بچہ ہے لیکن وہ یتیم ہے، میں نے فی الحال آپ کے ڈر سے قبول نہیں کیا، کہئے آپ کا کیا ارادہ ہے؟ حارث نے کہا:

حلیمہ! خود سوچو کہ ہم قحط زدہ لوگ یتیم لے کر کیا کریں گے؟ میں نے کہا: لیکن اس کے دادا نے خیر کثیر کا وعدہ کیا ہے۔

حارث نے کہا: دایاں ہمیشہ بچہ کے باپ سے اجرت اور انعام وصول کیا کرتی

ہیں، دادا سے نہیں، یتیم بچہ کی پرورش کر کے ہمیں انعام و اکرام کی توقع رکھنا عبث ہے، چھوڑو اس قصہ کو۔

دوسرے دن میری ہم سفر دائیاں واپسی کی تیاریاں کر رہی تھیں، انہیں دیکھ کر میرے آنسو رخساروں پہ بہ نکلے، حارث نے دیکھا تو کہا: کیوں رو رہی ہو؟ میں نے کہا: کیوں نہ روؤں بنی سعد کی تمام دائیاں بچے لے کر جا رہی ہیں اور میں تہی دامن ہوں۔ حارث نے کہا: تو کیا چاہتی ہو؟ میں نے کہا: وہی یتیم! ممکن ہے کہ اس کی برکت سے اللہ ہمارے دن پھیر دے! حارث نے کہا: تو جاؤ اور اسے لے آؤ۔ یہ سن کر میری خوشی کی انتہاء نہ رہی۔

ادھر عبدالمطلب میری تلاش میں گھر سے نکلے اور ادھر میں ان کے گھر جا رہی تھی، راستہ میں ہی ان سے ملاقات ہو گئی، میں نے پوچھا: کہاں تشریف لے جا رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا: تمہارے پاس ہی تو جا رہا تھا، حلیمہ میں نے کہا:

اور اے سید عرب! میں بھی آپ ہی کی خدمت میں جا رہی تھی اور خوشی سے مسکراتے ہوئے بتایا:

”در یتیم کی رضاعت کے لیے شوہر کی اجازت لے آئی ہوں۔“

یہ سنتے ہی عبدالمطلب مجھے اپنے ساتھ گھر لائے، میں نے سیدہ آمنہ کو سلام کہا، وہ بڑی خندہ پیشانی سے ملیں اور فرمایا: واللہ! میرے بچے کی رضاعت کے لیے (اس کے قابل) تم ہی تھیں۔

۱۔ ... والد محترم حضرت امام خطابت رحمۃ اللہ علیہ (سمندری والے) یوں بیان فرمایا کرتے کہ

حضرت حلیمہ جب شوہر سے مشورہ کرنے آئیں تو ان کی اونٹنی نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: مولا! مجھے زبان دے کہ آج میں بھی تیرے محبوب کی نعتیں پڑھوں، اللہ تعالیٰ نے زبان عطاء فرمائی تو اونٹنی نے کہا: حلیمہ! کیا (ہاتی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اور میرا ہاتھ تھام کر اس کمرے میں لے گئیں جہاں سیدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو

خواب تھے۔ (جامع السعادات ص ۳۳۸-۳۳۹)

سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں کہ

جب میں حضور علیہ السلام کے کمرہ میں داخل ہوئی تو وہ نور سے جگمگا رہا تھا میں نے

سیدہ آمنہ سے کہا:

سیدہ یوں لگتا ہے جیسے آپ کے فرزند کے گرد ستارے جھلملا رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

یہ تو میرے صبیح و ملیح بیٹے کے کھڑے سے نکلنے والی شعاعیں ہیں۔

آپ پیٹھ کے بل سیدھے لیٹے ہوئے تھے اور انگشت مبارک پورے تھے

اور گہری نیند آرام فرما رہے تھے میں ان کی جانب بے اختیار لپکی تو سیدہ آمنہ نے

فرمایا:

”میں تو پہلے ہی جانتی تھی کہ اسے دودھ پلانے والی قبیلہ بنی سعد کی حلیمہ

ہوگی۔“

میں نے عرض کیا: سیدہ! حضور کا حسن و جمال دیکھ کر میرے انگ انگ میں ان کے

لیے شفقت و محبت سما گئی ہے۔

یہ کہہ کر میں آپ کے سراقس کی جانب کھڑی ہو گئی میں نے آپ کی جانب بازو

پھیلا دیئے کہ اٹھا کر سینہ سے لگا لوں۔

(بقیہ حاشیہ) کہتی ہو کہ یہ قیم ہے اور مال دنیا نہیں ملے گا سنو!

جے چھڈ دیویں دنیا ہو سکدا ای گزارا

محمد نوں چھڈیاں گزارا نہیں ہوتا

بناں در تے پنچے نظارہ نہیں ہوتا

جدائی دا صدرہ گوارا نہیں ہوتا

چنانچہ سیدہ حلیمہ نے حضور علیہ السلام کو لیا اور چل پڑیں۔

اچانک آپ نے چشمان مبارک کھولیں اور مجھے دیکھ کر مسکرانے لگی آپ کی

۱۔ حضرت امام خطابت علامہ غلام رسول سمندی والے رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ

حضرت حلیمہ سعدیہ نے پہلی مرتبہ سرکار کے چہرہ منورہ کو دیکھا تو نشہ چڑھ گیا جیسا کہ اعلیٰ حضرت گواہی فرماتے ہیں کہ

کھ چن بدر شمعانی ایں
متھے چمکے لاث نورانی ایں
کالی زلف تے اکھ مستانی ایں
مخمور اکھیں ہن مد بھریاں
اس صورت نوں میں جان آکھاں
جان آکھاں کہ جان جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں
جس شان توں شاناں سب بنیان
سبحان اللہ ما اجملك ما احسنك ما اکملك
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

جب مازاغ کی آنکھوں میں نظریں جمیں نشہ آیا اور حسن مصطفیٰ کے نشہ سے سرشار ہوئیں تو عرض کیا: آقا!

نشہ پلا کے گرابا تو سب کو آتا ہے

مزا تو جب ہے کرتے کو تمام لے ساتی

اسی نشہ میں سرکار کو اٹھایا اور سینہ سے لگایا زبان سے اللہ اللہ کے نعرے بلند ہونے لگے تو انہیں الفاظ سے

لوری دینے لگیں

اللہ اللہ اللہ هو لا الہ الا هو

پھر آپ کے چہرہ اقدس کی طرف بغور دیکھا اور زلفوں کو ملاحظہ کیا اور کہتی ہیں:

پیاری پیاری سورت تیری کھونگر والے بال

لوری دیوے مانی حلیمہ لا لا سینے نال نبی جی

اللہ اللہ اللہ هو لا الہ الا هو

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بارہ ربیع الاول کو یہ یاد رہیم

مسکراہٹ کے ساتھ ہی کمرے میں نور کی چادر تن گئی، یوں محسوس ہوا کہ جیسے شعاعیں آسمان تک بلند ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

میں نے آپ کو گود میں لے کر چوما اور دایاں پستان آپ کے دہن مبارک میں ڈال دیا، آپ نے دودھ نوش فرمایا، بایاں پستان پیش کیا تو آپ نے قبول نہ فرمایا، گویا دوسرا پستان آپ نے اپنے دودھ پیتے بھائی ضمیرہ کے لیے چھوڑ دیا تھا، آپ دائیں سے ہی دودھ نوش فرمایا کرتے تھے جبکہ بائیں سے ضمیرہ پیا کرتا تھا۔

(جامع المعجزات اُردو ص ۳۳۰-۳۳۱)

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں

آپ کو لے کر اٹھی تو مسرتیں میرے انگ انگ میں سا گئیں اور میں اپنے آپ کو

(بقیہ حاشیہ) ماہِ نبوت، مہر رسالت، صاحبِ خلقِ عظیم، نبی جی

لا الہ الاہو

اللہ اللہ اللہ

حضرت امام خطابت ایک مقام پر یہ بیان فرما رہے تھے کہ ایک پٹھان اٹھا اور اس نے کہا: مولوی کیا کہتی ہے؟ فرمایا: کچھ خدا کا خوف کرو خان بابا! تمہیں یہ داڑھی بھی نہ لڑ نہیں آتی، کہتے ہو کیا کہتی ہے؟ کہا: تو پہ تو پہ! اتنا بڑا شرک کہ نبی کو اللہ کہہ دیا۔

فرمایا: خان صاحب کچھ پڑھے بھی ہو؟ کہا: خوچے اتنا مونابکاری (بخاری شریف) پڑھا ہے فرمایا: اچھا بتاؤ! بخاری شریف میں ولی کی عامت کیا بیان کی گئی ہے؟ اس نے کہا: ہاں خوچے! نبی پاک پڑماتی (فرماتے) ہیں کہ ولی کا نشانی یہ ہے کہ ”اذا رزوه ذکر اللہ“ جب تم دلی کو دیکھو تو اللہ یاد آئے۔

فرمایا: چشم مار دشن دل، ماشاد! خان صاحب بتاؤ کہ جب ایک ولی کو دیکھنے سے اللہ یاد آتا ہے تو امام الانبیاء علیہ السلام کو دیکھنے سے یاد نہیں آتا۔

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ اللہ

یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

تو حضرت حلیمہ نے دیکھا انہیں بھی اللہ یاد آیا، جیسی تو انہوں نے پہا:

لا الہ الاہو

اللہ اللہ اللہ

خان صاحب! اب تم بھی کہو:

لا الہ الاہو

اللہ اللہ اللہ

دنیا کی خوش قسمت ترین عورت تصور کرنے لگی دروازہ سے باہر نکلنے لگی تو عبدالمطلب نے فرمایا:

حلیمہ! ٹھہرو! کچھ زادِ سفر لیتی جاؤ

میں نے کہا: مجھے اب زادِ سفر کی ضرورت نہیں رہی ہے میرے لیے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کافی ہیں، لیکن عبدالمطلب نے مجھے زادِ سفر دے دیا، گھر سے باہر نکلی تو سیدہ آمنہ (رضی اللہ عنہا) نے بیٹے کو گلے لگا لیا، چوما اور زار و قطار رونے لگیں، ماں بیٹے کی فرقت کے لمحات بڑے صبر آزماتھے، جب ماں نے یہ کہا:

”میرے یتیم! خدا تمہارا حامی و ناصر ہو۔“

تو میں بھی آنسوؤں پر ضبط نہ کر سکی۔ (جامع الحجرات ص ۳۳۱)

محدث ابن جوزی کہتے ہیں کہ

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

میں اور سات دیگر عورتیں حضرت عبدالمطلب کے ساتھ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر پہنچیں تو ہر ایک نے چاہا کہ میں ان کو اٹھاؤں اور دودھ پلاؤں، مگر جب وہ عورتیں آپ کے پاس اٹھانے کے لیے حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں سے ہر ایک سے اعراض فرماتے (چہرہ انور پھیرتے) رہے۔

فتقدمت الیہ فحین رانی تبسم۔ (مولد العروس ص ۳۰)

جب میں آگے بڑھی تو آپ نے مجھے ملاحظہ فرمایا تو آپ مسکرا دیے۔

واقبل علی فوضعتہ فی حجری۔ (اینا)

اور آپ میری طرف بڑھے پس میں نے آپ کو اپنی گود میں اٹھالیا۔

آوازِ قدرت آئی:

یہ حلیمہ بھید کھلا نہیں یہ مقام چون و چرا نہیں

تو خدا سے پوچھ یہ کون ہیں تیری گود میں ہیں، جو آگے

سوال یہ ہے کہ آپ نے بائیں پستان سے دودھ نوش کیوں نہ فرمایا: جواب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد فرماتے ہیں کہ

کیونکہ آپ کو علم تھا کہ آپ کا ایک دودھ شریک بھائی بھی ہے آپ نے ہمیشہ ایسا ہی (انصاف) فرمایا۔ (مدارج النبوت ص ۲، مولد العروس ص ۳۰، ما ثبت بالنسب ص ۲۹۱، شواہد النبوت ص ۶۲، نثر الطیب ص ۲۴، اکرام محمدی ص ۲۸۶، معارج النبوت ص ۳۰، الخصائص الکبریٰ ص ۱، بحوالہ تقریری نکات ص ۱۹۴، خطبات چیمہ ص ۲۵)

سوال یہ ہے کہ حضرت حلیمہ تو بہت لاغر و کمزور تھیں، پستانوں میں دودھ بالکل نہ تھا تو پلایا کس طرح؟

جواب حضرت حلیمہ خود ارشاد فرماتی ہیں کہ ان دنوں میرے ایک پستان سے دودھ نہیں آتا تھا جب میں نے آپ کو اٹھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے دودھ جاری ہو گیا۔ (سیرت حلیمہ جلد اول ص ۱۴۷، بحوالہ تقریری نکات ص ۱۹۴)

فقیر کہتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام قاسمِ نعمتِ خدا ہیں، ارشادِ محبوب ہے کہ
انما انا قاسم واللہ يعطی ۔

(بخاری، مشکوٰۃ کتاب العلم ص ۳۳۳، مسلم شریف جلد اول ص ۳۳۳)
اللہ تعالیٰ عطاء فرماتا ہے اور میں تقسیم فرماتا ہوں۔

اسی قاسمِ نعمت نے سیدنا ابو ہریرہ کو فرمایا کہ اس ایک پیالہ سے پلانا شروع کرو تو پھر ستر آدمیوں نے پیا، خود حضرت ابو ہریرہ نے پیا مگر پیالہ میں دودھ کا قطرہ بھی کم نہ ہوا۔ (مدارج النبوت)

کیوں جناب ابو ہریرہ کیسا تھا وہ جامِ شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ بھر گیا
اور پھر شبِ ہجرت جو سفرِ مدینہ شروع ہوا تو درمیان میں اُمّ معبد کا مکان بھی

آیا جن کے پاس ایک خشک دودھ بکری تھی اسی قاسم نعمت نے اپنے ید اللہ والے دست قدرت سے بکری کے تھنوں کو چھوا تو سارے برتن دودھ سے بھر گئے۔

(مدارج النبوت ص)

اور پھر سیدہ حلیمہ کی بکریوں کو اسی قاسم نعمت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوا تو دودھ ختم نہ ہونے والا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔

تو جس رضائی ماں کو رضاعت کے لیے خود اللہ تعالیٰ نے چنا تھا اس کے پستان خشک کیسے رہ سکتے تھے جس محبوب کی انگشت مبارکہ سے پانچ نہریں پانی کی جاری ہوں وہ اپنے لیے دودھ کیوں جاری نہیں فرما سکتے؟

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر

ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا جب آپ کو لے کر شوہر کے پاس آئیں اور اس نے سرکار کا حسن و جمال دیکھا تو دیکھتے ہی سجدہ میں گر گیا۔ (مدارج النبوت ج ۲ ص ۲۰)

وہابی جی! بتائیے ان کے لیے کیا فتویٰ ہے کیونکہ آپ تو فتوؤں کی توپ گرم کیے بیٹھے ہیں ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ

بے خودی میں سجدہ در یا طواف

جو کیا اچھا کیا پھر تجھ کو کیا

کیونکہ وہ حسن و جمال مصطفیٰ دیکھ کر بے خود ہو گئے تھے اس لیے انہوں نے سجدہ کیا اور اچھا کیا اور کائنات کو بتا دیا کہ

سجدہ کرنا ہے تو یوں کر سر ہو سجدے میں تیرا

سر خدا کے واسطے دل مصطفیٰ کے واسطے

تے کعبے دا سجدہ محمد دے درتے

ہم نے گزشتہ اوراق میں بیان کیا کہ حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں: کعبۃ اللہ

مقامِ ابراہیم (بجانب ولادت گاہِ محبوب) کی طرف جھک گیا۔
حضرت سیدہ حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں جب آپ کو لے کر سواری کے پاس آئی تو وہ
سواری سجدہ میں گر پڑی جب میری سواری کعبہ کے بالمقابل ہوئی تو اس نے کعبۃ اللہ کو
تین سجدے کیے اور پھر آسمان کی طرف منہ اٹھالیا (گویا سجدہ شکر ادا کیا)۔

(ماثبت بالنسب ص ۲۹۱ مدارج النبوت جلد دوم ص ۱۷)

فضل ربّ العالیٰ اور کیا چاہیے
مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے
سواری تو سرکار کو پار کر خوشی سے سجدہ شکر ادا کرے اور وہابی بدعت کے فتوے
دے؟ ہوانہ پھر جانوروں سے بھی بدتر! ہم تو گلی گلی کوچہ کوچہ نگر نگر بستی بستی شہر شہر یہ شور
مچاتے ہیں کہ

مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے
مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے
اور دامنِ مصطفیٰ جن کے ہاتھوں میں ہے
ان کو روزِ جزا اور کیا چاہیے
مل گئے مصطفیٰ اور کیا چاہیے
مولوی عبدالستار وہابی لکھتا ہے کہ

پہلے حلیمہ جد جا کر کعبے وچہ کھلوئی
عالی ذات نبی سرور دی عظمت ظاہر ہوئی
حجر اسود خود بوسہ دیون آپ نبی دل آیا
شان نبی سرور دامنوں رب کریم دکھایا

(اکرام محمدی ص ۲۸۲ بحوالہ تقریری نکات ص ۱۹۴)

حضرت حلیمہ اونٹنی پر سوار ہوئیں تو آتے ہوئے جو اونٹنی سب سے پیچھے رہ گئی تھی

ایسی برق رفتار ہوئی کہ اب جاتے ہوئے سب سے آگے نکل گئی۔
دائیاں کہنے لگیں: حلیمہ!

تیری اونٹنی تو اتنی لاغر تھی کہ چلنے سے معذور تھی لیکن یہ تو فریبہ اندام اور سبک خرام ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کو قوتِ گویائی عطا فرمائی اور وہ فصیح زبان میں بولی:
خواتین بنی سعد! اس میں کیا تعجب کی بات ہے؟ دیکھو تو سہی کہ میری پشت پر سید الاولین والآخرین سوار ہیں، انہیں کی برکت سے میری نقاہت کو قوت میں اور ست روی کو برق رفتاری میں تبدیل کر دیا ہے۔ (جامع الحجرات ص ۳۴۲-۳۴۳ سیرتِ حلبیہ ج ۱ ص ۱۳۸)



۱..... حضرت امام خطابت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے:

حضرت حلیمہ نے آگے شوہر کو بٹھایا اور پیچھے خود سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گود میں لے کر بیٹھ گئیں اور اونٹنی کو چلنے کا اشارہ دیا گیا مگر اونٹنی نہ چلی۔ سیدہ حلیمہ نے فرمایا کہ ابھی تو مجھے مشورہ دے رہی تھی کہ حضور کو چھوڑ کر گزارا نہ ہوگا اور اب حضور تجھ پر سوار ہیں تو چلتی نہیں تو اونٹنی نے جواب لا جواب دیا کہ شاعر نے اسے یوں بیان فرمایا۔
اونٹنی نے دی صدا یہ بر ملا
سعدیہ سرکار کو آگے بٹھا
میں نہ اٹھوں گی قیامت تک کبھی
جب تک آگے نہ بیٹھیں گے نبی
اور پھر جب سرکار آگے جلوہ افروز ہوئے تو اونٹنی نے بجلی کی سی تیز رفتاری دکھائی اور براق کی طرح دوڑتے ہوئے سب ہمسرا اونٹیوں سے آگے نکل گئی۔

جانوروں کے کلام کرنے کا ثبوت

عین ممکن ہے کہ کسی کج فہم اور بد عقیدہ شخص کے ذہن میں یہ سوال جنم لے کہ کبھی جانور بھی کلام کرتے ہیں جو اونٹنی بولی اور اس نے کہا کہ سعد یہ سرکار کو آگے بٹھا؟ اور دائیوں سے بھی کلام کیا۔

تو ان لوگوں کی تسلی و آگہی کے لیے فقیر عرض کرتا ہے کہ جی ہاں! اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے متعدد موقعوں پر جانوروں کو قوتِ گوپائی بخشی اور انہوں نے کلام کیا۔

اصحابِ کہف کا کتابولا

ملاحظہ ہو آیت کریمہ: ”وَكَلَبُوهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ“ کی تفسیر میں امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب کتا ان کے پیچھے چلا تو انہوں نے کتے کو مارنے کے لیے روڑے اٹھائے تو کتابولا:

فَقَالَ لَهُمُ الْكَلْبُ مَا تَرِيدُونَ مَنِي لَا تَخْشَوُا جَانِبِي اَنَا اَحِبُّ

اِحْبَاءُ اللّٰهِ. (تفسیر کبیر ج ۷ ص ۴۴۴ مطبوعہ مکتبہ علوم اسلامیہ اردو بازار لاہور)

کتے نے ان سے کہا: آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟ مجھ سے مت ڈریں

کیونکہ میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والوں (اولیاءِ کاملین) سے محبت کرتا

ہوں۔

یعنی آپ سمجھتے ہیں کہ میں بھونکوں گا تو اس طرح آپ کے متعلق مخبری ہو جائے گی

مگر میں عرض کرتا ہوں کہ میں بھونکوں گا نہیں بلکہ

فناموا وانا حرمکم۔ (تفسیر کبیر للرازی ج ۷ ص ۲۲۳ مطبوعہ لاہور)

جب آپ سو جایا کریں گے تو میں آپ کا پہرہ دیا کروں گا۔

جسے پنجابی کے شاعر نے یوں بیان کیا ہے کہ کتے نے ان اولیاء کا ملین (اصحاب

کہف) کی بارگاہ میں عرض کیا کہ

نہ میں بھونکاں تے نہ ٹونکاں تے نہ میں شور مچاواں

رل صحبت ولیاں دی میں وی سدھا ای جنت جاواں

یعقوب علیہ السلام سے بھیڑیے کا کلام

اسی طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کے سامنے جب ان کے بیٹوں نے ایک

بھیڑیا زنجیروں سے جکڑا ہوا پیش کیا کہ اس بھیڑیے نے یوسف علیہ السلام کو کھایا ہے تو

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس بھیڑیے سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا:

ایہا الذئب بنسما ما فعلت حیث اكلت وجہا کالبدر المنیر

ما رحمت علی ذلک الصغیر وما اشفقت علی الشیخ

الکبیر۔

اے بھیڑیے! تو نے میرے چودھویں رات کے چاند جیسے چہرے والے

یوسف کو کھا کر بہت بُرا کیا ہے تجھے اس معصوم بچے پر رحم نہ آیا اور تجھے

میرے بڑھاپے کا بھی خیال نہ آیا؟

(نہج المجالس ج ۱ ص ۱۵۱ حسن القصص ص ۲۹ تفسیر مظہری ج ۵ ص ۱۴۳)

اور فرمایا:

اكلت انت یوسف (علیہ السلام) قال لا۔

کیا تو نے میرے یوسف کو کھایا ہے؟..... بھیڑیا بولا: نہیں! میں نے نہیں

کھایا۔

قال فاخبرني اولادى قال لا .

فرمایا: میری اولاد نے مجھے خبر دی ہے..... بھیڑیے نے پھر زبان کھولی اور

جواب دیا: نہیں! آپ کی اولاد جھوٹ بولتی ہے۔

فرمایا: تیرے نہ کھانے کی دلیل؟

بھیڑیے نے جواب دیا کہ بھیڑیے کا کلام کرنا کرامت ہے اور کسی درندے کا کسی انسان کے بچے کے بدن کو کھانا ظلم اور گناہ ہے اور ظالم و گنہگار سے کرامت ظاہر نہیں ہوتی اور اگر میں نے یوسف کو کھایا ہوتا تو میں کلام نہ کرتا اور مجھ سے یہ کرامت ظاہر نہ ہوتی۔

والسلام عليك يا نبي الله لحوم الانبياء حرام علينا الخ .

اور آپ پر اے اللہ کے نبی سلام ہو! ہمارے اوپر انبیاء کا گوشت حرام ہے۔

اس سے آگے مفسرین نے بھیڑیے کی طویل گفتگو نقل کی ہے۔

کنعان کی ڈاچی کا کلام

ایسے ہی مولانا غلام رسول عالم پوری سورہ یوسف کی تفسیر میں واقعہ نقل فرماتے ہیں

کہ

اک دن یوسف بندی خانے غماں ستایا ہوا
 باہر نظر جھروکے بیٹھا برقعہ پایا ہوا
 کرناواں دا قافلہ اتول شام دیارون آیا
 وطنیں لوگ نظر وچہ آئے یوسف دل اچھلایا
 ویکھ وطن دیاں لوکاں تائیں نین رتے وچہ پردے
 رو رو کے دل گھائل ہویا وچہ فراق پدر دے
 نام سپر دل آھا اوہناں وچہ اک بندہ کنعانوں
 اس دے کول آہی اک ڈاچی تیز قدم پرشانوں

جاں ڈاچی نے یوسف ڈٹھا روڑ زنداں ول آئی
میں یوسف کنعانوں آئی دے سنیہرا کائی

(یوسف ذلیخا از مولانا غلام رسول عالم پوری)

ایسے ہی بھیڑیے نے میرے آقا علیہ السلام کی رسالت و نبوت کی شہادت فصیح و
بلغ زبان میں دی ملاحظہ ہو!

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک ریوڑ پر بھیڑیے نے حملہ کر دیا
اور بکری کو دبوچ لیا، چرواہے نے دوڑ کر بھیڑیے سے بکری آزاد کرائی، بھیڑیا ایک
پھاڑی پر چڑھ کر بولا:

چرواہے! تو نے مجھ سے میرا رزق چھین لیا ہے۔

چرواہے نے بھیڑیے کو کلام کرتے دیکھا تو حیرت سے کہنے لگا:

خدا کی قسم! کتنے تعجب کی بات ہے کہ میں نے آج تک بھیڑیے کو انسان کی طرح
بات کرتے نہیں سنا تھا۔

بھیڑیے نے چرواہے سے کہا:

اس سے بھی زیادہ تعجب تو تم لوگوں پر ہے کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں نجات کی طرف بلاتے ہیں اور تم لوگ ہو کہ ان سے فرار کرتے ہو،
ان کی بات تک سننا گوارا نہیں کرتے، چرواہا یہودی تھا، فوراً بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا،
بھیڑیے کی داستان سنا کر کلمہ پڑھا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ (جامع المعجزات اردو ص ۲۲۶)

حضور علیہ السلام کی اونٹنی نے کلام کیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ

ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے صدقہ کے موضوع

پر خطاب فرمایا، ایک اعرابی اتنا متاثر ہوا کہ فوراً پکارا اٹھا:

”یا رسول اللہ! یہ اونٹنی میں خدا اور رسول کے نام پر صدقہ کرتا ہوں۔“

حضور نے اونٹنی کو دیکھ کر تعجب فرمایا اور فرمایا:

”عمر! اگر یہ اونٹنی فروخت کی گئی تو میرے لیے خرید لینا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اونٹنی خرید لی، حضور علیہ السلام نے بعض غزوات میں اس ناقہ پر سواری فرمائی، ایک رات آپ گھر سے باہر نکلے، آپ کی ناقہ دوسرے جانوروں میں بیٹھی ہوئی تھی، آپ قریب سے گزرے تو ناقہ بولی:

السلام علیکم! اے کائنات کی زیب و زینت
وعلیکم السلام

حضور نے سلام کا جواب دیا تو ناقہ نے پھر کہا:

”یا رسول اللہ! سب سے پہلے میں غضب نامی ایک قریشی کے پاس تھی، ایک دن میں بھاگ نکلی، رات ایک بیابان میں آ گئی، میں درندوں سے خوفزدہ تھی، لیکن انہوں نے مجھے کچھ نہ کہا، وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اسے کچھ نہ کہنا، یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ہے، صبح ہوئی تو مجھے درختوں سے آواز آنے لگی: اے ناقہ! ہمارے پتے کھاؤ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری ہو، بالآخر میں آپ کے قدموں تک پہنچ گئی ہوں۔“

حضور نے پہلے مالک کے نام پر اس کا نام غضباء رکھ دیا، آپ نے اونٹنی کو تھپتھپایا تو

وہ پھر بولی:

آقا! میری ایک آرزو ہے؟

فرمایا: کہو! کیا تمنا ہے؟

بولی: میرے حق میں اللہ سے یہ دعا فرمائیے جس طرح آپ نے دنیا میں مجھ پر

سواری فرمائی ہے، اسی طرح آخرت میں بھی میں آپ کی سواری بن جاؤں، اگر آپ مجھ

سے پہلے وصال فرما جائیں تو حکم دے جائیں کہ کوئی دوسرا مجھ پر سوار نہ ہو کیونکہ میرا دل

یہ گوارا نہ کر سکے گا۔

یہ سن کر حضور نے فرمایا: میں نے تیری آرزو کو پورا کر دیا۔

آپ نے جب وصال فرمایا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وصیت فرمائی کہ اس اونٹنی پر کوئی سواری نہ کرے جب یہ اونٹنی مر جائے تو اپنے ہاتھوں سے اسے دفن کر دینا۔ ایک رات حضرت سیدہ فاطمہ اونٹنی کے قریب سے گزریں تو اونٹنی نے کہا: السلام علیک یا بنت رسول اللہ۔

فرمایا: ”وعلیک السلام یا ناقة رسول اللہ“ کہو! کیسی ہو؟ عرض کیا: کیا بتاؤں سیدہ! جب سے حضور نے وصال فرمایا ہے مجھے کھانا پینا بھول گیا ہے۔ سیدہ! میرا خیر وقت آ پہنچا ہے لہذا اپنے ابا جان کی وصیت پوری فرمائیے گا۔ یہ کہہ کر اونٹنی نے اپنا سر سیدہ کی گود میں ڈال دیا اور دم توڑ دیا۔ علی الصبح حضرت فاطمہ نے گڑھا کھودنے کا حکم دیا، ناقہ پر ٹاٹ لپیٹ کر اسے دفن کر دیا۔

(جامع المعجزات اردو ص ۹۷-۹۸)

فانہا لم تنطق الا لہا ولا بیہا۔

اس اونٹنی نے حضرت فاطمہ اور ان کے والد گرامی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کسی سے کلام نہیں کیا۔

جامع المعجزات کے علاوہ ملاحظہ ہو!

نزہۃ المجالس ج ۲ ص ۲۲۸، معارج النبوت ص ۶۰۱-۶۰۲، نسبت باعث جنت

ص ۱۸۸ تا ۱۹۱

یعفور گدھا بولا

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ خیبر کے بعد ایک سیاہ رنگ کا گدھا ملا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا:

”ما اسمک“ ”تیرا نام کیا ہے؟“ اس نے عرض کیا: ”یزید ابن شہاب“ ”میرا نام

یزید ابن شہاب ہے۔“

اخرج الله من نسل جدی ستین حماراً کلهم لا یرکبهم الا

نبی ۔

اللہ تعالیٰ نے میرے دادا کی نسل سے ساٹھ گدھے ایسے پیدا کیے ہیں جن پر سوائے نبی کے کسی اور نے سواری نہیں کیا ورنہ اب میری نسل میں کوئی گدھا میرے سوا باقی نہیں رہا۔

ولم یبق من الانبیاء غیرک ۔

اور آپ کے علاوہ نبیوں میں سے کوئی باقی نہیں رہا..... آپ مجھ پر سواری فرمائیں تاکہ میری نسل کی رسم پوری ہو جائے۔

میرا یہودی مالک جب بھی مجھ پر سوار ہونے کی کوشش کرتا تو میں اسے سوار ہونے کی ہرگز اجازت نہ دیتا۔

وہ مجھے بُری طرح مارتا، میرے پیٹ پر ڈنڈے برساتا، میری پشت پر بے پناہ

کوڑے برساتا تھا۔

فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم انت يعفور ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو یعفور ہے (یعنی حکم کی تعمیل کرنے والا)۔

اور اس یعفور گدھے کا کمال یہ تھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو

بلانا ہوتا تو آپ اسی یعفور گدھے کو حکم فرماتے کہ فلاں صحابی کو بلا لاؤ، تو یہ یعفور گدھا

گلیوں، بازاروں اور راستوں سے گزرتا ہوا اس صحابی کے دروازے پر پہنچ جاتا۔

فیقره برأسه ۔

اپنے سر سے اس کا دروازہ کھٹکھٹاتا۔

جب گھر والا (صحابی رسول) دروازے سے باہر آتا تو اشارہ کرتا کہ حضور تجھے بلا

رہے ہیں۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد یعفور یہ صدمہ برداشت نہ کر سکا

القی نفسہ فی بشر
اپنے آپ کو کنویں میں گرا دیا اور اس طرح ہلاک ہو گیا۔

(مدارج النبوت اردو ج ۲ ص ۱۰۲۸ سیرت حلبیہ ج ۲ ص ۷۲۲)

اصحابِ فیل کا ہاتھی بولا۔

ابرہہ کا ہاتھی جس کا نام محمود تھا ملاحظہ ہو!

(تفسیر روح البیان ج ۲ تفسیر نسلی ج ۳ ص ۲۸۰-۲۸۱)

اس نے حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے چہرہ انور میں نورِ مصطفویہ ملاحظہ کیا تو
فبرک و خور ساجدا وانطق اللہ تعالیٰ الفیل۔

مبارکباد دی اور چنگھاڑتا ہوا سجدہ میں پڑ گیا اللہ تعالیٰ نے اسے زبان دی تو بولا:
السلام علی النور الذی فی ظہرک یا عبدالمطلب۔

اے عبدالمطلب! تیری پشت مبارک (یا پیشانی) پر جو نور چمک رہا ہے اس نور پر
میرا سلام ہو۔ (تفسیر روح البیان ج ۳ ص ۷۲ تفسیر کبیر ج ۸ ص ۲۸۲) اسی الطالب فی نجات ابی طالب از قاضی
دحلان مکی ص ۱۶۰ نشر الطیب از تھانوی ص ۱۶)

وہابی جی! قرآن و سنت کے ان مندرجات سے ثابت ہوا کہ

اصحابِ کہف کے کتے نے کلام کیا

یعقوب علیہ السلام کے بھیڑیے نے کلام کیا جیسا کہ امام رازی نے تفسیر کبیر میں
نقل فرمایا۔

کنعان سے آنے والی ڈاچی نے کلام کیا جیسا کہ مولانا غلام رسول عالم پوری نے
تفسیر یوسف میں لکھا۔

ناقہ رسول نے کلام کیا جیسا کہ صاحب جامع المعجزات اور شیخ محقق نے نقل فرمایا۔
یعفور گدھے نے کلام کیا جیسا کہ علامہ حلبی نے سیرت حلبیہ میں تحریر فرمایا۔

اصحابِ قبل کے ہاتھی نے کلام کیا جیسا کہ علامہ اسماعیل حق نے تفسیر روح البیان میں لکھا۔

مزید قرآن کریم کے حوالوں سے ہم آگے ثابت کریں گے۔ انشاء اللہ العزیز
اگر وہابی کی سمجھ میں عظمت نبوت نہیں آتی تو عقیدہ توحید تو قائم رکھے اور اس بات پر تو ایمان رکھے کہ

إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ .

اللہ ہر چاہت پر قادر ہے۔

تو کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ جانوروں سے کلام کروالے؟ اب آپ کا عقیدہ توحید کہاں گیا؟ ملاحظہ ہو! مزید قرآنی شواہد:

سليمان عليه السلام کی چيوٹی نے کلام کیا

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَوَرِثَ سُلَيْمَنُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ .

(پ ۱۹، النمل: ۱۶)

”اور وارث ہوئے سلیمان (علیہ السلام) داؤد (علیہ السلام) کے اور کہنے

لگے: لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی ہے۔“

اور پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے چيوٹی کی گفتگو کو سنا اور سمجھا اور اس پر مسکرا

دیئے ملاحظہ ہو! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ

قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا مَسْكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ

سُلَيْمَنُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ (پ ۱۹، النمل: ۱۸)

”ایک چيوٹی نے کہا: اے چيوٹیو! اپنے اپنے گھروں میں گھس جاؤ! ایسا نہ ہو

کہ بے خبری میں سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں روند ڈالے۔“

ارشادِ ربانی ہے کہ

فَتَبَسَّمْ فَنَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا . (پ ۱۹: اٰنَمَل: ۱۹)

”اس کی اس بات پر حضرت سلیمان (علیہ السلام) مسکرا کر ہنس دیے۔“
علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ

حضرت سلیمان علیہ السلام چونکہ جانوروں کی بولیاں سمجھتے تھے اس بات کو بھی سمجھ گئے اور بے اختیار ہنسی آ گئی۔ (تفسیر ابن کثیر اردو ج ۴ ص ۵۹ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)
مزید فرماتے ہیں کہ

ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام استسقاء کے لیے نکلے تو دیکھا کہ ایک چیونٹی الٹی لیٹی ہوئی اپنے پاؤں آسمان کی طرف اٹھا کر دعا کر رہی ہے کہ
”اے اللہ! ہم بھی تیری مخلوق ہیں پانی برسنے کی محتاجی ہمیں بھی ہے اگر پانی نہ برسا تو ہم ہلاک ہو جائیں گی۔“

چیونٹی کی یہ دعا سن کر آپ نے لوگوں میں اعلان کیا کہ لوٹ چلو کسی اور ہی کی دعا سے تم پانی پلائے گئے۔“ (تفسیر ابن کثیر اردو ج ۴ ص ۵۹)

۲۔ ہد نے کلام کیا

حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر میں ہد بھی ہوا کرتا تھا ایک دن ہد آپ کو نظر نہ آیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ میں ہد کو نہیں دیکھ رہا قرآن کریم نے فرمایا:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدَّ هَذِهِ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ۝ لَا عُذْبَتُهُ لِعَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَا ذُبْحَنُ أَوْ لِيَأْتِنِي بِسُلْطٰنٍ

مُبِين ۝ (پ ۱۹: اٰنَمَل: ۲۰-۲۱)

۱۔ عذاب دینا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور سلیمان علیہ السلام فرما رہے ہیں کہ ”لا عذبتہ“ میں سے عذاب دوں گا معلوم ہوا کہ معذب حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور معذب مجازی حضرت سلیمان علیہ السلام اسی طرح باقی متعدد صفات کا حقیقی موصوف اللہ تعالیٰ ہے مجازی طور پر مخلوق کو اللہ تعالیٰ وہ صفات عطا فرمادیتا ہے۔

”آپ نے پرندوں کی دیکھ بھال کی اور فرمانے لگے: یہ کیا بات ہے کہ میں بدد کو نہیں دیکھتا؟ کیا واقعی وہ غیر حاضر ہے؟ یقیناً میں اسے سخت تر سزا دوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا یا میرے سامنے کوئی معقول وجہ بیان کرے۔“

تھوڑی ہی دیر کے بعد بدد آیا اور اس نے بیان کیا:

فَمَكْتُ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَ جِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بَنِيَّ يَقِينٍ ۝ إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ۝ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَ زَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ۝ (پ ۱۹: اہل: ۲۲: ۲۳)

”کچھ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ آراس نے کہا: میں ایک ایسی چیز لایا ہوں کہ آپ کو اس کی خبر ہی نہ تھی، میں سبا کی ایک سچی خبر آپ کے پاس لایا ہوں، میں نے دیکھا کہ ان کی بادشاہت ایک عورت کر رہی ہے جسے ہر قسم کی چیز سے کچھ نہ کچھ دیا گیا ہے اور اس کا تخت بھی بڑی عظمت والا ہے، میں نے اسے اور اس کی قوم کو اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر سورج کو سجدہ کرتے ہوئے پایا، شیطان نے ان کے کام انہیں بھلے کر کے دکھلا کر صحیح راہ سے روک دیا ہے پس وہ ہدایت پر نہیں آتے۔“

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

یعنی محبوب و محبت میں نہیں میرا تیرا

۱۔ عرشِ عظیم بھی اللہ تعالیٰ کا ہی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے کہ ”هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ“ وہ عرشِ عظیم کا مالک ہے لیکن مجازی طور پر فرمایا: ”وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ“ اس بقیس کا عرش عظیم ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری خدائی کا مالک بنایا اور ہر چیز ان کی ملکیت میں دے دی ہے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

تو عرض کر رہا تھا کہ حضرت سیدہ حلیمہ کی ڈاچی نے فصیح و بلیغ زبان سے دوسری دایوں کے ساتھ کلام کیا، گویا کہ حضرت حلیمہ کی ہم سفر دایوں نے کہا:

حلیمہ! رک تو سہی! اتنی تیز رفتاری کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کسی امیر گھرانے کا بچہ لے لیا ہے کہ تمہیں ایڈوانس فیس مل گئی اور تم نے سواری تبدیل کر لی ہے۔

تو اونٹنی نے کہا: یہ بات نہیں کہ سواری تبدیل ہو گئی ہے، ذرا غور سے دیکھو کہ سواری کا سوار تبدیل ہو گیا ہے۔

اپنے اپنے مقدر دی ہندی اے گل
آئیاں دایاں ہزاراں سی ملے دے ول
جسدی ڈاچی قدم وی نہ سکدی سی چل
عرش دے شہسواراں دے کم آ گئی
لین خوشبوئے زلف حبیب خدا آئی
آئی جنت دے وچوں سی باو صبا
چھو کے لنگھی جدوں گیسوئے مصطفیٰ
جاندی جاندی بہاراں دے کم آ گئی

یہ کس باغ سے پھول لائی حلیمہ

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں: آقائے عالمین صاحب گیسوئے مشکیں و عنبریں کو جب سواری پہ ساتھ لے کر میں چلی تو سارا راستہ خوشبوؤں سے معطر ہو گیا اور پندرہ میلوں پر آباد قبیلہ بنی سعد کے ہر گھر سے خوشبوؤں کے حلے آنے لگے۔

ما بقی منزل من منازل بنی سعد الا وقد شمواریح المسک
منہ۔ (بل الہدیٰ)

بنی سعد کا کوئی مکان ایسا باقی نہ رہا جو سرکار سے مشک کی خوشبو نہ سونگھتا ہو۔

مولانا تھانوی لکھتے ہیں کہ

لم یبق منزل من منازل بنی سعد الا شممنا منه ریح المسک .
آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے بنی سعد کے تمام گھروں سے کستوری کی
خوشبوئیں آتی تھیں۔ (نثر الطیب ص ۳۱ از تھانوی صاحب)

معطر دو عالم کو جو کر گیا ہے

یہ کس باغ سے پھول لائی حلیمہ

محمد مصطفیٰ آئے بہاراں مسکرا پیاں

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ حضور کی تشریف آوری سے قبل میرا سارا علاقہ قحط سالی کا
شکار تھا اور جب سرکار علیہ السلام جلوہ گر ہوئے تو تمام علاقہ سرسبز و شاداب ہو گیا دنیا و
کائنات کی کوئی زمین ہماری زمین سے بڑھ کر سرسبز و شاداب نہ تھی۔

(سیرت حلیمہ ج ۱ ص ۱۴۸ بیان السیلا والنبوی لابن الجوزی ص)

تمہارے حسن کا کونین میں جواب نہیں

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں:

میں حضور کو لے کر آئی تو گرد و پیش کی ہر چیز سے مجھے یہ آوازیں آنے لگیں:

مبارک ہو حلیمہ! محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا عت مبارک ہو

بنی سعد کی دایاں مجھے دیکھتے ہی بول اٹھیں:

حلیمہ! تیرے گرد و پیش انوار کیسے ہیں؟

میں نے آپ کے چہرہ انور سے کپڑا ہٹایا اور کہا: یہ چمک چمک اس مکھڑے کی

بدولت ہے بنی سعد کی دایوں نے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چہرہ انور پر انوار کی

بارش دیکھی تو کہا:

یہ مکھڑا حسن و جمال میں اپنی مثال نہیں رکھتا ایسا بچہ ہم نے آج تک نہیں دیکھا یہ

مکھڑا اس لائق ہے کہ ہر زبان سے اس کی صفت و ثناء ہوتی رہے۔ (جامع المعجزات ص ۳۲۲)
تمہارے حسن کا کونین میں جواب نہیں
غروب ہوتا کہیں بھی یہ آفتاب نہیں

خدائی حکیم آگئے

فرماتی ہیں کہ

میرے علاقے میں جب بھی کوئی بیمار ہوتا

اخذ كفه صلى الله عليه وسلم فيضعها على موضع الاذى

فیبرء باذن الله سریعًا۔ (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۵۱)

تو وہ بیمار آپ کی مبارک ہتھیلیوں کو مرض کے مقام پر رکھتا تو فوراً باذن اللہ

تعالیٰ شفاء یاب ہو جاتا۔

مزید فرماتی ہیں کہ حضور کو جب میں اپنے ہاں لے آئی تو جب میری بکریاں گھر

آئیں تو ایک بکری آگے بڑھی اور

سجدت له و قبلت رأسه۔ (سیرت حلبیہ ج ۱ ص ۱۴۸)

اس نے آپ کو سجدہ کیا اور آپ کے سر انور کا بوسہ لیا۔

دیئے کی ضرورت نہ مشعل کی حاجت

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوہ فرمانے کے بعد

مجھے کبھی گھر میں چراغ یا دیوا جلانے کی ضرورت پیش نہ آئی بلکہ

اذا ارضعته فی المنزل استغنی به عن المصباح۔

جب میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلاتی تو مجھے گھر میں چراغ کی

ضرورت نہ رہتی۔

سرکارِ دو عالم کے انوارات نے مجھے دیئے اور چراغ سے مستغنی کر دیا۔

دیے کی ضرورت نہ مشعل کی حاجت
عجب روشنی تو نے پائی حلیمہ
ساری ساری رات گھر جگمگاتا رہتا حتیٰ کہ ایک دن حضرت ام خولہ سعدیہ رضی اللہ
عنہا نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اے حلیمہ! کیا تم اپنے گھر میں ساری
ساری رات آگ روشن رکھتی ہو؟ تو آپ نے فرمایا:

لا واللہ لا اوقد ناراً ولكنہ نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم .
نہیں اللہ کی قسم! میں آگ روشن نہیں رکھتی، لیکن یہ روشنی نور مجسم صلی اللہ علیہ
وسلم کا نور ہے۔ (بیان السیاد النبوی ص ۵۴ تفسیر مظہری ص)

عجب روشنی تو نے پائی حلیمہ
عجب روشنی تو نے پائی حلیمہ
بنی تو محمد کی دائی حلیمہ
بڑی تو نے توقیر پائی حلیمہ

غربت و افلاس ختم، طعام کی کثرت، فرشتے جھولا جھلاتے اور حلیمہ فرماتی ہیں کہ
مجھے حاجت نہیں تھی اب کسی کھانے پکانے کی
کہ میں تو بن گئی مالک خدا کے کل خزانے کی
تمامی دن میں اپنے کوچہ بھر میں گھوم لیتی تھی
مجھے جب بھوک لگی تھی لبوں کو چوم لیتی تھی



اسرارِ خطابت



8 ہلال نکل

پیر محمد مقبول احمد ریز

اظہارِ خطابت



6 ہلال نکل

صاحبزادہ مقبول احمد ریز

نزهت المجالس (اردو)

2 ہلال نکل

امام عبدالرحمن ابن عبدالسلام
ترجمہ: علامہ محمد منشا تابش قصوری

تشمیس اللواعظمین انیس اللواعظمین (اردو)

ترجمہ: علامہ محمد منشا تابش قصوری

نزهة الوعظین درة الناصحین (اردو)

2 ہلال نکل

الشیخ عثمان بن حسن احمد الشاکر
ترجمہ: مولانا محبوب احمد چشتی

تشمیس اللواعظمین

2 ہلال نکل

مصنف: ابواللیث سمرقندی
مترجم: ابو ثوبان سید محمد اسد اللہ اسد

اصلاحی بیانات

مولانا محمد چمن زمان نجم القاری

تذکرہ اللواعظمین

ترجمہ: محمد عبدالستار طاہر مسعودی

خواتین کیلئے بارہ تقریریں

مرتبہ: نسیم فاطمہ

خطبات غزالی

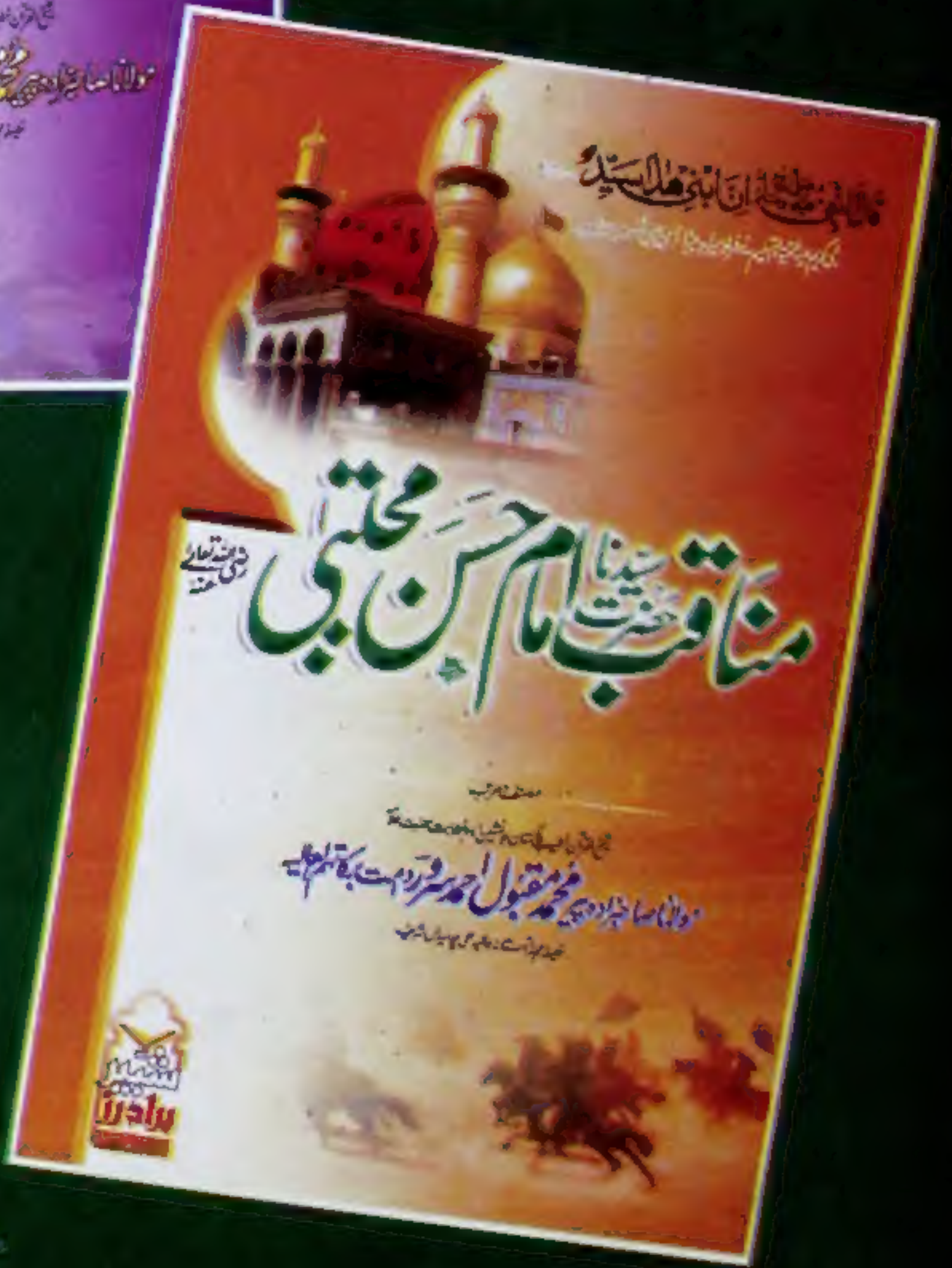
حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی

شبیر برادرز زبید سنٹر، ۴، اردو بازار لاہور فون: 042-37246006

فی کرم من اللہ علیہ وسلم کہ وہ اللہ کے فضل سے ہماری کتاب ہو

اثبات بنات العربیہ

مفت عرب
پیشوا اسلامیات پاکستان ایشیا افریقہ و عرب
مولانا صاحبزادہ محمد مقبول احمد قرظی مدظلہ العالی
نیز پڑھتے رہیں گے یہ کتاب



نیپید منسٹریم، ایوب بازار لاہور
فون: 042-37246006